محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی

مؤلف

ابو ثوبان غلام قادر

پی ایچ ڈی اسکالر دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج لودھراں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نجی زندگی

مؤلف

ابو ثوبان غلام قادر

پی ایچ ڈی اسکالر دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج لودھراں

مکتبہ اسلامیہ

کتاب ---------------------- محمد ﷺ کی نجی زندگی

ناشر ---------------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------------- مارچ 2011ء

قیمت ----------------------

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون:042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون:041-2631204, 2034256

فہرست

انتساب

پیارے والد محترم اور اہل خانہ کے نام

جنہوں نے ہر قسم کے مشکل ترین حالات میں بھی تعلیم

جاری رکھنے میں تعاون فرمایا۔

اظہار تشکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

التحیات والصلوات والطیبات للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔

کائنات کے ذرہ ذرہ کی طرف سے جمیع قسم کی تحمید وتمجید وتقدیس خالق کائنات کے لیے ہیں جس کی توفیق خاص سے پھولوں کو خوشبو، کلیوں کو چمک، آفتاب و ماہتاب کو ضیاء، عزائم کو ہمت، زبانوں کو قوت گویائی اور قلم کو قوتِ تحریر ملتی ہے۔

درود وسلام اس خیر الانام اور افضل البشر ہستی کے لیے جن کی کامل واکمل سیرت رہتی دنیا تک کیلئے حجۃ اللہ البالغہ ہے اور جن کی ذات گرامی کے سیرت نگاروں کی تعداد میں اضافہ سے آپ کی سیرت کے مقام ومرتبہ میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ہدیہ نگارش پیش کرنے والوں کی اپنی شان ووقار کو چار چاند لگ جاتے ہیں، کیونکہ محبوب کائنات کی سیرت وصورت کے ذکر کو خود خالق کائنات نے ﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ فرما کر اوج ثریا تک پہنچا دیا ہے۔ یعنی عرب وعجم، شرق وغرب، شمال وجنوب اور زمین وآسماں کی وسعتوں اور پہنائیوں میں چرچا ہے ذکر حبیب خدا کا۔ اللھم صل علی محمدٍ وبارک وسلم وصل علیہ

سیرت النبی ﷺ کا موضوع ایک ایسا بحرِ بے کراں ہے کہ جو محبِّ رسول بھی اس میں غوطہ زن ہوتا ہے اپنے حصے کے موتی ڈھونڈ لاتا ہے۔ سیرت سرور دو عالم کے بے شمار گوشے ہیں اور ہر گوشہ اپنے دامن میں اصلاحِ انسانیت کے لیے شافی نسخۂ کیمیا سموئے ہوئے ہے۔

آقائے نامدار سرکارِ مدینہ اور سرورِ سینہ اپنی صورت میں کامل اور سیرت میں اکمل تھے۔ آپ ﷺ عقلِ سلیم کے مالک تھے، انتہائی ذہین وفطین تھے، حواس قوی اور اعضاء مضبوط تھے۔ زبان فصیح اور کلام بلیغ تھا، آپ کی سکنات وحرکات معتدل تھیں، عادات حمیدہ اور خصائل عظیمہ خوبصورت تھیں، انتہائی حلیم وبردبار، صابر وشاکر اور قانع تھے۔ شرم وحیا اور جود وسخا کے پیکر تھے۔ شجاعت

وبہادری میں بے مثال، عفو شرافت میں باکمال تھے۔آپ انتہائی امانت دار، انصاف پسند اور باوقار تھے۔ہادیِ کائنات اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی رکھنے والے، سارے جہان کی خیرخواہی چاہنے والے، بہترین سلوک رکھنے والے، لوگوں کے قبول ایمان کی خواہش رکھنے والے، وفاداری سے پیش آنے والے، تعلقات کا لحاظ رکھنے والے، اعلیٰ ورفیع مقام ومرتبہ رکھنے کے باوجود تواضع وانکسار کے پیکر اور اپنے پرائے کا غم کھانے والے تھے۔صادق المصدوق نبی سچی زبان والے، دلکش اداؤں، خوبصورت انداز والے، دنیا سے بے رغبت اور اللہ سے ڈرنے والے، حقوق العباد اور حقوق اللہ خوب ادا کرنے والے، اللہ کا شکر ادا کرنے والے، سچا اور سُچا یقین رکھنے والے، اپنے پروردگار پر بھروسا اور توکل کرنے والے اور تمام اخلاق و فضائل کا جامع نمونہ تھے۔آپ کا خلق قرآن کی سچی تصویر تھا((کَانَ خُلُقُهُ الْقُرآنُ))

جہان میں کسی بھی انسان کی سیرت کو لکھا یا پڑھا جائے تو اس کی سیرت کے موضوع کا آغاز اس کی پیدائش کے بعد ہوتا ہے۔لیکن عجب بات ہے کہ آمنہ کے لعل کی سیرت کے عنوان کا آغاز پیدائش سے پہلے کے حالات سے ہوتا ہے۔کیونکہ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے بقعۂ نور ہونے والے تاریک جہاں میں آمدِ رسول ﷺ اور بعثتِ رسول ﷺ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہی اس طرح ہے کہ آپ کی ذات کتنی بڑی نعمت غیر مترکبہ ہے۔

بندۂ ناچیز نے سیرت النبی ﷺ کے ایک مخفی گوشے ''محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی'' کے عنوان کے تحت 300 صفحوں کی یہ تحقیقی کتاب تحریر کرکے ایک نقش سیرت پیش کرنے کی عاجزانہ اور حقیرسی کاوش کی ہے، تاکہ میں ثناء خوانِ رسول اور مداحانِ نبی ﷺ کا تمغہءامتیاز حاصل کرنے والوں کی صفوں میں گوشۂ عافیت وشفاعت پاسکوں۔

یہ کتاب دراصل میرا ایم۔فل کا مقالہ ہے۔اس عنوان کے انتخاب اور مقالہ کی تیاری میں دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور کے شعبہ علوم اسلامیہ کے اساتذہ کرام کا خصوصی تعاون شامل ہے۔یہ مقالہ مقامی یونیورسٹی اور بیرونی جامعات کے اساتذہ نے بہت سراہا، خصوصاً عبدالرشید آف کراچی یونیورسٹی External نگران مقالہ نے آفس رپورٹ کے ساتھ مبارک باد کا ایک اضافی خط بھی بھیجا! جس میں مقالہ میں کی گئی تحقیق اور فراہم کیے گئے موادِ تحقیق

کو سراہا گیا تھا۔ اس مقالہ کی بدولت ایم۔فل کے امتحان ۲۰۰۷ میں میں نے کلاس میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ (وللہ الحمد)۔ بعد میں مختلف علم دوست اور فاضل اساتذہ کی نظر سے یہ مقالہ گزرا، تقریباً سب نے ہی اس عنوان کو بہت پسند کیا اور کتابی شکل میں چھپوانے کا پرزور مشورہ دیا۔ لہٰذا ربِ ذُوْ الْمَنَن کی خاص توفیق اور تائید و نصرت سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے، آقائے نامدار سے محبت کے اظہار کے لیے، بیوت المسلمین اور عامۃ المسلمین کی اصلاح کے لیے، اس کتاب کو منظر عام پر لانے کے لیے محنتِ شاقہ اور جہدِ مسلسل شروع کی۔ ماہرین تصنیفات و تالیفات اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ تحقیقی مقالہ اور کتاب کی تیاری میں پیش نظر اصول و ضوابط، فراہمی مواد اور ترتیب و پیشکش میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بالخصوص میرے جیسے مبتدی و تحقیقی طالب علم اور کم علم والوسائل فرد کے لیے یہ کام بہت کٹھن اور صبر آزما تھا۔ شب و روز محنتِ شاقہ سے عناوین کو حوالہ قرطاس کرتے ہوئے میرے قلب و جگر پر یہ احساس حاوی رہا کہ کہیں بھی نوکِ قلم کو ایسی جنبش نہ آجائے کہ تحریر کردہ کوئی حرف بھی گستاخی کا شبہ دے۔ مکمل تصنیف کو لکھتے ہوئے اس موضوع کا تفوق و تقدس میرے ذہن و قلب پر نقش رہا، کیونکہ کسی بھی فکری اور نظریاتی مصنف کو یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق کوئی بات بھی زینت قرطاس کرتے ہوئے نہ تو یہود والی تفریط ہونی چاہیے اور نہ نصاریٰ جیسی افراط۔ افراط و تفریط سے محتاط ہوتے ہوئے شاہراہِ محبت پر چل کر آفتابِ نبوت کی چند کرنوں اور گلدستہ نبوت کے چند پھولوں کو ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی کے قیمتی موتیوں کو لڑی میں پرونے کے لیے مجھ پر رات دن علمی شفقت فرمانے والے اساتذۂ کرام میں سب سے پہلا نام پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رحمت (سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ، سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، حال پروفیسر اسلامیات، جامعہ سرگودھا) کا ہے جو میرے مقالہ کے نگران بھی تھے۔ کتاب کی تیاری میں ہر وقت بآسانی میسر رہے اور اپنی دقیق نگاہ اور کاٹ دار قلم سے تحریر کی نوک پلک سنوارتے رہے۔ ان کے ساتھ ساتھ استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر (ڈائریکٹر سیرت چیئر، چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، صدارتی ایوارڈ یافتہ، سوسے

زائد کتب کے مصنف) نے بھی اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر شمس البصر (چیئرمین شعبہ قانون، ڈائریکٹر حدیث وسیرت وقرآن وتفسیر) نے بھی اپنے قیمتی وقت سے نوازا اور بے پناہ مصروفیت کے باوجود کتاب کے بعض حصوں کو پڑھا، اور اصلاح فرمائی۔ان کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر ابرارمحی الدین، پروفیسر ڈاکٹر منیر احمد اور پروفیسر ڈاکٹر حافظ افتخار احمد، پروفیسر ڈاکٹر گجر احمد خان غزل کاشمیری کا خصوصی ممنون ہوں جن کی خصوصی شفقت اور دعائیں ہمیشہ میرے ساتھ شامل حال رہیں۔

علاوہ ازیں میں ڈین فیکلٹی آف آرٹس ڈاکٹر پروفیسر نجیب کمال صاحب کا بھی انتہائی احسان مند ہوں کہ انہوں نے کتاب کے جملوں اور پیروں کی ترتیب کو ادبی لحاظ سے جانچا اور مقدور بھر تعاون کیا۔

اساتذۂ جامعہ ہٰذا کے علاوہ بیرونی جامعات میں سے پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ (ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل دعوۃ اکیڈمی، اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد) کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔جنہوں نے گونا گوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کا تفصیل سے مطالعہ فرمایا، اور وفات سے ایک رات قبل اِس کتاب کی افادیت کے بارے میں اپنے خیالات کو زینتِ قرطاس کیا۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے لیکچرار اور نصاب کمیٹی کے رکن ثناء اللہ اور گورنمنٹ ڈگری کالج جڑانوالہ کے شعبہ علوم اسلامیہ کے لیکچرار عبداللہ فاروقی بھی کتاب کی تیاری کے دوران عربی عبارات کی تصحیح میں اپنی آرا و تجاویز دینے پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ناسپاسی ہوگی اگر میں پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سمندری کا شکریہ ادا نہ کروں، جنہوں نے اپنے کالج کی ہمہ قسم کی مصروفیات کے باوجود بالمشافہ اور فون پر بوقتِ ضرورت رہنمائی فرمائی۔

بندۂ ناچیز نے اس کتاب کی تیاری میں عصری تعلیمی اداروں کے ماہرینِ علم وفن کے علاوہ دینی اداروں کے استاذ الاساتذہ، شیوخ الحدیث اور علمائے کرام سے بھی استفادہ کیا ہے۔جن میں محترم جناب ڈاکٹر عبدالرشید اظہر (الداعی بمکتب الدعوۃ اسلام آباد، رئیس المجلس الاسلامی پاکستان، رئیس الجامعہ سعیدیہ خانیوال)، حافظ محمد شریف (مدیر مرکز التربیہ، فیصل آباد)،

قاری صہیب میر محمدی (فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ، مدیر مرکز بونگا بلوچاں، بھائی پھیرو) کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی تدریسی و تبلیغی مصروفیات کے باوجود میری راہنمائی اور حوصلہ افزائی کی اور کتاب سے متعلق افادات وتزکیات رقم فرمائے۔

اظہارِ تشکیر وتبریک کی اِس بزم میں والدہ مرحومہ کے رفیع درجات کے لیے دعا گو ہوں، جنہوں نے میری زندگی کی کامیابی کے لیے دعائیں تو کیں لیکن اِن دعاؤں کا بار آور ثمر دیکھنا نصیب نہ ہوا۔اللھم اغفر لھا وارحمھا۔

والدِ گرامی ماسٹر غلام جیلانی، والدہ ثانیہ، برادرِ اصغر حافظ سنان، برادرم حافظ غلام اللہ، عزیزم محمد یوسف اور چھوٹی بہن طاہرہ، شائستہ اور تمام اہل خانہ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو تاحال میرے ساتھ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے میں شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور دن رات میرے لیے دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ذخیرہ میں اضافہ کا سبب ہیں۔اپنی رفیقہ حیات اور بچوں کیلئے بھی دعا گو ہوں جنہوں نے اپنی ضروریات کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ مجھے تصنیفی کام کیلئے یکسوئی کا ماحول فراہم کیا۔

احسان فرموشی ہوگی اگر میں اپنے علم دوست محسن پروفیسر اویس رؤف (ہیڈ آف لاہور بزنس سکول، ڈائریکٹر فنانس یونیورسٹی آف لاہور) کا ذکر نہ کروں جو ہمیشہ میرے اخلاقی، تعلیمی اور ہر قسم کے معاون رہے۔اور ان کے علاوہ دیگر تمام مخلص دوستوں اور احباب گرامی کا بھی بے حد ممنون ہوں جو میرے منہجی اور فکری ہمسفر ہیں۔

آخر میں خصوصی طور پر شکر گزار ہوں اختر حسین فردوسی، عبدالرؤف زاہد، قاری احمد مدنی کا جنہوں نے کتاب کی پروف ریڈنگ کے مشکل ترین مرحلے کو نہایت جانفشانی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔کتاب کی چھپوائی کے سلسلہ میں انجینئر عبدالناصر اور حافظ مدثر بن یوسف کا خصوصی تعاون شامل حال رہا ہے۔مکتبہ اسلامیہ کے مدیر محمد سرور عاصم اور اُنکے معاونین کتاب کو جلد منظر عام پر لانے پر خصوصی شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔ایک بار پھر میں اُن تمام افراد کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلہ میں میری کسی بھی قسم کی مدد کی۔

جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

گرامی ہے کہ ((وَمَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَنْ يَشْكُرِ اللّٰه))۔

العبد الفقير الى الله الغنى:

ابوثوبان غلام قادر جیلانی

پی ایچ، ڈی اسکالر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج لودھراں

۲۵ ربیع الاول جمعۃ المبارک / بمطابق ۱۲ مارچ ۲۰۱۰

تعارفِ کتاب

سیرت النبی ﷺ ایک ایسا موضوع ہے جس کے حوالہ سے جتنا لکھا پڑھا جاتا ہے اس سے نئے نئے گوشے اجاگر ہوتے رہتے ہیں۔ایک عربی محاورہ کے مطابق "المسك اذا ما کررته یتضوع" "کستوری کو جتنا برتا جائے اس کی خوشبو مشام جان کو معطر کرتی رہتی ہے۔" حضرت انسان جونہی قلم وقرطاس کی اہمیت سے آشنا ہوا اس نے عظیم انسانوں کی شخصیت، ان کے کردار و اعمال کو محفوظ کرنا شروع کیا۔دنیا کے دوسرے انسانوں کے برعکس مسلمانوں کو اس امر کا احساس تھا کہ ان کے کارنامے اس قابل ہیں کہ انہیں محفوظ کیا جانا چاہیے۔

پھر آنحضرت ﷺ کی شخصیت تو مسلمانوں کے ہاں رب تعالیٰ کے بعد سب سے عظیم ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پہلی صدی ہجری سے دور حاضر تک کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب سیرت کے مقدس فن پر قلم نہ اٹھایا گیا ہو۔اب تو اس فن کے حوالہ سے اتنا لکھا جا چکا ہے کہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید ہی کوئی گوشہ ایسا ہو جس پر مزید خامہ فرسائی کی جا سکے۔

دور حاضر میں جس طرح کسی شخصیت کو ہمیشہ کے لیے یادگار بنالیا جاتا ہے آج سے ہزار، ڈیڑھ ہزار برس پہلے ان سہولتوں کا عشر وعشیر نہ تھا۔چونکہ رب کائنات نے آپ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ اور پہلو معرض تحریر میں لانا تھا تو یوں یہ ذخیرہ سیرت دنیا کا سب سے بڑا ذخیرہ بنتا گیا۔

پھر اس عالم رنگ و بو میں آدم علیہ السلام سے لے کر دور حاضر تک کتنے عظیم انسانوں نے جنم لیا ہوگا۔ان میں سے کتنوں کی یہ خواہش ہوگی کہ ان کی زندگی کے عظیم کارنامے زندہ جاوید بن کر ان کی عکاسی کرتے رہیں،لیکن وہ اس مقصد میں پوری طرح کامیاب وکامران نہ ہو سکے۔

ان کی زندگی کے چند اوراق تاریخ کے صفحات پر بکھرے نظر آتے ہیں۔

آیئے کچھ دیر کے لیے دنیا کے عظیم انسانوں کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کرتے ہیں اس موقعہ پر ان کی زندگیوں کے صرف وہ پہلو دکھائی دیتے ہیں جہاں وہ عظمت کے میناروں پر ایستادہ دکھائی دیتے ہیں، لیکن اگر ہم یہ چاہیں کہ ان کی زندگی کا ہر پہلو ہماری نظر میں ہو تو یقیناً ہمیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان افراد نے یا تو زندگی کے ناپسندیدہ اعمال وافعال کو ظاہر نہ ہونے دیا یا ان کی بہی خواہوں نے صرف ان کی زندگی کے روشن صفحات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

پھر اس حوالہ سے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں، ایک پبلک لائف جہاں وہ دنیا کے سامنے اپنی توانائیاں صرف کر کے اپنے آپ کو امتیازی شخصیت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کی ہمیشہ سے یہ خواہش پیش نظر رہتی ہے کہ اس کی پرائیویٹ اور نجی زندگی لوگوں کے سامنے نہ آنے پائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے انسانوں کی حرم سرا جن کے سامنے ان کی نجی زندگی اظہر من الشمس ہوتی ہے۔ وہ بہت کم ان کی عظمت کا اعتراف کرتی ہیں، بلکہ بعض اوقات وہ انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بناتی ہیں۔

اس لیے ہمیں اس موقعہ پر جناب محمد رسول اللہ ﷺ منفرد نظر آتے ہیں کہ آپ ﷺ نے عالمی رہنماؤں کے برعکس اس حقیقت پر پابندی عائد نہ کی کہ ان کی نجی زندگی کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے۔ بقول سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۵۳ء) بڑے سے بڑا آدمی اپنے گھر میں معمولی آدمی ہوتا ہے اس لیے والٹیر کے مشہور فقرہ کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہوسکتا۔

No man is a hero to his valet.

بوسورتھ سمتھ کی رائے میں کم از کم یہ اصول پیغمبر علیہ السلام کے متعلق صحیح نہیں۔

بیوی سے بڑھ کر انسان کی کمزوریوں سے کون واقف ہوسکتا ہے، مگر یہ کیا واقعہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی صداقت پر سب سے پہلے آپ ہی کی بیوی ایمان لائیں جو آپ کے ہر حال اور ہر کیفیت کی نسبت ذاتی واقفیت رکھتی تھیں۔

بڑے سے بڑے انسان، جو صرف ایک ہی بیوی کا شوہر ہو وہ بھی ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ

اس کو یہ اذن عام دیدے کہ تم میری ہر بات اور ہر واقعہ کو برملا کہہ دو اور جو کچھ چھپا ہے سب پر ظاہر کر دو مگر آنحضرت ﷺ کی بیک وقت نو بیویاں تھیں ان میں سے ہر ایک کو یہ اذن عام تھا، خلوت میں جو کچھ دیکھو وہ جلوت میں سب سے برملا بیان کر دو۔

آنحضرت ﷺ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو پندرہ برس ہو چکے تھے یہ مدت اتنی بڑی ہے جس میں ایک انسان دوسرے کے عادات وخصائل اور طور طریقہ سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے۔ اس لئے جونہی آپ کی زبان سے نبوت کی خبر نکلی ہے ادھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دل اس کی تصدیق پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

آنحضور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں پہلی دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھا اور وحی کی جلوہ سامانیوں سے متمتع ہوئے۔ تو گھر آ کر آپ ﷺ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے کہ مجھے اپنی زندگی کا خطرہ ہے۔ اس موقعہ پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

"واللہ لا یخزیك اللہ ابدًا"

کہ آپ کے اعمال، افعال ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ایسا سلوک نہ کریں گے جو آپ کے لیے کس پریشانی وشرمندگی کا باعث ہوں۔ ذرا غور فرمایئے کہ ایسے موقعہ پر کتنی خواتین اپنے تاجدار کا دل بندواتی ہیں اور انہیں عزم وہمت سے زندہ رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔

بہر حال کسی کامیاب انسان کی سب سے اعلیٰ سنت یہ ہے کہ اس کے بارہ میں اس کے گھر والے جس میں بیگمات سے لے کر گھروں میں کام کرنے والے ملازمین کے اعزہ واقربا بھی شامل ہوں، وہ اس شخصیت کے بارہ میں کیا کہتے ہیں چونکہ آپ ﷺ کی زندگی چاہے وہ پبلک ہو یا پرائیویٹ میں کوئی فرق نہ تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے اہل بیت کو یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اسے عام انسان اور امت کے تمام افراد کو بتائیں کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں Privacy میں کس طرح رہتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو کسی مسلمان کی برتری اور اعلیٰ اخلاق کا معیار اس کے گھر والوں کے تاثرات سے لیا ہے۔

((خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لا ھلی))۔

”تم میں سے اچھا انسان وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور میں اپنے گھر والوں سے ہمیشہ حسن سلوک کرتا ہوں۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیرت نگاروں نے آنحضرت ﷺ کی زندگی کے ان پہلوؤں کو خوب اجاگر کیا جہاں آپ ﷺ معاشرتی و عملی زندگی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتے نظر آتے ہیں۔ لیکن نجی و گھریلو زندگی جس کے عینی شاہدین صرف اہل بیت، بیگمات اور گھر میں کام کرنے والے افراد ہوتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی زندگی کا نقشہ کس طرح پیش کیا۔ یقیناً سیرت کا یہ پہلو بھی خصوصی مطالعہ کا طالب ہے۔ سیرت کی کتابوں میں یہ نکات یکجا نظر نہیں آتے۔

عزیز محترم غلام قادر، جنہیں اللہ تعالیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق بھی عطا کیا ہے۔ انہوں نے سیرت کے اس تشنہ موضوع کو اپنی تحقیق کا مرکز ومحور بنایا اور بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک خوبصورت مالا کی شکل میں پیش کیا۔ اگر چہ یہ ان کی عملی زندگی میں تحقیقی حوالہ سے پہلی کوشش ہے جس میں وطن عزیز کی دو (۲) جامعات کے پروفیسرز نے تنقیدی مطالعہ کے بعد اس مقالہ کو ایم فل (علوم اسلامیہ) کے لیے اہل قرار دیا۔

امید کی جاسکتی ہے کہ سیرت کے شائقین بالخصوص محققین جو آنحضور ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو، گوشہ کو جاننا چاہتے ہیں، اس عجالہ نافعہ میں اپنے عملی و تحقیقی ذوق کی تسکین کا سامان یکجا پائیں گے اور آئندہ آنے والے محققین اس عنوان میں مزید اضافہ کر کے اس تشنہ کلامی کا علاج وحل پیش کرتے رہیں گے، عزیز محترم مقالہ نگار اور اسی سلسلہ میں ان کے معاونین کے لیے کلمہ خیر اور اخروی زندگی میں کامیابی کے لیے دعا گو رہیں گے۔ وبیدہ التوفیق

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رحمت
سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ
سابق ڈین فیکلٹی آف اسلامک لرننگ اسلامیہ یونیورسٹی
حال پروفیسر اسلامیات، جامعہ سرگودھا ۲۶ جولائی ۲۰۰۹ء

حرفِ خاص

سیرت النبی ﷺ ایسا مقدس موضوع ہے کہ جس پر بے شمار کتب تصنیف کی گئی ہیں۔ ہر دور میں محدثین ائمہ کرام اور سیرت نگاروں نے دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر کچھ نہ کچھ سپرد قلم کرکے سعادت حاصل کی۔ کسی نے اشعار میں سیرت النبی ﷺ کو اجاگر کرنے کی سعی کی تو کسی نے نثر میں طبع آزمائی کی یہاں تک کہ اب تو عربی اور اردو زبان میں سیرت النبی ﷺ کے مقدس عنوان پر غیر منقوط کتب بھی منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ مثلاً عربی میں سلك الدرر از محمد صدیق لاہوری، ہادی عالم از ولی رازی، اور پھر یہ سلسلہ مسلمانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ بے شمار غیر مسلم جن میں بہت سے مستشرقین اور کئی ہندو اور سکھ مصنفین نے بھی ہادی عالم ﷺ کی مدح سرائی میں بہت کچھ لکھا مثلاً:

Muhammad at Madina اور Muhammad at Mecca

از منٹگمری واٹ The life of Muhammad از ولیم میور

ہندو مصنفین میں لالہ رام لال ورما ایڈیٹر ''تیج'' سوامی لکشمن مہاراج مصنف ''عرب کا چاند'' وغیرہ معروف ہیں۔ پھر اشعار میں جہاں مسلمانوں نے ہدیہ عقیدت پیش کیا وہاں غیر مسلم شعراء بھی اس سے پیچھے نہ رہے مثلاً اودھے ناتھ نشتر لکھنوی، بابو شیام سندر، بھگوان داس اور جگن ناتھ آزاد ایم اے وغیرہ شامل ہیں۔ یہ صرف ''نمونہ از مشت خروارے'' کے مصداق چند کتابوں کا صرف تذکرہ کیا گیا ہے۔ ہم اس تحریر میں ان تمام لوگوں کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے جنہوں نے سیرت النبی ﷺ پر اپنی اپنی بساط کے مطابق عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ ان مذکورہ تمام لوگوں کے خیالات اور اشعار کے لیے میری کتاب ''اسوہ کامل'' کے باب ''مستشرقین اور سیرت نگاری'' کا مطالعہ اہم ہے۔

سیرت النبی ﷺ ایسا مبارک موضوع ہے کہ جس پر ہزاروں لوگوں نے لاکھوں صفحات لکھے اور اسی عنوان کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس پر آج تک سب سے زیادہ لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے اور قیامت تک لوگ اس کی خدمت کرتے رہیں گے۔

اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنی لازوال اور کائنات کی افضل ترین کتاب قرآن مجید کی بے شمار آیات میں سیرت النبی ﷺ کے کسی نہ کسی پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ: "کان خلقه القرآن" اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت قرآن کی عملی تصویر ہے۔ مگر سیرت النبی ﷺ پر قلم آزمائی کرتے وقت عنوان کا تنوع بہت ضروری ہے۔

عزیزم ابو ثوبان کی کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اگرچہ سیرت کے کسی بھی گوشے اور موضوع پر قلم اٹھانا آسان نہیں، لیکن یہ ایک ایسا نازک موضوع ہے کہ اکثر مستشرقین یا غیر مسلم مصنفین نے جب رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی پر قلم اٹھایا تو پھسلنے سے بچ نہ سکے آپ اگر معترضین سیرت کے اعتراضات پر غور کریں تو اکثر اعتراض نبی ﷺ کی ذاتی زندگی پر ہوگا۔ رنگیلا رسول (نعوذ باللہ) بھی اسی مکتبِ فکر کا شاخسانہ ہے۔ (جس کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے "مقدس رسول" کے نام سے دیا تھا) تو اس لیے ایک مسلمان سیرت نگار کے لیے خصوصاً یہ موضوع انتہائی نازک ہے۔

مصنف نے اسی موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو سیرت نگاروں نے واقعی اس عنوان پر کوئی قابلِ ذکر کام سرانجام نہیں دیا۔

عزیزم نے گلشن نبوت سے جو پھولوں کا گلدستہ چنا ہے وہ یقیناً اپنی مثال آپ ہے۔ اردو لٹریچر میں اس عنوان "محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی" پر یقیناً یہ پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کو مناسب ابواب بندی اور فصول میں تقسیم کر کے رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی کے قبل از نبوت اور بعد از نبوت تمام پہلوؤں کو ضبط تحریر میں لانے کی شاندار کوشش کی ہے۔ جس سے ہمارے برخوردار کا فکر اور اصلاحی ذوق جھلکتا ہے۔

میری خصوصی دعا ہے کہ اس تحقیقی کام کو اللہ تعالیٰ جمیع مسلمانوں کے لیے مفید اور اصلاح

احوال کا بہترین ذریعہ بنائے اور عزیزم کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت بنائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر عبدالروٗف ظفر
ڈائریکٹر سیرت چیئر
چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ
دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور

موضوعِ کتاب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ـــ اما بعد

اللہ تعالی نے اپنے نبی مکرم محسن انسانیت، رسول آخر حضرت محمد ﷺ کو پیکر اخلاق وفضائل بنایا، انکی حیات طیبہ اور سیرت مطہرہ کو امت کیلئے اسوہ حسنہ اور زندگی کیلئے دستور العمل قرار دیا اور اخروی زندگی میں فلاح ونجاح کیلئے آپ کی اطاعت فرض کردی، فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [1]

"یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے اس شخص کیلئے جو آخرت کے دن کی امید رکھے اور اللہ کو بہت یاد رکھے"۔

اللہ تعالی نے اپنے ساتھ محبت اور دربار میں رسائی کیلئے بھی آپ ﷺ کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ [2]

"کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا"

اور اس سے سرتابی اور روگردانی کو کفر کی علامت بتایا ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [3]

"کہہ دیجیے! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی پھر اگر یہ روگردانی کریں تو یقیناً اللہ بھی کافروں سے محبت نہیں کرتا۔"

واضح ہے کہ آپکی سیرت طیبہ، اسوہ حسنہ اور نمونہ کامل ہے اور انسانیت پر اس کی پیروی فرض ہے تو اس کا تعارف بھی انسانیت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی یہ

---

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۲۱۔ [2] ۳/ آل عمران: ۳۱۔ [3] ۳/ آل عمران: ۳۲۔

ضرورت ہمیشہ بکمال رأفت ورحمت پوری فرمائی۔ بعد از نبوت آپکی شخصیت تو اظہر من الشمس ہے ہی، آپ ﷺ تو قبل از بعثت وولادت بھی سابقہ آسمانی کتابوں اور انبیاء کے تعارف کی بدولت ادیان سماویہ کو جاننے والے اہل علم خصوصا اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ہاں اسقدر معروف تھے کہ وہ آپ ﷺ کو اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے۔ اِس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے اِن الفاظ میں دی ہے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ﴾ [1]

''جن کو ہم نے کتاب دی وہ آپ ﷺ کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔''

اور اہل کتاب سے باوجود ان کے بغض وعناد کے اس شہادتِ حق پر کوئی نکیر منقول نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی یہ تعریف اور تعارف فرمان برداروں کیلئے رحمت اور نافرمانوں کے خلاف حجت ہے۔ اس لیئے اس کا سلسلہ ہمیشہ جاری بھی رہا، ہر علاقے ہر زمان اور ہر زبان میں مختلف اسالیب کے اہل علم وایمان نے یہ فرض بخوبی نبھایا، سیرت طیبہ اور اس سے متعلق موضوعات پر مستند مواد تمام قسم کے ذرائع سے نشر ہو رہا ہے۔ والحمد لله علىٰ ذالك

سیرت رسول ﷺ پر اسقدر لکھا جا چکا ہے کہ جسکی اجمالی فہرست تیار کرنا بھی ممکن نہیں ہے، مسلم وغیر مسلم اہلِ نظر سبھی کو اعتراف ہے، کہ شہرت کے اعتبار سے نبی ﷺ دنیا کی اولین شخصیت ہے۔ حتیٰ کہ غیر مسلم حضرات نے بھی آپ کے بارے میں نظم ونثر کہنے کو اپنے لیے اعزاز باور کیا ہے۔

؎ والفضل ما أعترفت به الأعداء

اِس کے باوجود سیرت نگاری کا حق ادا نہ ہو سکا اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا ان شاء اللہ۔ جب کبھی اس میں کوئی تھوڑا بہت ٹھہراؤ آتا ہے تو دشمن رسول اپنے بغض باطن کا اظہار کر کے اس کو مہمیز لگا دیتے اور مسلمانوں کے جذبہ سیرت نگاری کو زندہ کر دیتے ہیں اور سیرت نگاری کو نئے نئے موضوعات فراہم کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے ثناء خوانوں میں جگہ پانا اور سیرت

[1] ۲/ البقرة: ۱٤٦۔

نگاروں میں اپنا نام لکھوانا بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ اور یہ ہر دور کا مہتم بالشان موضوع تالیف رہا ہے۔

برادر عزیز جناب ابوثوبان حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی اللہ کی توفیق سے یہ علمی و تحقیقی کتاب لکھ کر اپنے لیے اس بزم علم و فضل اور مجلس سعادت میں جگہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت سے نوازے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی کے نادر موضوع پر داد تحقیق دی ہے۔ اور حسب استعداد مقدور بھر مواد فراہم کیا ہے۔ جس کے چیدہ چیدہ عنوانات اور مندرجات پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلف موصوف جہاں حب رسول ﷺ اور اتباع سیرت کے جذبہ صادقہ سے مالا مال ہیں وہاں انہیں موضوع سے متعلق حقیقی اور اصل الاصول مراجع سیرت تک رسائی بھی حاصل کی ہے اور امہات الکتب سے نقل واقتباس اور افزور استفادہ کا بہترین سلیقہ بھی رکھتے ہیں۔ حضرات محدثین کی خوشہ چینی کی بدولت کتاب کا معیار خاصہ علمی و تحقیقی ہوگیا ہے اور مؤلف کے فکر و نظر کی سطح بہت بلند ہوگئی ہے۔ پس بیک وقت علم و تحقیق، ندرت و ابتکار، صحت و ثقاہت اور گہرائی جیسی خوبیاں جمع ہوگئیں ہیں سب مؤلف کا عنوان شباب ہے اور یہ غالباً ان کا علمی باکورہ اور تحقیقی اطروحہ ہے۔ قارئین محترم اسے اسی نقطہ نظر سے پڑھیں۔ ان شاء اللہ شائقین سیرت اور مشتاقان جمال و کمال نبوت کو اس میں اپنی تسکین ذوق کیلئے کافی روح پرور لوازمہ دستیاب ہوگا۔

رب العزت والجلال کے حضور التجا ہے کہ وہ مؤلف کو ایسی ہی مزید رضیات وحسنات کی توفیق سے بہرہ ور فرمائے۔ اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

وصلی اللہ نبینا ورسولنا محمد وصحبہ وسلم۔

وکتبہ الفقیر الی اللہ

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر عفا اللہ عنہ

الداعی بمکتب الدعوۃ فی اسلام آباد

صدر مجلس اسلامی پاکستان

رئیس الجامعہ سعیدیہ خانیوال

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَ نْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ أَمَّا بَعْدُ !

اللہ رب العزت کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنانے کے بعد ہماری ظاہری و باطنی خوبصورتی کے لیے ہمیں ایک ایسا ضابطہ حیات عطا فرمایا جس کی رات بھی دن کی طرح تابدار و روشن ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تمہارے پاس میں ایسی ملت بیضا لے کر آیا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہ ہی شخص دور رہے گا جو خود کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کرتا ہو۔'' [1]

عالم رنگ و بو میں آج یہودیت، نصرانیت، دہریت، مجوسیت، بدھ مت، ہندو دھرم، کمیونزم، شوشلزم و جمہوریت وغیرہ بطور دین نافذ ہیں اور متعدد لوگ ان ادیان کے پیروکار بھی ہیں، لیکن پوری کائنات کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص بہتری و فلاح کے راستے پر گامزن کرنے کا اگر کوئی حقیقی اور صحیح خواہشمند ہے اور اس بات کا سچا متمنی ہے کہ تمام تر برائیاں اچھائیوں کا روپ دھارلیں اور پہلی سی شان و شوکت، رعب و دبدبہ، دولت و ثروت، حکومت و سلطنت جیسی نعمتیں امت اسلامیہ کی غلامی میں آجائیں تو اس کا ایک ہی علاج ہے جو آج سے چودہ (14) سو برس قبل جن و انس کے پیشوا کی معرفت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرب کے بدوؤں کا کیا، جو زنا و شراب کے رسیا، جیتی لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے والے آدم زاد گرگ، وحشی نما قوم، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ کے عادی بلکہ دنیا کی ہر بڑی برائی کے مخزن تھے جن کے بارے حالی لکھتا ہے:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
وہ مار اور لوٹ میں تھے یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

---

[1] احمد: ٤/ ١٢٦۔

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

سیرت طیبہ کی جامعیت کا پہلو اس قدر تابناک اور اس قدر بستانِ علم ہے کہ چشم کائنات نے اس سے بڑھ کر کوئی منبع علم ومصدر فنون ومرکز رشد وہدایت نہیں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے جام علم سے بیک وقت قانون دان خطباء، ادباء، بلغاء، فقہاء، مفسرین، مؤرخین، فاتح، جرنیل، درویش، خدامت، شب زندہ دار، زیاد، عباد، وعاظ، ذاکر، کاروباری، تاجر، کسان، آجر، اجیر، فاضل حکیم، صالح سب اپنی لب تشنگیوں کا سامان پا رہے ہیں اور سیرت طیبہ کا یہ اعجاز ہے کہ اگر کل کائنات کے سلاطین، انقلابی ریفارمر، مصلحین واخیار کی سوانح عمریاں جمع کر لی جائیں تو سیرت پھر بھی ان پر حاوی ہوگی۔ الغرض سرتاج مدینہ، سلطان باقرینہ، قرار قلب و سینہ، صاحب معطر پسینہ، باعث نزول سکینہ کی سیرت کا ہر پہلو "گلے را رنگ وبوئے دیگر است" کا حقیقی آئینہ دار ہے۔

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ویسے تو بہت کچھ مفصل اور مجمل لکھا گیا ہے اور ہر ایک مؤلف ومصنف کے قلم کی الگ ہی حلاوت ہے اور بلاشبہ ایسے مقدس موضوع پر قلم کو جنبش دینے والا غیر معمولی مومن ہی ہوتا ہے وگرنہ یہ سعادت معمولی نہیں۔ لیکن سرتاج رسل کی نجی زندگی کے متعلق بہت کم لوگوں نے قلم وقرطاس کو سعادت بخشی ہے۔ ان سعادت مند شخصیات میں ہمارے فاضل بھائی جناب محترم غلام قادر بن غلام جیلانی صاحب جنہوں نے انتہائی خوبصورتی کے ساتھ آپ ﷺ کی نجی زندگی پر لکھا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس خوبصورتی اور شیستگی کے ساتھ تمام گوشوں اور زاویوں کا گن گن کر احاطہ کیا ہے، کہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کی حقیقت آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہے اور کتاب کی ورق گردانی کرنے سے تین باتوں کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔

1. اس مقدس موضوع میں چنے ہوئے روحانی وعملی احساسات کو عملی شکل دینے کے لیے اس کی خوبصورت طباعت کروا کر گھر گھر تک پہنچایا جائے۔ خصوصاً سرکاری وغیر سرکاری لائبریریوں کی زینت بنایا جائے، تاکہ سیرت طیبہ کے حقیقی ورثاء اور ناقلین کے بارے غلط

فہمیوں کا ازالہ بھی ہو اور صحیح منہج آشکار بھی ہو۔

2 اس مقدس موضوع کے بارے کتنے انسانی تاریک پہلو ہیں جنہیں اس تصنیف کو پڑھ کر روشن کیا جا سکتا ہے، اگر اس کتاب کی تلخیص مع تحقیق کو ترتیب دیا جائے تو یہ جہاں مؤلف کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا وہاں مدارس دینیہ کے مقررہ و مجوزہ نصاب کے لیے ایک نادر تحفہ اور قیمتی اضافہ ہوگا۔

3 عالم ارضی پر ترتیب شدہ نظام اور ملی رویوں اور دھاروں کو درست کرنے کے لیے ہر فرد انفرادی اور اجتماعی زندگی میں سیرت طیبہ کے پہلوؤں کو غالب کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائے اور سیرت طیبہ سے آشنائی اور اس کے مطابق زندگی کو ڈھالنے کو ہی بصیرت و فراست کی حقیقی راہ متصور کرے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مؤلف کے لیے توشہ آخرت اور قیامت کے دن سرتاج رسل کی رفاقت نصیب فرمائے اور ہم سب کو گوشہ رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

قاری محمد صہیب میر محمدی
فاضل جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ
مدیر مرکز بونگا بلوچاں

مقدمہ

خالق کائنات، مالک ارض وسماء نے انسانیت کو تخلیق فرما کر اس کی راہنمائی کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جن کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس قافلہ نبوت کے آخری تاجدار بن کر پیغمبر آخر الزماں، سیدنا امام الانبیاء والمرسلین ﷺ تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل واکمل انسان بنایا اور تمام انسانوں کو آپ ﷺ کی زندگی کو نمونہ بنانے کا حکم دیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [1]

اس لئے ہر انسان کو بالعموم اور ہر مسلم کو بالخصوص زندگی کے ہر شعبے میں نبی کریم سے راہنمائی (Guide Line) حاصل کرنی چاہیے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ زوال کا شکار ہے۔ یہ زوال افراد سے لے کر معاشرے تک اور گھر سے لے کر حکومتوں تک ہے۔ اس ذلت ورسوائی والی حالت زوال سے نکلنے کے لئے ملت اسلامیہ کو زندگی کے ہر شعبے میں رہبرِ کامل کی سیرت مطہرہ سے راہنمائی لے کر اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔

کسی بھی قوم یا امت کی اکائی فرد واحد اور معاشرے (Society) کا بنیادی یونٹ انسان کا گھر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس زوال پذیر امت کی اصلاح کا آغاز فرد واحد اور اس کی نجی اور گھریلو زندگی سے ہونا چاہیے۔ آغاز اصلاح کے لئے نمونہ رسول ﷺ پر گفتگو سے قبل زوال کے گراف کا اندازہ لگاتے ہیں کہ اس کی لمبائی چوڑائی کا کوئی نقطہ آخر نظر ہی نہیں آتا اور بالخصوص اس وقت جب دور حاضر تہذیبی تصادم (Clash of civilzations) کا دور کہلاتا ہے۔ سات براعظموں پر پھیلا ہوا کرہ ارضی سائنسی ایجادات اور الیکٹرانک میڈیا کے سامنے سمٹ کر گلوبل ویلج (Global village) بن چکا ہے۔ اس بڑے گاؤں پر مغربی ثقافتی یلغار ابر سیاہ کی طرح چھائی جا رہی ہے اور غالب مغربی اقوام عسکری چڑھائی کئے بغیر اور

[1] ۳۳/ الاحزاب: ۲۱۔

ایک بالشت دیوار پھاندے بغیر بیڈ رومز (Bed Rooms) تک رسائی پا چکی ہیں۔ اس ثقافتی جنگ (Cultural war) میں امت مسلمہ بظاہر شکست تسلیم کر چکی ہے۔ بحیثیت مسلم پوری قوم کا رویہ اتنا خطرناک ہے کہ غالب مغربی اقوام کے سامنے تمام تر مرعوبیت کے ساتھ اور تمدنی خرابیوں کے باوجود اس جاہلی ثقافت کو ہی شان امتیاز گردانتی ہے اور بطور نجات دہندہ کے اسے قبول کر چکی ہے۔ اپنے وجود، گھربار اور در و دیوار سے اس کی بھرپور نمائندگی کی جا رہی ہے۔ اس خوفناک زوال پذیر امت کے افراد کو ترقی اور عروج کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے سیرت طیبہ کو اپنائے بغیر کوئی نسخہ کیمیاء شافی نہیں ہوسکتا کیونکہ۔

وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آب نشاط انگیز ہے ساقی

لہٰذا میں نے اس کتاب میں سیرت طیبہ کے ایک مخفی گوشے "محمد رسول اللہ کی نجی زندگی" کو زینت قرطاس کیا ہے۔

عنوان کی اہمیت وافادیت سے پہلے ذہن میں اٹھنے والے اس اعتراض کا ازالہ کیا جاتا ہے کہ دنیا میں لاتعداد مذہبی، سیاسی، معاشرتی، سماجی، فلاحی اور روحانی لیڈرز (Leaders) اور ریفارمرز (Reformers) گزرے ہیں۔ آخر اسی واحد ذات اقدس کی زندگی کو ہی کیوں مشعل راہ قرار دیا جائے؟ ایک بنیادی بات جس کو اذہان وقلوب کی تختیوں پر ثبت کرنے کی ضرورت ہے: وہ یہ ہے کہ عام لیڈر اور انبیاء کی قیادت میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور یہ فرق صلاحیتوں اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ کئی طرح سے ہوتا ہے جن میں سے چند چیزوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ لیڈر اور ریفارمر کی پرورش اور تربیت عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے، باقی عام افراد کی طرح ہی اس کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتا ہے۔ پھر وہ اپنی سعی ومحنت، جہد مسلسل، فطری صلاحیت اور دل سوزی کی بنا پر قوم یا ملک میں سیاسی، معاشی، تعلیمی یا اقتصادی انقلاب برپا کرتا ہے اور قوم اس کو لیڈر یا ریفارمر مان لیتی ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی حالت ایسی نہیں ہوتی بلکہ ان نفوس قدسیہ کی تربیت وحی کے تابع ہوتی ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾ [1]
اوران کےقول وفعل کی نگرانی قدرت کاملہ کرتی ہے۔

۲۔ لیڈر یا ریفارمر خود بنتا ہے یا قوم اس کو منتخب کرتی ہے۔ جبکہ نبوت و رسالت کسی کی ذاتی محنت اور صلاحیت کی بنیاد پر نہیں ملتی۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب (Selection) ہوتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ [2]

۳۔ لیڈر یا ریفارمر محض حالات کے تقاضوں، وقت کی ضرورتوں، ہواؤں کے رخ، عوام کے دباؤ اور وقتی مفادات و مقاصد کے حصول کے لئے تحریکی سرگرمیوں اور پالیسیوں کو بدل لیتا ہے۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام ذکر کردہ ان ساری مجبوریوں کی بجائے وحی آسمانی اور حکم ربانی کے پابند ہوتے ہیں۔

۴۔ عام انسانی لیڈر اور راہنما ظاہری نتائج اور افراد و سائل کے حصول کو کامیابی سمجھتے ہیں۔ جبکہ نبوت سے سرفراز ہونے والے نفوس قدسیہ کی کامیابی اور ناکامی کا معیار اور ہوتا ہے۔ وہ کسی بھی چیز کو مادہ پرستی کے ترازو میں نہیں تولتے بلکہ ان کے پیش نظر فرض کی ادائیگی ہوتی ہے جس کے لئے وہ مبعوث کیے جاتے ہیں۔ ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ [3]

۵۔ خود ساختہ عوامی لیڈروں اور انبیاء کرام کے مابین بڑا فرق یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف گفتار کے غازی نہیں ہوتے بلکہ ان کا عمل ان کے اقوال کی تصویر ہوتا ہے اور وہ

﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ [4]

کے خلاف اپنے اقوال کی عملی تعبیر ہوتے ہیں۔ انبیاء کا کردار قول و فعل کے تضاد سے پاک ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا حقائق کے بعد عام انسانی لیڈروں، خود ساختہ قیادتوں کا آقائے نامدار تاجدار مدینہ ﷺ سے تقابل تو مناسب معلوم نہیں ہوتا البتہ سابقہ انبیاء علیہم السلام اور غیر الہامی ادیان کے پیشواؤں کے حالات اور صورت حال پر تقابل کی نیت سے طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں۔ یہ بات تو معروف ہے کہ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر آئے مگر ہم آج ان میں سے

---

[1] ٥٣/ النجم: ٣، ٤۔ [2] ٦٢/ الجمعة: ٤۔
[3] ٤/ النساء: ٦١۔ [4] ٦١/ الصف: ٢۔

بعض کے صرف نام جانتے ہیں جیسا کہ قرآن ذکر کرتا ہے

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ ﴾ ❶

اور جن کے نام معلوم ہیں۔ ان کے بھی حالات نہیں جانتے۔ دنیا کی تمام قوموں میں ہندو اپنے آپ کو قدیم قوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن دقیق تاریخی مطالعہ سے ان کے مذہب میں سینکڑوں کرداروں کے نام تو نظر آتے ہیں۔ لیکن ان کے حالات و واقعات سے اوراق تاریخ خاموش ہیں۔ بڑی تگ و دو کے بعد مہابھارت اور رامائن جیسی کہانیوں کے ہیروز کے واقعات ملتے ہیں اور وہ بھی تخمینی اور ظنی ہیں۔ ایران کے پرانے مذہب کا بانی ''زرتشت'' اب بھی لاکھوں انسانوں کی عقیدت کا مرکز ہے۔ مگر اس کی تاریخی شخصیت بھی قدامت کے پردوں میں گم ہے۔ زرتشت کی جائے پیدائش تاریخ پیدائش، قومیت، خاندان اور مذہب، مذہبی صحیفہ کی اصلیت، سال وفات اور جائے وفات ان میں سے ہر مسئلہ سینکڑوں اختلافات کا مرجع ہے۔ اس کے بارے میں صحیح روایات کا اس قدر فقدان ہے کہ تخمینی قیاسات کے سوا کوئی روشنی ان سوالات کی تاریکی کو دور نہیں کر سکتی۔ اسی طرح پارسی اصحاب بھی اپنے مذہبی راہنماؤں کے متعلق روایات اور باتوں پر مشکوک ہیں اور وہ امریکی اور یورپین اسکالرز پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کر رہے ہیں اور پارسیوں کا ذاتی علم تو فردوسی کے شاہنامہ سے آگے نہیں بڑھتا، نتیجتاً ان کی شخصیت کو بھی دوام اور بقا نہ ملی۔ اس کے علاوہ قدیم ایشیا کا سب سے پھیلا ہوا مذہب بدھ مت ہے جو ہندوستان سے لے کر افغانستان، ترکستان اور چین تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے ماننے والے بھی اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ خود بدھ کے زمانہ وجود کا تعین اختلافی ہے۔ چینی مذہب کے بانی کا حال اس سے بھی غیر یقینی ہے۔ صرف کنفیوشش کے متعلق چند تخمینے کے طور پر اکٹھی کی گئی معلومات ملتی ہیں۔ سامی قوم میں سینکڑوں پیغمبر آئے۔ لیکن نام کے سوا تاریخ نے ان کا اور کچھ حال بیان نہ کیا حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت ھود، حضرت صالح، حضرت اسماعیل، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہم السلام کے حالات اور سیرتوں کے ایک ہی حصہ کے

---

❶ ۱۲/ یوسف: ۳۔

علاوہ کچھ بھی معلومات نہیں ملتی۔ ان کی سیرتوں کے ضروری اجزاء تاریخ اور مذاہب کی کتابوں میں بھی نہیں ملتے۔ ان کی مقدس زندگیوں کے ادھورے اور نامربوط حصے کو کیسے ایک کامل انسانی زندگی کی تقلید اور پیروی کا سامان سمجھا جا سکتا ہے؟ قرآن مجید کو چھوڑ کر یہودیوں کے جن اسفار میں ان کے حالات درج ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی نسبت محققین کو شکوک وشبہات ہیں اور اگر ان شکوک وشبہات سے درگزر بھی کیا جائے تو بھی ان معلومات سے بننے والی ان بزرگوں کی تصویر کتنی ادھوری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احوال ہمیں تورات سے معلوم ہوتے ہیں اور تورات کی موجودہ حیثیت کتنی مشکوک ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں۔ کہ متضاد روایات اور غیر اخلاقی واقعات اور بار بار مرتب اور گم ہونے کے بعد اس کی تاریخی حیثیت پر کتنا اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اس سنگین ترین اور تشویشناک صورت حال کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کے واقعات کی تاریخی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات انجیلوں میں درج ہیں۔ مگر ان بے شمار انجیلوں میں سے عیسائی دنیا کا بہت بڑا حصہ چار انجیلوں کو تسلیم کرتا ہے۔ باقی انجیل طفولیت انجیل برناباس وغیرہ بھی غیر مستند ہیں۔ چار انجیلوں کے مصنفین میں سے کسی نے بھی بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ بلکہ سن سنا کر اناجیل اربعہ کے مجموعے تیار کیے گئے۔ اور ان اناجیل اربعہ کو بھی جس چیز نے غیر مستند بنا دیا ہے، وہ ان کی زبانوں اور زمانوں میں اختلاف ہے۔ ان اختلافات وتضادات کی بدولت ہی بعض امریکن نقاد عقلیت پسند یہ کہنے لگے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود صرف فرضی تھا۔ درج بالا حقائق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اول تو لاکھوں انبیاء اور مصلحین دین کے حالات و واقعات ہمیں معلوم نہیں ہیں۔ اگر چند شخصیتوں کے احوال وعوامل ملتے بھی ہیں تو وہ بھی اسوۂ کامل بننے کے لائق نظر نہیں آتے۔ کیونکہ کسی انسانی سیرت کے دائمی نمونہ عمل بننے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے صحیفہ حیات کے تمام حصے ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں، کوئی واقعہ پردہ راز اور ناواقفیت کی تاریکی میں گم نہ ہو بلکہ اس کے تمام سوانح حیات اور حالات زندگی روز روشن کی طرح دنیا کے سامنے ہوں۔ ((ترکتکم علی ملة البیضاء لیلها کنهارها)) تاکہ معلوم ہو سکے اس کی سیرت کہاں تک انسانی

سوسائٹی کے لئے ایک آئیڈیل زندگی کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اگر میسر آنے والے شارعین ادیان اور بانیان مذاہب کی سیرتوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کوئی ہستی اس معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء بن کر دنیا میں تشریف لائے تھے اور آپ ہی کی تعلیمات نے رہتی دنیا کے لئے اسوہ حسنہ بننا تھا۔ اسی لئے صرف آپ ﷺ کی زندگی میں وہ ساری شرطیں پائی جاتی ہیں جو کسی بھی انسان کی زندگی کو نمونہ (Model) بنا سکتی ہیں۔ اس جگہ ابوالکلام آزاد کی گفتگو بہت مناسب معلوم ہوتی ہے جس کو درج کیا جاتا ہے: مولانا ابوالکلام آزاد بھی نبی ﷺ کی سیرت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یوں محبت کا اظہار کرتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف اس عہد میں بلکہ جب تک دنیا باقی ہے صاحب قرآن کی سیرت و حیاتِ مقدسہ کے مطالعہ سے بڑھ کر نوع انسانی کے تمام امراض قلوب و علل وارواح کا اور کوئی علاج نہیں۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور ہمیشگی کی حجۃ اللہ البالغہ قرآن کے بعد اگر کوئی چیز ہے تو وہ صاحب قرآن کی سیرت ہے اور وہ دراصل قرآن اور حیات نبوت معناً ایک ہی ہیں۔ قرآن متن ہے اور سیرت اس کی تشریح ہے۔'' [1]

سب صحف مقدسہ میں سے مستند ذریعہ قرآن مجید ہے جس میں صرف ۲۶ (چھبیس) انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں سے سورۃ الاعراف کی آیت نمبر (۵۹۔۶۲) میں حضرت نوح علیہ السلام، ان کی بعثت کا مقصد اور دعوت کا ذکر کیا، پھر سورۃ نوح کی آیت (۲۱۔۲۸) تک نوح علیہ السلام کی دعا اور ان کا چیلنج اور ان کے جھوٹے معبودوں کا تذکرہ کیا۔ ان کے کے بعد سورۃ الاعرف کی آیت نمبر (۶۵۔۶۸) میں حضرت ھود علیہ السلام کی دعوت، اور معجزہ اونٹنی کا بیان ہے اور پھر آیت (۸۰۔۸۲) میں حضرت لوط علیہ السلام کی بعثت اور دعوت کے اصول بیان کرنے کے ساتھ آیت (۸۵۔۸۸) میں جناب شعیب علیہ السلام کا بیان فرمادیا اور آخر پر آیت (۶۳۔۱۳۶) میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر کرتے ہوئے نبی ﷺ کو مخاطب کیا۔

---

[1] رسول رحمت: از ابوالکلام آزاد۔

اگر چہ سیرت کے کسی بھی گوشے اور موضوع پر قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں۔ اس راہ میں محقق کو سخت احتیاط روا رکھنی ہوتی ہے۔ یہ کام ''ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر'' اور ''لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام'' کا عین نمونہ ہے۔ لیکن ''نجی زندگی'' کا عنوان جتنا ضروری اور اہمیت کا حامل ہے اتنا ہی کتب سیر میں نایاب و نادستیاب ہے۔ پہلے تو میرے جیسے کم علم والوسائل جیسے طالب علم کی استطاعت سے باہر ہے کہ اس دور میں کوئی تحقیقی کام کر سکے لیکن اللہ کی توفیق سے عزم مصمم کیا اور کتاب کے لئے مواد اکٹھا کرنے کا آغاز کیا تو مجھے اردو میں لکھی گئی کتب کی ورق گردانی کرنے سے پریشانی لاحق ہوئی اور اس حقیقت کا احساس ہوا کہ:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اردو کتب کے مصنفین اگر چہ علم و آگہی سیرت میں بلند مقام رکھتے ہیں لیکن پھر بھی ان کتابوں میں یہ سقم نظر آیا کہ اول تو بہت سارے مصنفین نے اس موضوع کو جگہ ہی نہیں دی اور اگر ذکر کیا تو حق ادا نہیں کیا۔ بطور خاص میں نے جن کتابوں کو اس مضمون کے متعلق مواد کی غرض سے دیکھا ان میں سے کچھ ذکر کی جاتی ہیں: الرحیق المختوم، سیرت مصطفی ﷺ، سیرت سرور دو عالم ﷺ، مختصر سیرت رسول ﷺ، انسان کامل، اسوۂ حسنہ، حیات محمد ﷺ، محمد سید الکونین، نبی رحمت، تاریخ اسلام، رحمۃ للعالمین، تجلیات نبوت، سیرت حلبیہ، سیرت خاتم النبیین، معراج انسانیت، ضیاء النبی، خیر القرون، الامین وغیرہ۔

ان مذکورہ بالا کتابوں میں عنوان کے عدم ذکر سے میری مراد سیرت نگاروں کی تنقید و تنقیص مقصود نہیں بلکہ موضوع پر روشنی ڈالنے کی اہمیت کو اجاگر کرنا ہے۔ کیونکہ یہ مصنفین سیرت تو انتہائی قابل قدر اور قابل ستائش ہیں۔ مؤلفین سیرت ایک عالمی اور آفاقی تہذیب کے علمبردار ہیں۔ انہوں نے ایسی مشعل سیرت روشن کی ہے جس سے قیامت تک چراغ جلتے رہیں گے۔ لیکن ان مصنفین نے اس موضوع کا حق ادا نہیں کیا۔ البتہ ڈاکٹر حمید اللہ المتوفی ۲۰۰۳ء نے ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' اور نعیم صدیقی نے ''محسن انسانیت'' میں اس عنوان پر

کافی روشنی ڈالی ہے۔ ان کے ساتھ غلام احمد پرویز (متوفی ۱۹۸۵) نے بھی اپنی سیرت کی کتاب ''معراج انسانیت'' میں نجی زندگی کا عنوان قائم کیا لیکن اس نے اپنی انکار حدیث کی روش قائم رکھتے ہوئے نجی زندگی کا بالکل انکار کر دیا اور نجی اور پبلک لائف کی تقسیم کو رد کر کے ان دو پہلوؤں کو ایک ہی قرار دیدیا۔ تمام اردو مصنفین سیرت میں سے سب سے اچھی اور شاندار گفتگو امین احسن اصلاحی نے کی جس کو یہاں درج کیا جاتا ہے:

''ایک شخص کے گھر کی زندگی اس کے سیرت و کردار کا آئینہ ہوتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی باہر کی زندگی میں ظاہرداری کی چادر اوڑھ کر نکلتا ہو اور جو کچھ وہ ہے اس سے بالکل مختلف شکل وصورت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہو لیکن گھر کی زندگی میں وہ اپنے اوپر اس قسم کا پردہ ڈالے رکھنے میں زیادہ دنوں تک کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اول تو کوئی شخص اس قسم کی کوشش کرتا ہی نہیں اور اگر وہ کرے تو اس میں بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس وجہ سے کسی شخص کو جانچنے کے لئے بہتر کسوٹی اس کے گھر کی زندگی ہے وہاں اس کو دیکھنا چاہیے کہ اس کی سیرت کیا ہے؟ جس خدا ترسی اور تقویٰ کا درس وہ باہر دے رہا ہے اس پر وہ اپنے گھر کے اندر کتنا عامل ہے؟ جس اتباع سنت کا وعظ وہ دوسروں کو سنا رہا ہے اس پر وہ کس قدر عامل ہے؟ اور اپنے بیوی بچوں سے کس قدر ان پر عمل کراتا ہے؟ جس دین کی اقامت کے لئے وہ خدائی فوجدار بنا ہوا ہے سارے جہاں سے لڑ رہا ہے اس دین کو وہ اپنے گھر کے اندر کس حد تک قائم کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے؟ جس سادگی، جس ایثار، جس قناعت، جس صبر و اخلاق و دیانت کا وہ دوسروں سے مطالبہ کر رہا ہے اس کا جمال خود اس کی گھریلو زندگی میں کتنا جھلک رہا ہے؟ اگر فی الواقع کوئی شخص اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے تو بلاشبہ یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس پر پورا اترنے والے کی اخلاقی عظمت کا اور اس کی سچائی کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ایک ایسے شخص کے اصول اور نظریات سے تو آپ اختلاف کر سکتے ہیں لیکن آپ اس کو محض ایک مصنوعی یا ایک بے کروار آدمی قرار نہیں دے سکتے۔'' (اصلاحی کا اقتباس ختم ہوا)

اردو کتب کے بعد عربی کتب سیرت کو دیکھنا شروع کیا تو عربی کی کمزوری بھی دیگر مسائل کے ساتھ دامن گیر ہوئی تو اس مشکل کے حل کے لئے مختلف اساتذہ سے مختلف اوقات

میں متعلقہ سیرت کی عربی کتابوں کے مشکل صفحات کا ترجمہ کروا کر مطالعہ کرتا رہا۔ عربی کتب چونکہ زیادہ تر امھات الکتب کا درجہ رکھتی ہیں اس لئے وہ ہر موضوع کے علم سے معمور ہیں لیکن یہ عنوان ان کتب میں بکھرا ہوا میسر آیا۔ جس کو اکٹھا کرنا ترتیب دینا اور موضوع تیار کرنا یقیناً بہت مشکل اور کٹھن کام تھا جو رب ذوالمنن کی تائید ونصرت کے بغیر پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس کتاب کو بنیادی طور پر چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جو کہ اس طرح ہے:

☆ پہلے باب میں عرب کے حالات، عرب کا جغرافیائی محل وقوع، اسلام سے قبل عرب کی بت پرستی، قومیت پرستی، دیگر رسم ورواج، میلوں ٹھیلوں اور عربوں کے مذہبی، سیاسی حالات بیان کیے گئے ہیں عرب اقوام ان کا رہن سن اور گھروں کی بناوٹ وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ دوسرے باب میں رسول اللہ کا عرب معاشرے میں نبوت سے قبل مقام ومرتبہ واضح کرنے کے لیے آپ کا حسب ونسب، ولادت، رضاعت، بچپن، لڑکپن، جوانی اور ابو طالب کی کفالت، تجارتی مصروفیات، حضرت خدیجہ سے نکاح اور شعب ابی طالب کی قیدو بند کے ساتھ ساتھ دیگر مصائب وآلام کی ضروری تفاصیل بیان کی گئی ہیں۔

☆ تیسرے باب میں رسول اللہ کی ذاتی زندگی اور آپ کے جسمانی خدوخال اور پھر پسندیدہ لباس کا ذکر ہے۔ سواریاں، اسلحہ اور خوشبو کا ذکر بھی ہے۔

☆ چوتھے باب میں رسول اللہ کی عائلی زندگی کے ضمن میں ایسی خواتین جن کو زوجیت کا شرف حاصل ہوا، اور جن کو صرف منگنی کا اور جن کو صرف نکاح کا سب خواتین کا تذکرہ ہے۔ حق مہر کا تذکرہ اور ناراضگی برائے اصلاح (ایلاء) کا تذکرہ بھی ہے۔

☆ پانچویں باب میں عبادت الٰہی اور کفالت النبی کا ذکر ہے آپ کی عبادات، تہجد، نفلی عبادات نفلی روزوں اور تلاوت اپنے اور دیگر بچوں کی کفالت وتربیت اور پھر آپ کا آرام فرمانا، سونے کے آداب واوقات اور مسنون اذکار کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ چھٹے اور آخری باب میں آپ ﷺ کے بیمار ہونے اور بیماری کی شدت اور علاج کا ذکر ہے نیز آپ کی وفات، تجہیز وتکفین اور ورثۃ النبی کا تذکرہ ہے اور پھر آخر میں وہ تمام امہات المومنین جو آپ کے بعد زندہ رہیں، سب کا تذکرہ قدرِ تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اور حضرت فاطمہ

کا بھی ذکر ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کی وفات کے موقع پر بیٹیوں میں سے اکیلی زندہ تھیں۔

کتاب میں نبوت سے پہلے کے حالات وواقعات کو سلیس اردو میں بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ نبوت کے بعد کے حالات کو زیادہ تر عربی متن کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے کیونکہ اس دور کے تمام امور دینی حیثیت اختیار کر گئے تھے اور ان کا ذکر کثرت سے احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ لہٰذا اصل ماخذ تک رسائی حاصل کر کے عربی متن کو زیادہ پیش کیا گیا ہے اور متن کے ساتھ ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے زیادہ تفسیری اور تشریحی انداز سے حتی المقدور اجتناب کیا گیا ہے کیونکہ اکثر احادیث مبارکہ ہی میں معاملات اور واقعات کی ضروری تفصیلات موجود ہیں اس لئے زیادہ تشریح نہیں کی گئی البتہ جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں کچھ ضروری وضاحت کر دی گئی ہے۔ احادیث اور روایات کو صرف ایک جگہ سے ہی نہیں لیا گیا بلکہ ایک سے زائد کتابوں سے تلاش کر کے درج کیا گیا ہے۔ ایک حدیث کے حوالے کے ساتھ چار چار پانچ پانچ کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ ہر فصل کے آخر پر مناسب وضاحتی نوٹ دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں اردو اور عربی کا حسین امتزاج ملے گا۔ ہر صفحہ کے نیچے حوالہ جات درج کر دیے گئے ہیں۔ اگر چہ یہ دعویٰ تو نہیں کرتا کہ مذکورہ کتاب میں عنوان کا حق ادا کر دیا گیا ہے البتہ حسب استطاعت کوشش کی گئی ہے کہ سیرت کے مخفی گوشوں کو آشکارا کیا جائے صرف اسی لئے کہ

شاید کہ کبھی مجھ پہ بھی ہیرے کا گماں ہو
دیکھو تو میں پتھر ہوں مگر سوچ رہا ہوں

ابوثوبان غلام قادر بن غلام جیلانی
ایم فل۔ پی ایچ، ڈی
دی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

باب اوّل: قبل از اسلام عرب معاشرے کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ

فصل اوّل: جزیرہ عرب کا محل وقوع

محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی، محسن عالم اور معلم انسانیت کی سیرت مطہرہ کا ایک ایسا قیمتی باب ہے جس کو سامنے رکھ کر اکیسویں صدی کا مسائل میں گھرا ہوا انسان اپنے نجی مسائل (Domestic Personal Problems) کا حل تلاش کر سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے زندہ جاوید اور متحرک اصول وضوابط آج بھی دکھی انسانیت کے مصائب وآلام کا مکمل مداوا ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صرف اور صرف سیرت نبوی کے ذریعے ہی انسان کو زندگی کے ہر شعبے کی تاریکیوں اور گمراہیوں سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈالا جا سکتا ہے، تا کہ اس کی دنیا اور آخرت سنور سکے۔

چونکہ سیرت طیبہ کے کسی بھی گوشے کی مکمل صورت گری ممکن نہیں جب تک کہ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے وقت کے حالات اور معاشرے کا ہلکا سا تعارف نہ کروایا جائے۔ اس لئے اصل بحث سے پہلے پیش نظر فصل میں اسلام سے پہلے عرب کا محل وقوع، اقوام، سرداریاں، میلے، تجارتی منڈیاں اور گھریلو حالات مختصراً پیش کیے جاتے ہیں۔

جزیرۃ العرب (جزیرہ نمائے عرب) اسلامی تحریک کا ابتدائی مرکز رہا ہے۔ قدیم زمانہ سے عربوں کا وطن ہے۔ یہ براعظم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ اس کو تین سمندروں نے گھیر رکھا ہے۔ مغرب میں بحیرۂ قلزم، جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن، مشرق میں خلیج عرب (خلیج فارس) اور خلیج عمان اور شمال میں شام کا صحرا ہے۔ علمائے جغرافیہ نے طبعی لحاظ سے جزیرہ نمائے عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① تہامہ: یہ وہ ساحلی پٹی ہے جو بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم) کے ساتھ ساتھ شمال میں ینبع سے لے کر جنوب میں نجران تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس علاقے کو سخت گرمی اور حبس کی وجہ سے ''تہامہ'' کہا جاتا ہے۔ (التہم) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی سخت گرمی اور حبس ہے۔

② کوہستان سراۃ: یہ وہ پہاڑی سلسلہ ہے جو بحیرۂ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جزیرہ نمائے عرب کے مغرب میں اور تہامہ کے نشیبی علاقے کے مشرق میں پھیلا ہوا ہے۔

اس سلسلے میں بہت سی وادیاں ہیں۔ یہ سلسلہ خلیج عقبہ سے یمن تک وسیع ہے۔ شمال میں اسے مدین کے پہاڑ، جنوب میں عسیر کے پہاڑ اور درمیان کو حجاز کہا جاتا ہے۔ جہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ واقع ہے۔ اس علاقے کو حجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تہامہ اور نجد کے درمیان میں حائل ہے۔ (حجز کا لغوی معنی رکاوٹ ہے۔)

③ سطح مرتفع نجد: یہ یمن اور جنوبی عراق کے درمیانی علاقے کا نام ہے۔ اس کے مشرق میں علاقہ عروض ہے۔ اس علاقے کو نجد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سطح سمندر سے کافی بلند ہے۔ (نجد کا لغوی معنی بلندی ہے۔)

④ یمن: جزیرہ نمائے عرب کے انتہائی جنوب مغرب میں پہاڑی علاقہ ہے جو مشرق میں حضر موت، مہرہ اور عمان سے ملا ہوا ہے۔ جزیرہ نمائے عرب کی سب سے اونچی چوٹی یہیں پائی جاتی ہے۔ جو صنعاء کے جنوب مغرب میں 3750 میٹر بلند ہے۔

⑤ عروض: یہ یمامہ، عمان اور بحرین پر مشتمل ہے۔ اس علاقہ کو ''عروض'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ یمن اور نجد کے سامنے (مشرق میں) واقع ہے۔

عرب کے شمالی علاقوں میں بارشیں سردیوں میں ہوتی ہیں اور وہ بھی کم۔ یمن، عسیر اور عمان میں موسم گرما کی موسمی بارشیں بہت زیادہ ہوتی ہیں حتیٰ کہ یمن اور عسیر کے بعض علاقوں میں بارش کی مقدار 500 ملی میٹر تک پہنچ جاتی ہے، البتہ عمان میں اس سے کم بارش ہوتی ہے۔ خط سرطان جزیرہ نمائے عرب کو خط استواء کے شمال کی جانب 23.5 درجہ عرض بلد پر کاٹتا ہے اس لئے اس کے اکثر علاقوں میں عموماً گرمی ہوتی ہے، خصوصاً موسم گرما میں تو انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ [1] جزیرہ نمائے عرب میں آج کل سات حکومتیں قائم ہیں۔ جبکہ قبل از اسلام عرب کی تین حکومتیں تھیں۔ عرب کے محل وقوع میں اس کے مضافات کی مشہور جگہوں کے نام درج ذیل ہیں۔ جو اس کے گردونواح کو سمجھنے میں مدو معاون ثابت ہوں گے۔

---

[1] اٹلس سیرت نبوی ﷺ، ص: ۲۷۔

جزیرہ عرب کے مضافات

① جزیرہ نمائے عرب، ② البحرین، ③ بحیرۂ احمر، ④ بحیرۂ روم، ⑤ بحیرۂ عرب، ⑥ صحرائے شام، ⑦ شام، ⑧ حبشی یا حبش (ایتھوپیا) ایشائے کوچک، ⑨ قبرص (سائپرس) یونان، ⑩ سیناء، ⑪ یمن، حجاز۔ [1]

زمانہ قدیم کی عرب اقوام

مورخین نے عرب اقوام کو نسلی طور پر تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

① بائدہ

یعنی وہ قدیم عرب قبائل اور قومیں جو بالکل ناپید ہو گئی ہیں اور ان کے متعلق ضروری معلومات بھی دستیاب نہیں۔ مثلاً: قوم عاد، ثمود، طسم، جدیس، عمالقہ وغیرہ۔

② عاربہ

یعنی وہ عرب قبائل جو یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل سے ہیں۔ انہیں قحطانی عرب کہا جاتا ہے۔ عرب عاربہ میں سے جو قدیم ترین قوم معلوم ہو سکی وہ قوم سباء ہے۔

③ مستعربہ

یعنی وہ عرب قبائل جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے ہیں انہیں عدنانی عرب کہا جاتا ہے ان کے جد امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انہی کی نسل مکۃ المکرمہ میں آ کر آباد ہوئی تھی۔

مستعربہ کی مکہ میں آبادکاری

جناب ابراہیم علیہ السلام اصلاً عراق کے ایک شہر اُر کے باشندے تھے۔ یہاں سے ہجرت کر کے شہر حران تشریف لے گئے تھے اور پھر وہاں سے فلسطین جا کر اپنی پیغمبرانہ سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ایک فرزند ارجمند اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا آپ کی دوسری بیوی سارہ جو بے اولاد تھیں کو بڑی غیرت آئی اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجبور کیا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ان کے نوزائیدہ

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۳۰/۷۔

بچے سمیت جلاوطن کر دیں۔ آخر کار آپ اپنے بچے اور بیوی ہاجرہ کو لے کر حجاز آ گئے اور ان دونوں کو بیت اللہ کے قریب بے آب وگیاہ وادی میں چھوڑ دیا اس وقت اس جگہ قبلہ کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔ صرف ٹیلے کی طرح ابھری ہوئی زمین تھی۔ بیت اللہ کو کعبہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مفرد ہے کعبین تثنیہ سے جس کا مطلب ''ابھری ہوئی جگہ ہے'' قرآن مجید میں بھی یہ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ سیدا اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بود و باش کے لئے عین بیت اللہ کے مقام پر ایک سادہ سی جھونپڑی بنالی اور اس سے متصل حطیم والی جگہ پر بھیڑ بکریوں کا باڑہ بنالیا۔ [1] پھر اسی جگہ اللہ کے فضل سے زم زم کا چشمہ پھوٹا۔ تفصیلات معلوم ومعروف ہیں۔

حکومتیں اور قبائلی سرداریاں

① یمن کی بادشاہی ② حیرہ کی بادشاہی ③ شام کی بادشاہی

یہ عجم کے مقابلے میں عرب کی بڑی بڑی تین حکومتیں تھیں۔ جن کی تفصیل مولانا سید سلیمان ندوی نے تاریخ ارض القرآن میں بیان کی ہے۔ ہم صرف یہاں اپنے موضوع کی مناسبت سے اندرون عرب سرداریوں اور قبائل کے متعلق حالات مختصر ذکر کرتے ہیں۔

حجاز کی امارت

یہ بات تو معروف ہے کہ مکہ میں آبادی کا آغاز حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوا۔ آپ علیہ السلام نے ۱۳۷ سال کی عمر پائی اور تاحیات مکہ کے سربراہ اور بیت اللہ کے متولی رہے آپ علیہ السلام کے بعد آپ کے دو صاحبزادگان۔ نابت اور پھر قیدار، یا قیدار اور پھر نابت۔ یکے بعد دیگرے مکہ کے والی ہوئے۔ ان کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے زمام کار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس طرح مکہ کی سربراہی بنو جرہم کی طرف منتقل ہوگئی اور ایک عرصے تک انہیں کے ہاتھ میں رہی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام چونکہ اپنے والد کے ساتھ مل کر بیت اللہ کے بانی ومعمار تھے اس لیے ان کی اولاد کو ایک باوقار مقام ضرور حاصل رہا لیکن اقتدار میں ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔

پھر بخت نصر نے جب ۵۸۷ ق م میں دوسرا حملہ کیا تو بنو اسماعیل جان بچا کر یمن چلے گئے۔ اس وقت بنی اسرائیل کے نبی حضرت یرمیاہ علیہ السلام تھے۔ وہ عدنان کے بیٹے معد کو اپنے

---

[1] تاریخ مکہ از محمد عبدالمعبود، ص: ۹۵۔

ساتھ ملک شام لے گئے اور جب بخت نصر کا زور ختم ہوا اور معد مکہ آئے تو انہیں مکہ میں قبیلہ جرہم کا صرف ایک شخص جرشم بن جلہمہ ملا۔ معد نے اسکی لڑکی معانہ سے شادی کی اور اسی کے بطن سے نزار پیدا ہوا۔ [1]

بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت زمزم کا کنواں ختم کر دیا اور اس میں کئی تاریخی چیزیں دفن کر کے اس کے نشانات بھی مٹا دیئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی نے خانہ کعبہ کے دونوں ہرن اور اس کے کونے میں لگا ہوا پتھر حجر اسود نکال کر زمزم کے کنویں میں دفن کر دیا اور اپنے قبیلے بنو جرہم کو ساتھ لے کر یمن چلا گیا۔ بنو جرہم کو مکہ سے جلا وطنی اور وہاں کی حکومت سے محروم ہونے کا بڑا قلق تھا۔ چنانچہ عمرو مذکور نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے:

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا　　انیس ولم یسمر بمکة سامر

بلی نحن کنا اھلھا فابادنا　　صروف اللیالی و الجدود العواثر

''لگتا ہے حجون سے صفا تک کوئی آشنا تھا ہی نہیں اور نہ کسی قصہ گو نے مکہ کی شبانہ محفلوں میں قصہ گوئی کی۔ کیوں نہیں یقیناً ہم ہی اس کے باشندے تھے لیکن زمانے کی گردشوں اور ٹوٹی ہوئی قسمتوں نے ہمیں در بدر کر دیا۔''

قبائلی روایات اور عصبیت

بنو جرہم کے بعد بنو بکر اور بنو خزاع اور پھر پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں قصی کے تسلط کا تذکرہ ملتا ہے۔ قصی کے بعد عبد مناف اور ان کے ہاتھوں ہاشم بن عبد مناف کا قرعہ نکلا اور ہشام کے بعد مطلب اور ان کے بعد عبد المطلب بن ہاشم جو رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے، کا ذکر ملتا ہے ان قبائل میں سرداری نظام رائج تھا۔ قبیلے خود اپنا سردار مقرر کرتے تھے اور ان سرداروں کے لیے ان کا قبیلہ ایک مختصر سی حکومت ہوا کرتا تھا۔ سیاسی وجود، تحفظ کی بنیاد قبائلی وحدت پر مبنی عصبیت اور اپنی سر زمین کی حفاظت و دفاع کے مشترکہ مفادات تھے۔

قبائلی سرداروں کا درجہ اپنی قوم میں بادشاہوں جیسا تھا۔ قبیلہ صلح و جنگ میں بہر حال اپنے سردار کے فیصلے کے تابع ہوتا تھا اور کسی حال میں اس سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا تھا۔

[1] رحمۃ للعالمین، ص۶۳۔

سردار کو وہی مطلق العنانی اور استبداد حاصل تھا جو کسی ڈکٹیٹر کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض سرداروں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ بگڑ جاتے تو ہزاروں تلواریں یہ پوچھے بغیر بے نیام ہو جاتیں کہ سردار کے غصے کا سبب کیا تھا۔

تاہم چونکہ ایک ہی کنبے کے چچیرے بھائیوں میں سرداری کے لیے کشمکش بھی ہوا کرتی تھی اس لیے اس کا تقاضا تھا کہ سردار اپنے قبائلی عوام کے ساتھ رواداری قائم رکھے۔ خوب مال خرچ کرے، مہمان نوازی میں پیش پیش رہے، کرم و بردباری سے کام لے، شجاعت کا عملی مظاہرہ کرے اور غیرت مندانہ امور کی طرف سے دفاع کرے، تاکہ لوگوں کی نظر میں عموماً اور شعراء کی نظر میں خصوصاً خوبی و کمالات کا جامع بن جائے کیونکہ شعراء اس دور میں قبیلے کی زبان ہوا کرتے تھے اور اس طرح سردار اپنے مدمقابل حضرات سے بلند و بالا درجہ حاصل کر لے۔

جو قبائل اندرون عرب آباد تھے ان کے بھی جوڑ ڈھیلے اور شیرازہ منتشر تھا۔ ہر طرف قبائلی جھگڑوں، نسلی فسادات اور مذہبی اختلافات کی گرم بازاری تھی جس میں ہر قبیلے کے افراد بہر صورت اپنے اپنے قبیلے کا ساتھ دیتے تھے۔ خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر چنانچہ ان کا ترجمان کہتا ہے:

وما انا الا من غزية ان غوت　　غويت وان ترشد غزية ارشد

"میں بھی تو قبیلہ غزیہ ہی کا ایک فرد ہوں۔ اگر وہ غلط راہ پر چلے گا تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راہ پر چلے گا تو میں بھی صحیح راہ پر چلوں گا۔"

اندرون عرب کوئی بادشاہ نہ تھا جو ان کی آواز کو قوت پہنچاتا اور نہ کوئی مرجع ہی تھا جس کی طرف مشکلات و شدائد میں رجوع کیا جاتا اور جس پر مشکل وقت پڑنے پر اعتماد کیا جاتا۔ [1]

مشہور منڈیاں اور میلے

① دومۃ الجندل: یہ میلہ شمالی سعودی عرب میں صحرائے نفود کے شمال میں موجود قصبہ الجوف کے قریب دومۃ الجندل میں منعقد ہوتا تھا۔ تبوک کی مشہور چھاؤنی دومۃ الجندل سے تقریباً سوا تین سو کلومیٹر جنوب مغرب میں ہے۔ غزوۂ تبوک (9ھ) کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے

[1] تاریخ ارض القرآن: ۱/ ۱۳۳۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو 420 سواروں کے ہمراہ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر بن عبدالملک کو نیل گائے کا شکار کرتے پایا اور اسے گرفتار کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تبوک لے آئے۔ آپ ﷺ نے اس کی جان بخشی کی اور ۲ ہزار اونٹ، ۸ سو غلام، ۴ سو زرہیں اور ۴ سو نیزے دینے کی شرط پر مصالحت کی تجویز قبول کی۔ اکیدر نے جزیہ دینے کا بھی اقرار کیا۔ ❶ اس واقعہ سے اس علاقہ میں اسلام کے غلبہ کی راہ ہموار ہوئی۔

② اُلمُشقر: یہ میلہ جزیرہ نمائے عرب کے مشرقی علاقہ البحرین میں اس جگہ لگتا تھا جہاں آج کل سعودی عرب کے صوبہ الاحساء اور امارت قطر کی سرحدیں ملتی ہیں۔ المشقر، الیمامہ سے تقریباً 200 کلومیٹر مشرق میں تھا۔ ❷ آج کل یہ علاقہ بہت زیادہ ترقی کر چکا ہے۔

③ صحار: یہ میلہ خلیج عُمان کے ساحل پر نخلستان جرہمی کے مشرق میں لگتا تھا جس میں سمندر پار کے تاجر بھی شریک ہوتے تھے۔ صُحار ان دنوں عُمان کا صدر مقام تھا۔ ❸

④ دَبا: اس نام کا میلہ صُحار سے تقریباً پونے 2 سو کلومیٹر شمال میں خلیج عُمان کے ساحل پر منعقد ہوتا تھا۔ صُحار اور دَبا دونوں سلطنت عمان میں واقع ہیں۔ ❹

⑤ الشِّحر: یہ مہرہ کے جنوب مغرب میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ ''الشحر'' کے معنی وادی کا نشیب ہیں۔ شِحر کے ساحل سے حاصل ہونے والا عنبر تُجار میں عنبر الشحری کہلاتا تھا۔ مکلا کی بندرگاہ سے شِحر 65 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ شِحر کا میلہ مہرہ کے شمال میں لگتا تھا۔ ❺

⑥ عدن: یہ جنوبی یمن کی مشہور بندرگاہ ہے اور خلیج عدن کے ساحل پر واقع ہے۔ عدن کا علاقہ 1840ء سے لے کر 1967ء تک انگریزوں کے تسلط میں رہا اور آزادی کے بعد مملکت جنوبی یمن کا دارالحکومت رہا حتیٰ کہ شمالی و جنوبی یمن کے اتحاد سے پھر متحدہ یمن وجود میں آ گیا۔ عہد جاہلیت میں عدن میں بھی ایک میلہ لگتا تھا۔ ❻

⑦ صنعاء: حمیری صنعاء متحدہ یمن کا دارالحکومت ہے کچھ عرصہ پہلے جرمن ماہرین آثاریات

---

❶ اٹلس سیرت النبوی، ص ۶۳۔ ❷ ایضاً، ۶۳۔
❸ ایضاً، ۶۳۔ ❹ ایضاً، ۶۳۔ ❺ ایضاً، ۶۳۔
❻ الرحیق المختوم، ص ۷۱۶۔

نے یہاں ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے تعمیراتی آثار دریافت کیے تھے۔ [1]

⑧ عکاظ: یہ بقول علامہ واقدی "عکاظ" وادی نخلہ اور طائف کے درمیان وادی اُثید اء میں واقع تھا۔ علامہ اصمعی کے بقول کھجوروں کے جھنڈ کا نام عکاظ تھا۔ یہاں منعقد ہونے والے میلے میں تمام عرب کے لوگ جمع ہوتے اور شعر و شاعری اور ایک دوسرے پر عزت و شرف اور کمالات میں بازی لے جانے کی کوشش کرتے۔ جنگ فجار بھی یہیں برپا ہوئی تھی۔ ان دنوں عکاظ کے نام سے مکہ سے ایک روزنامہ بھی نکلتا تھا۔ [2]

⑨ سرابیہ: عربی میں رابیہ ٹیلے کو کہتے ہیں حضر موت میں یہ میلہ غالباً ایک ٹیلے کے پاس لگتا تھا۔ [3]

⑩ ذوالمجاز: یہ مقام عرفات سے کبکب کی جانب ایک فرسخ یعنی تقریباً سوا تین میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں منعقدہ میلہ آٹھ دن رہتا تھا۔ [4]

⑪ النطاۃ: یہ مدینہ کے شمال میں خیبر کی ایک بستی میں ایک قلعہ کا نام تھا جہاں کھجوروں کی آبپاشی کے لئے کنواں بھی تھا اس جگہ بیس اکیس دن میلہ لگتا تھا۔ [5]

۱۲۔ الحجر: یمامہ کا یہ شہر بنو حنیفہ کا مسکن تھا۔ یہیں بعد میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ یہ میلہ بھی بیس اکیس دن رہتا تھا اور ہر سال یوم عاشور سے آخر تک لگتا تھا۔ [6] یومِ عاشوراء یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کے ہاں معروف اور محترم رہا ہے۔ اور اسلام میں یوم عاشوراء کے روزے کی ترغیب اور فضیلت قیامت تک کے لیے موجود و محفوظ ہے۔

مذہبی صورت حال

عام باشندگان عرب دین ابراہیمی پر قائم تھے اور صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے اور توحید پر کاربند تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دینی صورت حال بالکل بگڑ چکی تھی جس کا تذکرہ تمام سیرت نگاروں نے کیا ہے ہم خلاصے کے طور پر عرض کرتے ہیں:

① دور جاہلیت میں شرک اور بت پرستی عام تھی۔

---

[1] اٹلس سیرت نبوی، ص ٦٤۔ [2] الرحیق المختوم، ص ٧١۔ [3] ایضاً، ٧١۔
[4] ایضاً، ٧١۔ [5] اٹلس سیرت نبوی، ص٦٤۔ [6] ایضاً، ٦٤۔

② دین ابراہیم علیہ السلام میں بدعات شامل ہو چکی تھیں۔

③ بلاد عرب میں حبشی اور رومی قبضہ گیروں کے ذریعے عیسائیت بھی پہنچ چکی تھی۔

④ اہل فارس کے ہمسایہ عربوں میں مجوسی مذہب فروغ پا چکا تھا۔

⑤ صابی مذہب کے آثار بھی آثار قدیمہ کی کھدائی کے دوران برآمد ہونے والے کتبات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ نتیجتاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ سرزمین عرب میں عیسائیت، یہودیت، مجوسیت اور دیگر مذاہب کے نام تو موجود تھے لیکن فی الحقیقت عربوں کی اکثریت بت پرست تھی۔ [1] توحید پرست اور دیندار افراد خال خال تھے۔

سرزمین عرب کے بت

① سواع: قرآن مجید کی سورۂ نوح میں ود، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی۔ اس قوم کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عمرو بن لحی نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر خود ہی چھپا کر لوگوں کے سامنے دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی۔ نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔ [2] اس بت کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کے حکم سے توڑا اور دومۃ الجندل کے سردار اکیدر کو گرفتار کیا گیا تھا۔

② العزیٰ: یہ نام اعز کی تانیث اور تفضیل کا صیغہ ہے جبکہ اعز بمعنی عزیز اور عزیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے، مکہ سے چند میل دور وادی نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے بت عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا۔ وادی نخلہ میں بنو کنانہ اس کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔ [3]

③ اللات: طائف میں بنو ثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔

---

[1] مختصر سیرت الرسول از شیخ محمد بن عبد الوهاب، ص ۱۲۔

[2] اٹلس سیرت نبوی، ص ۵۹۔ [3] الرحیق المختوم، ص ۵۷۔

''لات'' کے معنی ہیں: ''ستو گھولنے والا''۔ یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایما پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔ ❶

④ مناۃ: یہ بت قدیم ترین تھا اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر قدید کے قریب مشلّل میں نصب تھا۔ لات، مناۃ اور عزیٰ عرب کے سب سے بڑے بت تھے اور ان تینوں کے نام سورۂ نجم میں آئے ہیں۔ اس کی پوجا کا آغاز بھی عمرو بن لحی نے کیا تھا۔ بنو غسان مناۃ کا حج بھی کرتے تھے۔ اوس اور خزرج حج میں مناۃ کے پاس آ کر احرام اتارتے تھے۔ فتح مکہ کے لئے جاتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو منہدم کر دیا۔ ❷

⑤ نسر: حمیر (یمن) کے علاقے میں نجران کے پاس قبیلہ ذی الکلاع کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آج کل نجران سعودی عرب کا شہر اور صوبہ ہے جو سرحد یمن کی طرف واقع ہے۔ نسر (گدھ) پرندے کی شکل کا بت تھا۔ ❸

⑥ وُدّ: یہ بت دومۃ الجندل میں نصب تھا اور بنو کلب اس کی پوجا کرتے تھے۔ قریش بھی اس بت کو پوجتے تھے۔ لغوی لحاظ سے وَدّ اور وُدّ دونوں ایک ہی بت کے نام ہیں۔ قریش کا مشہور بہادر عمرو بن وُدّ تھا جو غزوۂ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ ❹

⑦ یعوق: یہ بھی ان پانچ بتوں میں شامل تھا جو جدہ میں دفن تھے۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن لُحی کے تابع ایک جن نے ان بتوں کا اسے پتہ دیا اور وہ انہیں کھود کر تہامہ لے آیا اور حج کے دنوں میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یعوق، یمن میں ارحب کے مقام پر نصب تھا، بنو ہمدان وخولان اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا تھان صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر مکہ کی جانب واقع تھا۔ یعوق کے معنی ہیں ''مصیبت روکنے والا'' اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔ ❺

⑧ اساف: یہ ایک انسان کی شکل کا بت تھا اور عمرو بن لحی نے زمزم کے پاس رکھ دیا تھا۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور ساتھ قربانی بھی کرتے تھے۔ اساف (مرد) اور نائلہ (عورت) کعبہ میں زنا کے مرتکب ہوئے تھے اور جب لوگوں نے دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ لوگوں نے

❶ اٹلس سیرت نبوی، ص ۵۹۔ ❷ بخاری، ۱/ ۲۲۲۔ ❸ ایضًا، ۵۷۔

❹ اٹلس سیرت نبوی، ص ۵۹، ۵۷۔ ❺ الرحیق المختوم، ص ۵۷۔

انہیں عبرت کے لئے صفا اور مروہ پر رکھ دیا تھا مگر ابن لحی نے حرم میں ان کی پوجا شروع کر دی۔ ❶

⑨ ذوالخلصہ: یہ بت تبالہ کے مقام پر نصب تھا اور دوس، خثعم اور بجیلہ قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس کے تھان کو کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ ❷

⑩ ذوالشریٰ: یہ دوس اور ازد قبائل کا دیوتا تھا اور عسیر کے علاقے میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ شریٰ تہامہ میں ایک پہاڑی مقام تھا۔ دراصل نبطیوں میں ذوالشریٰ اور خریس دیوتاؤں کو جوڑا تھا۔ ادوم (اردن) کے ایک پہاڑی مقام کا نام بھی شریٰ تھا اور یہاں بھی ذوالشریٰ کو خصوصاً پٹرا (بطراء) میں پوجا جاتا تھا۔ ❸

⑪ ذوالکفین: یہ قبیلہ دوس کا دیوتا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ کی اجازت سے واپس گئے اور جا کر ذوالکفین کو جلا دیا۔ ❹

⑫ ھبل: قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا کا نام دراصل ''بعل'' کی تحریف ہے۔ ''بعل'' اہل شام کا دیوتا تھا، اس سے منسوب بعلبک شام کا قدیم شہر ہے۔ بعل کے لغوی معنی قوت کے ہیں اور مجازاً آقا کے معنی لئے جاتے ہیں، اسی لئے قرآن میں ''بعل'' شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بت قریش کو انسانی مورت کی شکل میں ملا تھا جو سرخ عقیق سے تراشا گیا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا، قریش نے وہ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ ہبل خاص خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔ قریش جنگوں میں "اُعلُ ھُبُل" (ہبل کی جے) کا نعرہ لگاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ دیا۔ ❺

بت پرستی کی جگہ بت شکنی

درج بالا بارہ بتوں میں سے آٹھ بتوں کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ نوح اور سورۃ النجم میں موجود ہے باقی چار کا ذکر کتب حدیث میں موجود ہے ان کے علاوہ کتب تواریخ و احادیث میں بیت اللہ میں رکھے گئے ۳۶۰ تین سو ساٹھ بتوں کا ذکر تواتر سے ملتا ہے۔ گویا کہ سرزمین عرب

---

❶ اٹلس سیرت نبوی، ص۶۰۔ ❷ ایضاً، ص۶۲۔ ❸ ایضاً، ۶۰۔
❹ ایضاً، ۶۰۔ ❺ الرحیق المختوم، ص۵۷۔

بت کدہ بن چکی تھی۔ ایک اللہ کی بجائے سینکڑوں معبودان باطلہ کی پرستش ہوتی تھی۔ ہر طلوع ہونے والے سورج کے ساتھ ایک نئے بت کو اللہ تعالیٰ کے مدِ مقابل کھڑا کیا جاتا تھا ہر قبیلے اور خاندان کا الگ الگ بت تھا جس سے وہ اپنی ضروریات زندگی کے لیے سوال اور استغاثہ کرتے تھے۔ بتوں کی عبادت کا فتنہ اس قدر عام ہو چکا تھا کہ انسان خالقِ حقیقی کو بھول چکا تھا۔ شرک وظلمت کے اس اندھیرے کو ختم کرنے کے لیے رحمت باری جوش میں آئی اور فاران کی چوٹیوں سے توحید کا سورج طلوع ہوا جس کی کرنوں نے عرب کے ظلمت کدہ کو بقعہ نور کر دیا حتی کہ بت پرستوں کی بستی میں وہ دور بھی آیا کہ بت پرستی کی بجائے بت شکنی شروع ہو گئی اور بیت اللہ سمیت سارا عرب بتوں کے ناپاک اور نجس وجود سے پاک ہو گیا اور آج تک پاک ہے اور قیامت تک بتوں کی پوجا پاٹ سے محفوظ رہے گا۔ ان شاء اللہ

عربوں کی نجی زندگی

عرب میں مختلف طبقات کے حالات ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف تھے۔ طبقہ اشراف کے علاوہ دوسرے طبقوں میں مرد وعورت کے اختلاط کی اور بھی کئی صورتیں تھیں، جنہیں بدکاری اور بے حیائی اور فحش وزنا کاری کے سوا کوئی اور نام نہیں دیا جا سکتا۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں تھیں۔

☆ ایک تو وہی صورت تھی جو آج بھی لوگوں میں رائج ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو اس کی زیر ولایت لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دیتا۔ پھر منظوری کے بعد مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا۔

☆ دوسری صورت یہ تھی کہ عورت جب حیض سے پاک ہوتی تو اس کا شوہر کہتا کہ فلاں شخص کے پاس پیغام بھیج کر اس سے اس کی شرمگاہ حاصل کرو۔ (یعنی زنا کراؤ) اور شوہر خود اس سے الگ تھلگ رہتا اور اس کے قریب نہ جاتا یہاں تک کہ واضح ہو جاتا کہ جس آدمی سے شرمگاہ حاصل کی تھی (یعنی زنا کرایا تھا) اس سے حمل ٹھہر گیا ہے جب حمل واضح ہو جاتا تو اس کے بعد اگر شوہر چاہتا تو عورت کے پاس جاتا تھا۔ ایسا اس لئے کیا جاتا تھا کہ لڑکا شریف اور باکمال پیدا ہو۔ اس نکاح کو نکاح استبضاع کہا جاتا تھا'' اور اسی کو ہندوستان میں نیوگ کہتے ہیں۔''

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی کہ دس آدمیوں سے کم ایک جماعت اکٹھی ہوتی۔ سب

کے سب ایک ہی عورت کے پاس جاتے اور بدکاری کرتے۔ جب وہ عورت حاملہ ہو جاتی اور وہ بچہ پیدا ہوتا تو پیدائش کے چند روز بعد وہ عورت سب کو بلا بھیجتی اور سب کو آنا پڑتا مجال نہ تھی کہ کوئی نہ آئے۔ اس کے بعد عورت کہتی کہ آپ لوگوں کا جو معاملہ تھا وہ تو آپ لوگ جانتے ہی ہیں اور اب میرے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے اور وہ تمہارا بیٹا ہے وہ عورت ان میں سے جس کا نام چاہتی لے لیتی اور وہ اس کا لڑکا مان لیا جاتا۔

چوتھا نکاح یہ تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہوتے اور کسی عورت کے پاس جاتے وہ اپنے پاس کسی آنے والے سے انکار نہ کرتی۔ یہ رنڈیاں ہوتی تھیں جو اپنے دروازے پر جھنڈیاں گاڑے رکھتی تھیں، تاکہ یہ نشانی کا کام دے اور جوان کے پاس جانا چاہے بے دھڑک چلا جائے جب ایسی عورت حاملہ ہوتی اور بچہ پیدا ہوتا تو سب کے سب اس کے پاس جمع ہوتے اور قیافہ شناس کو بلاتے قیافہ شناس اپنی رائے کے مطابق اس لڑکے کو کسی بھی شخص کے ساتھ منسوب کر دیتا۔ [1] پھر یہ اسی سے مربوط ہو جاتا اور اسی کا لڑکا کہلاتا۔ وہ اس سے انکار نہ کر سکتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو جاہلیت کے سارے نکاح منہدم کر دیئے۔ صرف اسلامی نکاح باقی رہا جو آج تک رائج ہے زمانہ جاہلیت میں کسی تحدید کے بغیر متعدد بیویاں رکھنا بھی ایک معروف بات تھی۔ لوگ ایسی دو عورتیں بھی بیک وقت نکاح میں رکھ لیتے تھے جو آپس میں سگی بہنیں ہوتی تھیں۔ باپ کے طلاق دینے یا وفات پانے کے بعد بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے بھی نکاح کر لیتا تھا۔ طلاق کا اختیار مرد کو حاصل تھا اور اس کی کوئی حد معین نہ تھی۔ [2]

گھریلو حالات بھی اجتماعی ماحول کے تابع تھے عورت جو کہ خاتون خانہ ہوتی ہے اس کو ہی کوئی تقدس اور تحفظ میسر نہ تھا۔ بیٹیوں کی زندگیاں اپنے باپوں کے ہاتھوں ہی غیر محفوظ تھیں۔ جوا، شراب، دیگر برائیاں گھریلو زندگی میں بھی موجود تھیں اور عورت جوئے میں ہار دی جاتی تھی۔ مردوں کی نسبت عورتوں پر مشقت کا بوجھ زیادہ تھا۔ عربؒ عورتیں سوت کاتتی تھیں، کھیتی باڑی اور غلہ بانی جیسے مشاغل میں مصروف رہتی تھیں جو کہ روزگار کا ذریعہ تھے۔ [3]

اس دور میں ہر گھر اور خاندان میں ایک انتشار تھا، تصادم تھا، جنگ و جدل اور مار کٹائی کا عالم تھا۔ شراب، زنا اور جوئے سے ترکیب پانے والی جاہلی ثقافت گھروں میں موجود تھی۔

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۷۶۹۔ [2] الرحیق المختوم، ص۶۹۔ [3] ایضا، ۷۰۔

شرک وکفر کے لئے گھروں میں ہی بت موجود تھے۔غرض یہ کہ اس دور میں گھریلو کلچر حقیقت میں فاسقانہ اور ظالمانہ تھا۔ظلم کی انتہا یہ تھی کہ فسق وفجور، بے حیائی و بے شرمی ہنر بن گئی تھی، بڑے بڑے شرفا اپنی عزیز عورتوں اور شریف خواتین کے عشق ومحبت کی داستان فخریہ انداز میں مجمع عام میں مزے لے لے کر سناتے تھے، زنا کوئی عیب نہ تھا، نکاح کی کوئی تعداد متعین نہیں تھی۔ بھیڑ بکری کی طرح جتنی عورتیں چاہتے رکھ لیتے تھے،ان گھروں میں عصمت کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ بڑے بڑے سرداروں کی عورتیں بھی جامہ عصمت اتار پھینکتی تھیں۔ [1] بیٹیوں کا قتل کر دینا، زندہ درگور کر دینا بھی انہیں گھروں کے باسیوں کی بدبختی کی علامت تھی۔اس معاشرہ میں بچیوں کے قتل کے دو سبب پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ضیاء النبی ﷺ میں بیان کئے ہیں۔

پہلا سبب یہ تھا کہ عربوں کا خود ساختہ جذبہ غیرت تھا جس کے سبب قیس بن عاصم نے اپنی 12 یا 13 بیٹیاں یکے بعد دیگرے درگور کی تھیں دوسرا سبب یہ بیان کیا ہے اگر کسی بچی کی آنکھیں نیلی ہوتیں، اس کا رنگ سیاہ ہوتا، اس پر سفید برص کے نشان ہوتے یا وہ لنگڑی ہوتی تو ایسی بچیوں کو کنواں کھود کر اس میں پھینک دیتے اور مٹی ڈال کر اس کو جیتے جی موت کی آغوش میں سلا دیا جاتا تھا۔ [2]

جاہلیت کے اس دور میں اگرچہ بعض گھروں کا ماحول دینی سمجھا جاتا تھا لیکن فی الحقیقت وہ گھر بھی مشکلات اور تکلفات کی تصویر تھے مثلاً: گھروں میں آتے جاتے وقت سلام کرنے کیلئے صبح کو اَنْعَمَ صَبَاحاً اور شام کو اَنْعَمَ ظَلَاماً کہتے تھے۔انہی اصطلاحات کو انگریزی میں آج کل Good Morning اور Good Evening کہا جاتا ہے..... یہ جاہلیت کا انداز ہے ایسے الفاظ اور اصطلاحات سے بچنا چاہیے اس کی جگہ السلام علیکم کو عام کرنا چاہیے تاکہ ''افشو السلام'' کی تعلیمات نبوی پر عمل معاشرے میں عام ہو سکے۔اسی طرح احرام باندھنے کے بعد اگر کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونا چاہتا تو دروازے سے داخل نہیں ہوتا تھا بلکہ مکان کی پچھلی جانب سے نقب لگا کر داخل ہوتا یا سیڑھی لگا کر چھت پھاڑ کر گھر میں اترتا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

---

[1] الرحیق المختوم، ٦٩۔ [2] ضیاء النبی ﷺ، جلد اوّل، ص ٣٦١۔

﴿ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا ﴾ ❶

''اور یہ نیکی نہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو ان کی پیٹھوں سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص متقی بنے اور گھروں کو ان کے دروازوں سے آیا کرو۔''

اسی طرح منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور اسے سارے حقوق دیئے جاتے تھے اس قانون کو اسلام نے اس حکم ربانی سے بدل دیا:

﴿ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ ﴾ ❷

''اور نہیں بنایا تمہارے منہ بولے ہوئے کو تمہارے بیٹے، یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔''

گھروں کے خدوخال

آخر میں عرب کے بادیہ نشینوں کے گھروں کی تعمیر و ساخت کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس وقت عربوں کے گھر دس اقسام کے بنائے جاتے تھے۔ ❸

1. خباء: یہ گھر بھیڑ بکریوں کی پشم کا بنا ہوا ہوتا تھا۔
2. بجاد: یہ گھر اونٹ کی پشم سے بنایا جاتا تھا۔
3. فسطاط: ایسا خیمہ جو بالوں سے بنایا جاتا تھا۔
4. سرادق: روئی کے سوت کا بنا ہوا۔ سرادق کی جمع سرادقات آتی ہے۔
5. قشع: ایسا گھر جس کو عرب چمڑے سے بناتے تھے۔
6. طیراف: رنگے ہوئے چمڑے کا خیمہ جسے مالدار لوگ استعمال کیا کرتے تھے۔
7. خطیرہ: درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کر بنایا جانے والا گھر۔
8. خیمہ: جس کی جمع خیم آتی ہے اور لکڑیوں کو جوڑ کر تعمیر کیا جاتا تھا۔
9. اقنہ: پتھروں سے تعمیر کیا ہوا گھر۔
10. کبہ: خشت خام سے بنایا ہوا گھر۔

❶ ۲/ البقرۃ آیت: ۱۷۹۔ ❷ ۳۳/ الاحزاب آیت: ٤۔

❸ بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب از محمود شکری آلوسی، ٤ / ٥٨٣۔

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقدمہ میں ان کی تفصیل بیان کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ ان دس گھروں کی اقسام میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن عام طور پر ان رہائشی گھروں کی ساخت کے بارے میں لکھا ہے کہ ان عمارتوں کی دیواریں، چھتیں اور کمروں کے ایک ایک کواڑ والے دروازے ہوتے تھے اور ان گھروں کے اندر رہائشی مکانوں کے علاوہ تنور، باورچی خانہ، غسل خانہ، لیٹرین، جانوروں کا باڑہ ضرور ہوتا تھا۔ البتہ شراب فروشوں کے گھروں میں شراب کی بھٹی اور پینے کے لئے ایک خاص جگہ کا ذکر ملتا ہے۔ بعض بڑے گھروں میں صحن اور صحن میں مردوں کے الگ مجلس کرنے کے لئے چبوترہ اور عورتوں کے ماتم کیلئے الگ جگہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ہر آبادی میں چند گھروں کے ساتھ دکان بھی بناتے تھے۔ ان لوگوں کے ہاں ان مکانات کی تعمیر کے اختتام پر ایک دعوت طعام دی جاتی تھی۔ جس میں دوست احباب کو بلایا جاتا تھا۔ اس کو دعوت وکیرہ کہتے تھے۔ وکیرہ: وکر سے لیا گیا ہے جس کے معنی مکان یا قرارگاہ کے ہیں۔ انہی گھروں میں مختلف خاندان اور قبیلوں کے ہاں اپنی انفرادیت قائم کرنے کے لئے کچھ خصوصی برتن استعمال ہوتے تھے جن کا مختصر تعارف یہ ہے۔

پانی کے برتن [1]

① قعب: بے ڈھنگا چھوٹا سا پیالہ جس سے صرف ایک آدمی پانی پی سکتا تھا۔

② قدح: القاموس میں ہے کہ اس میں دو یا تین آدمی کفایت رکھتے تھے۔

③ عس: اس سے تین یا چار آدمی مشروب پی لیتے تھے۔

④ تبن: ایک پیالہ جو بیس آدمیوں کو کفایت کرتا تھا۔

⑤ صحن: یہ بڑا پیالہ ہوتا تھا جس سے کئی آدمی سیراب ہوتے تھے۔

کھانے کے برتن [2]

① دسیعہ: دسیعہ بروزن کریمہ ہے۔ چھوٹا سا برتن جس سے ایک آدمی بھی سیر نہیں ہوتا تھا۔

② صحفہ: وہ برتن جس سے ایک آدمی سیر ہو جائے صحفۃ کہلاتا تھا۔

---

[1] بلوغ الارب، ۲/ ۲۵۳۔ [2] بلوغ الارب، ۲/ ۲۵۴۔

③ مکتلہ: جو دو یا تین آدمیوں کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

④ قصعہ: جو برتن چار یا پانچ انسانوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔

⑤ جفنہ: سب سے بڑا برتن جس سے کئی آدمی کھانا کھا لیتے تھے۔

ان گھروں میں سب سے زیادہ فخر والی اشیاء آلات حرب تھے۔ ان آلات میں تلوار عربوں کا بہترین اور مشہور ہتھیار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں تلواروں کے بے شمار نام ملتے ہیں جن کا ذکر عرب شعراء کے کلام میں ملتا ہے۔ البتہ ان کے ہاں سب سے اعلیٰ تلوار مشرفی سمجھی جاتی تھی۔ [1]

یہاں تک نبی کریم ﷺ کی جائے پیدائش کے باسیوں کے ملک، علاقہ، قبائل، ادیان، کلچر، تہذیب وتمدن اور گھروں کی بناوٹ اور گھریلو حالات کو بیان کیا گیا ہے، تاکہ اگلے صفحات میں یہ تقابل کیا جا سکے کہ نبی کریم ﷺ نے اس معاشرے اوران گھروں کے باسیوں کی زندگی سے تمام تکلفات اور نافرمانی کے امور کو کس طرح نکال پھینکا اور اس کی جگہ اسلام کی سادہ اور صاف ستھری تہذیب کو متعارف کرا دیا۔ یعنی کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں دے دیا اور ان کے گلوں سے سارے خود ساختہ بوجھ اتار دیئے۔ یہی آپ کی بعثت کا مقصد ومنشا تھا جس کو قرآن نے اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ﴾ [2]

"وہ ان کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور ان کو برائی سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان کے سروں پر سے بوجھ اور طوق اتارتے ہیں۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اس وصف مبارک کا پرزور انداز میں ذکر کیا ہے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے اس قرآنی نکتہ کے پیش نظر اپنی شب وروز کی محنت

---

[1] بلوغ الارب، ۲/ ۵۹۸۔ [2] ۷/ الاعراف: ۱۵۷۔

شاقہ سے جاہلیت کی تہذیب وتمدن اور کلچر کو یکسر تبدیل کر کے بنی نوع انسان کو آسان اور سادہ ترین منہج اور اسلوب عطا فرمایا، ہر رویے اور طریقے کو نکھار کر پیش کیا۔

انہی سماجی اور معاشرتی تبدیلیوں کا ذکر مولانا الطاف حسین حالی نے یوں کیا ہے۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ھادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اِک لگن دِل میں سب کے لگا دی
اِک آواز میں سوئی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل ہر پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نامِ حق سے

باب دوئم: تعارف، مقام و مرتبہ اور خاندان میں آپ ﷺ کی حیثیت

فصل اوّل: نبی کریم ﷺ کے آباء و اجداد

حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ نسب عبداللہ سے عدنان تک معلوم اور مستند ہے مگر عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک اس میں مختلف آراء ہیں۔ اس سلسلے میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ نسب بیان کرنے والوں نے غلط بیانی کی ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور بہت پھیلی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عدنان تک چالیس پشتیں بیان کی جاتی ہیں۔ عدنان سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک سلسلہ نسب کی شخصیتوں کے مختصر احوال درج ذیل ہیں:

① عدنان: یہ پہلے آدمی تھے جنھوں نے کعبہ کو چمڑے کا غلاف پہنایا۔ عدنان، عدن (قیام کرنا) سے ماخوذ ہے یوں عدنان کے معنی ہوئے "قیام کرنے والا"۔ یہ چھٹی صدی قبل مسیح میں بخت نصر کے ہم عصر تھے۔

② معد: اس نام کے معنی "طاقتور" کے ہیں۔ بخت نصر کے دور میں ان کی عمر 12 سال تھی۔ بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کیا تو اس نے معد کو قتل کرنا چاہا مگر اس کے لشکر میں سے ایک نبی کے کہنے پر چھوڑ دیا کہ "اس کی اولاد میں نبوت ہوگی"۔

③ نزار: معنی ہیں "یگانہ روزگار"۔ ان کی پیدائش کے وقت معد نے ان کی آنکھوں میں نبوت کی روشنی دیکھی، اس لئے انہیں یہ نام دیا۔

④ مضر: جو بھی انہیں دیکھتا تھا ان کی خوبصورتی سے متاثر ہوتا۔ ان کے سفید رنگ کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا جو کہ مضیرہ سے ماخوذ ہے اور "مضیرہ" کے معنی ہیں "سفید دودھ"۔

⑤ الیاس: معنی ہیں "شجاع" جب یہ جوان ہوئے تو انہوں نے بنو اسماعیل کو دوبارہ اسماعیل علیہ السلام کے طریقے پر کاربند کیا۔ اہل عرب ان کی حکمت و دانائی کی تعریف کرتے تھے۔

⑥ مدرکہ: بلاذری اور شاطبی کے بقول ان کا اصل نام عمرو تھا۔ مدرکہ کے معنی "پالینے والا" ایک سفر میں انہوں نے جنگلی خرگوش سے ڈر کر بھاگے ہوئے گمشدہ اونٹ پالئے تھے۔

⑦ خزیمہ: یہ ''خزیمہ'' کی تصغیر ہے جس کے معنی ہیں کھجور کی طرح کا درخت جس کے پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں۔ خزیمہ اعلیٰ اخلاق والے تھے اور ملت ابراہیمی پر فوت ہوئے۔

⑧ کنانہ: اس کے معنی ہیں ''ترکش'' اور کنانہ ترکش کی طرح اپنی قوم کے لئے پردہ اور مامن تھے۔ یہ بہت معزز اور علم و فضل والے تھے جس کی وجہ سے اہل عرب ان سے رجوع کرتے تھے۔ ان سے خواب میں پوچھا گیا کہ جاہ وحشمت، تعمیرات اور مال ومتاع میں سے کون سی چیز چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ''تمام چیزیں، اے رب!'' یوں یہ تمام اوصاف قریش کو ودیعت ہوئے۔

⑨ نضر: ان کے چہرے کی نضرت (تروتازگی) اور خوبصورتی کے باعث ان کا یہ نام پڑا۔ ایک قول کے مطابق انہیں کا لقب قریش تھا۔

⑩ مالک: ان کی کنیت ابوحارث اور ان کی والدہ عاتکہ تھیں۔ ان کا مشہور قول ہے: ''اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خوبصورت چہرے اپنے عیبوں کو چھپا لیتے ہیں۔ جب ان کے عیب ظاہر ہو جائیں تو پھر ان کی صورت پر نہ جاؤ۔''

⑪ فہر: معنی ہیں ''ہتھیلی کے برابر پتھر'' ان کی کنیت ابو غالب تھی۔ ایک قول کے مطابق فہر ہی کا لقب قریش تھا۔ قریش ایک سمندری حیوان (غالباً وہیل) کا نام ہے۔ جو تمام بحری حیوانات پر غالب رہتا ہے۔ یوں قوت وطاقت کے وصف کی بنا پر ان کا نام قریش (طاقتور) پڑ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا تھا۔ جبکہ فہر ان کا لقب تھا۔

⑫ غالب: ان کے دوسرے بیٹے تیم الادرم کی نسبت سے ان کی کنیت ابو تیم تھی۔ ایک جبڑا ناقص ہونے کے باعث تیم کو الادرم کہا جاتا تھا غالباً کاہن بھی تھے۔

⑬ لؤی: ایک قول کے مطابق ان کا نام لأی (سست) سے مشتق ہے اور دوسرے قول کی رو سے لواء (پرچم) سے ماخوذ ہے یہ بڑے بردبار اور حکمت والے تھے۔ ان کے یہ قول مشہور ہیں:

''جس نے ہمیشہ نیکی کی اس کی نیکی کبھی ختم نہ ہوگی اور مسلسل اس کا تذکرہ ہوتا رہے گا۔''

''جس پر نیکی کی جائے اسے چاہے کہ اس کا تذکرہ کرے اور نیکی کرنے والے

کو چاہیے کہ لوگوں میں چرچا نہ کرے۔"

⑭ کعب: لفظ "کعب" کے معنی ہیں "ٹخنہ" اور قدم پر ٹخنے کی اونچائی کے باعث یہ شرف وعزت کے معنی بھی دیتا ہے کعب کی شرف وعزت عرب میں اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی وفات سے برسوں کا تعین کیا جانے لگا اور یہ سلسلہ عام الفیل تک جاری رہا۔ ایک قول کے مطابق کعب ہی نے یوم عروبہ کا نام بدل کر یوم جمعہ رکھا۔ ان کی کنیت ابوہصیص تھی۔ ان کا زمانہ نبی کریم ﷺ سے 560 سال پہلے تھا۔ انہوں نے خطبے میں سب سے پہلے "اما بعد" کا استعمال شروع کیا۔ ان کے بیٹے عدی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جد امجد تھے۔

⑮ مرہ: اس نام کے ایک معنی "قوی" ہیں اور تلخ مزاج شخص کو بھی "مرہ" کہتے ہیں۔ ان کی کنیت ابو یقظہ تھی۔ ان کے بیٹے تیم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جدِ امجد تھے۔ یقظہ کی نسل سے بنو مخزوم تھے۔

⑯ کلاب: یہ شکار کے بہت شوقین تھے اور کتوں کے ساتھ کسی علاقے سے گزرتے تو لوگ کہتے کہ ھذہ کلاب ابن مرہ (یہ ابن مرہ کے کتے ہیں) اس طرح ابن مرہ کا نام ہی کلاب پڑ گیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کلاب باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں "باہم دشمنی کرنا۔" ان کی کنیت ابوزہرہ تھی۔ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے سونے سے آراستہ دو تلواریں کعبے کے اندر رکھیں۔

⑰ قصی: ان کا اصل نام زید تھا۔ یہ شیر خوار تھے جب ان کے والد کلاب فوت ہو گئے اور ان کی والدہ فاطمہ بنت سعد نے ربیعہ بن حرام قضاعی سے شادی کر لی جو انہیں شام لے گئے۔ یوں زید اپنے اصل گھر سے دور ہونے کے باعث قصی کہلائے تو قصی (دور ہونے والا) کا اسم تصغیر ہے۔ بڑے ہوئے تو آل ربیعہ سے جھگڑا ہوا اور ان سے غریب الدیار ہونے کا طعنہ سن کر قصی نے والدہ سے اپنی ولدیت کی حقیقت پوچھی اور پھر ان کی اجازت سے مکہ چلے آئے۔ بطحا پر قابض بنو خزاعہ میں حبی نامی خاتون سے ان کی شادی ہوئی اور ان کے سسر حلیل بن حبشیہ کی وفات پر اس کے بیٹے ابوغبشان محرش نے کعبہ کی تولیّت قصی کے ہاتھ بیچ دی۔ قصی نے تولیّت کعبہ ملنے پر مکہ میں دار الندوہ قائم کیا جہاں قریش جلسہ یا جنگ کی تیاری کرتے۔ قافلے بھی

یہیں سے روانہ ہوتے۔ نکاح وغیرہ کی رسوم بھی وہیں ادا ہوتیں۔ اس کے علاوہ سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے) اور رفادہ (حاجیوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرنے) کے مناصب تفویض ہوتے۔ ان کے ایما پر قریش نے رفادہ کے لئے ایک سالانہ رقم مقرر کی۔ قصی نے چرمی حوض بنوائے جن میں حاجیوں کے لئے پانی بھر دیا جاتا۔ حجاج کے لئے پانی باہر سے لایا جاتا اور اس میں کھجور کا شیرہ اور انگور نچوڑ کر اسے اور خوش ذائقہ بنایا جاتا۔ مشعر حرام بھی انہی کی ایجاد ہے جس پر ایام حج میں چراغ جلاتے تھے۔ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی حکومت حاصل ہونے پر قصی نے قریش کو تمام اطراف سے بلا کر مکہ میں آباد کیا۔ انہوں نے کعبہ شریف اور مکانات کے درمیان جگہ کا نام المفروش رکھا جسے اب حرم یا مطاف کہا جاتا ہے۔ قصی کا زمانہ 431ء یا 473ء تھا۔ انہوں نے مرتے وقت سقایہ اور رفادہ کے منصب اپنے بیٹے عبدالدار کو سونپ دیئے اگر چہ وہ اس قدر ران کا اہل نہ تھا۔

⑱ عبد مناف: قصی کے بعد قریش کی ریاست عبد مناف نے حاصل کی۔ ان کا اصل نام مغیرہ اور لقب عبد مناۃ تھا۔ بعد میں قصی نے عبد مناۃ بن کنانہ سے مشابہت کے باعث ان کا لقب بدل کر عبد مناف کر دیا۔ مناف کے معنی ہیں شرف کا مقام اور مناف دور جاہلیت کا ایک بت بھی تھا، اس نسبت سے وہ عبد مناف کہلائے۔ ان کی کنیت ابو شمس تھی۔ انہوں نے قصی کی بنا کردہ عمارات مکمل کیں۔ عبد مناف کے بھائی عبد العزیٰ کے بیٹے اسد تھے۔ جن کی پوتی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی شادی ہوئی۔

⑲ ہاشم: عبد مناف کے بیٹوں میں یہ نہایت صاحب صولت اور با اثر تھے انہوں نے اپنے بھائیوں کی مدد سے سقایہ اور رفادہ کے مناصب عبدالدار سے واپس لے لئے۔ ہاشم کا نام عمرو العلا تھا ہاشم لقب اور کنیت ابو نضلہ تھی۔ "ہاشم" کے معنی ہیں "روٹی کو چورا کرنے والا۔" وہ شدید قحط کے سال میں فلسطین گئے وہاں سے آٹا اونٹوں پر لدوا کر مکہ لائے، اس کی روٹیاں پکوائیں، پھر ان کا چورا بنا کر ثرید تیار کیا اور مکہ والوں کو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھلایا، اس لئے ان کا لقب ہاشم پڑ گیا۔ انہوں نے قیصر روم سے خط و کتابت کر کے فرمان جاری کروایا کہ قریش کے مال تجارت پر کوئی محصول نہ لیا جائے۔ نجاشی حبش سے بھی اسی قسم کا فرمان حاصل کیا۔ قریشی

تاجر انگورہ (انقرہ) جاتے تو قیصر روم عزت سے پیش آتا۔ ایک بار ہاشم تجارت کے لئے شام روانہ ہوئے۔ راستے میں یثرب کے میلے میں ایک حسین عورت سلمیٰ نامی دیکھی جو بنونجار سے تھی۔ ہاشم کی خواہش پر سلمیٰ نے ان سے نکاح کر لیا۔ شادی کے بعد شام چلے گئے اور غزہ (فلسطین) میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے۔ بعد میں سلمیٰ سے ان کا بیٹا شیبہ پیدا ہوا جس نے آٹھ برس یثرب میں پرورش پائی۔ پھر ہاشم کے بھائی مطلب بھتیجے کو مکہ لے آئے۔

⑳ عبدالمطلب: چونکہ شیبہ کی پرورش ان کے چچا مطلب نے کی، اس لئے ان کا نام عبدالمطلب یعنی "مطلب" کا غلام "مشہور" ہو گیا۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ چاہ زمزم جو ایک مدت پہلے ریت سے اَٹ کر گم ہو گیا تھا۔ انہوں نے اس کا پتہ لگایا اور کھدوا کر نئے سرے سے جاری کیا۔ انہوں نے منت مانی تھی کہ اگر دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان ہوتا ہوا دیکھ لیں گے تو ایک بیٹا اللہ کی راہ میں قربان کر دیں گے۔ یہ آرزو پوری ہوئی تو دس بیٹوں کو لے کر کعبہ آئے اور پجاری سے قرعہ ڈالنے کو کہا۔ اتفاق سے قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔ عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں کہ ان کے بدلے دس اونٹ قربان کر دیجئے۔ دوبارہ قرعہ ڈالا مگر عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب نے اب دس کی بجائے بیس اونٹ کر دیئے یہاں تک کہ تعداد بڑھاتے بڑھاتے سو اونٹ ہو گئی، تب اونٹوں پر قرعہ آیا۔ یوں سو اونٹ قربان کرنے پر عبداللہ بچ گئے۔ یہ واقدی کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ اونٹوں کے معاوضہ کی تدبیر روسا قریش نے پیش کی تھی۔ عبدالمطلب کی کنیت "ابو حارث" اور ابوالبطحاء تھی۔ ان کا انتقال 578ء یا 579ء میں ہوا۔

عبدالمطلب بڑے خوبصورت، طویل قامت، دانشور اور فصاحت و بلاغت میں مشہور تھے۔ وہ ملت ابراہیمی کے مطابق اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ رمضان کا پورا مہینہ جبل حرا پر عبادت میں گزرتا۔ غرباء اور مساکین حتیٰ کہ وحشی جانوروں اور پرندوں کو کھانا کھلاتے۔ شراب نوشی، محرم عورتوں سے نکاح اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے سخت متنفر تھے۔ حطیم میں ان کے بیٹھنے کے لئے غلیچہ بچھا رہتا تھا جس پر کوئی دوسرا آدمی نہیں بیٹھتا تھا۔

عبدالمطلب کے بارہ بیٹوں میں سے پانچ نے اسلام یا کفر کی خصوصیت کے باعث

شہرت پائی وہ تھے ابولہب، ابو طالب، عبداللہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ۔ ابولہب گورے اور آتشیں رخسار تھے۔ اس لئے انہیں باپ نے یہ نام دیا تھا۔ عبدالمطلب کے دوسرے بیٹوں کے نام ضرار، قثم، زبیر، مقوم، حارث، عبدالکعبہ اور الغیداق تھے۔ عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے اور عبداللہ و آمنہ کے بیٹے کا نام محمد ﷺ رکھا اور آپ کی آٹھ سال پرورش کی۔

عبداللہ اونٹوں کے نام قرعہ نکلنے پر عبداللہ قربانی سے بچ گئے تو عبدالمطلب کو ان کی شادی کی فکر ہوئی، چنانچہ انہوں نے قبیلہ زہرہ کے رئیس وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ سے ان کی شادی کر دی۔ خود عبدالمطلب نے بھی وہب کی صاحبزادی ہالہ سے نکاح کر لیا جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یوں حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ٹھہرے۔ ایک روایت کے مطابق آمنہ سے شادی کے وقت عبداللہ کی عمر 17 برس سے کچھ اوپر تھی۔ وہ تجارت کیلئے شام گئے تو واپسی پر یثرب میں بیمار ہو کر فوت ہو گئے عبداللہ نے ترکہ میں اونٹ، بکریاں اور ایک لونڈی چھوڑی جس کا نام برکہ اور کنیت ام ایمن تھی۔ عبداللہ کی وفات کے ایک ماہ بعد 9 ربیع الاول مطابق 22 اپریل 571ء کو حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی۔ (تاریخ ولادت کی تحقیق آگے آئے گی)۔ [1]

والدِ ماجد کے بہن بھائی

سردار عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے:

1. عبداللہ
2. ابو طالب، (ان کا نام عبد مناف تھا)
3. زبیر، (ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھی)۔
4. عباس، (جو کہ خلفائے عباسیہ کے جدامجد ہیں)۔
5. ضرار، (ان دونوں کی والدہ نتیلہ عمریہ تھی)۔
6. حمزہ، (جو سید الشہداء ہیں)۔

---

[1] الرحیق المختوم، ص۷٦؛ سیرت المصطفیٰ، ص۱۹؛ تاریخ اسلام، ص ۳۳؛ اٹلس سیرت نبوی ﷺ، ص ۵۰؛ خیر القرون، ص۲٦۱۔

⑦ مقوم، (ان دونوں کی والدہ ہالہ بنت وہیب تھی)۔

⑧ ابولہب عبدالعزیٰ، (اس کی والدہ بنو خزاعہ سے تھیں)۔

⑨ حارث، (ان کی والدہ صفیہ تھیں جن کا تعلق بنو عامر بن صعصعہ سے تھا)۔

⑩ غیداق، (ان کا نام حجل تھا اور ماں کا نام ممنعہ تھا)

عبدالمطلب کی بیٹیاں

① صفیہ ② ام حکیم بیضاء ③ عاتکہ ④ امیمہ

⑤ اروی ⑥ برہ۔

آپ ﷺ کے چچاؤں میں سے صرف حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہما کو اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا اور پھوپھیوں میں سے بالاتفاق حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، لمبی عمر پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 20 ہجری میں فوت ہوئیں اس وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔

آپ ﷺ کے والد عبداللہ سردار عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انہیں ''ذبیح ثانی'' بھی کہا جاتا ہے (تفصیل پیچھے ص ۴۹ پر گزر چکی ہے) کیونکہ ان کے بدلے سو (۱۰۰) اونٹ ذبح کئے گئے۔ جب کہ ذبیح اول حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ [1]

[1] ''نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب'' از محمد اشرف شریف، ص/۳۹۔

نسب مبارک

عدنان سے اوپر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک نسب مختلف فیہ ہے لیکن سب مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ [1]

پہلا حصہ

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ [2]

دوسرا حصہ

عدنان بن اد بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن اُبی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاہم بن ناحش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یلحن بن اُرعوی بن عیض بن دیشان بن عیصر بن افناد بن ایہام بن مقصر بن ناحث بن زراح بن سمی بن مزی بن عوضہ بن عرام بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام۔ [3]

تیسرا حصہ

جناب ابراہیم علیہ السلام بن تارح (آزر) بن ناحور بن ساروع (یا ساروغ) بن راعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ بن یرد بن مہلائیل بن قینان بن آنوشہ بن شیث بن آدم علیہ السلام۔ [4]

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "معد بن عدنان بن اُددبن زند بن بَرَیٰ بن اُعراق الثَّریٰ" سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

---

[1] الرحيق المختوم، ص٧٥۔ [2] سيرت ابن هشام: ٢/ ١، ٢۔ رحمة للعالمين: ٢/ ١١ تا ١٤، ٥٢۔ [3] رحمة للعالمين: ٢/ ١٤ تا ١٧۔ [4] ابن هشام: ١/ ٢ تا ٤۔

"السیرۃ النبویۃ" میں یوں مرقوم ہے:

عدنان بن اُدد مُقوّم بن ناحور بن تَیرح بن یعرب بن یَشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراہیم الخلیل علیہ السلام۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں ایسے ہی لکھا ہے۔

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نسب یوں ہے: آمنہ بنت وہب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب بن مُرَّہ بن کعب بن لوی۔۔۔ الخ۔ گویا نبی کریم ﷺ حسب ونسب کے لحاظ سے اپنے والد اور والدہ دونوں طرف سے اشرف اور افضل ہیں۔

سرور دو عالم ﷺ تاریخ انسانی کی وہ واحد شخصیت ہیں جن کا سلسلہ نسب 25، 30، 40 پشتوں تک اس طرح تفصیلات کے ساتھ محفوظ ہے کہ اگر پوچھا جائے کہ آپ ﷺ کے پردادا کے پردادا کا نام یا ان کی والدہ کا نام کیا ہے اور ان کی والدہ کی شادی کہاں ہوئی تھی؟ ان کے شوہر کون تھے؟ اس کے کتنے بھائی تھے؟ ان کے بھتیجے اور بھانجیوں کی تعداد کیا تھی؟ ان سب سوالات کا جواب علم الانساب کی مستند کتابوں سے مل سکتا ہے۔ [1]

خاندان کا مقام ومرتبہ

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ان اللہ عزوجل اصطفی کنانۃ من ولد اسماعیل علیہ السلام واصطفی قریشاً من کنانۃ واصطفی من قریشٍ بنی ہاشم، واصطفانی من بنی ہاشم)) [2]

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب فرمایا پھر اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ کی نسل سے قریش کو چنا پھر قریش سے بنو ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم سے میرا انتخاب کیا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے خلق کی تخلیق فرمائی تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں بنایا، پھر قبائل کو چنا تو مجھے سب سے اچھے قبیلے کے اندر

---

[1] الرحیق المختوم، ص۷۸۔ [2] صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۲۷۶۔

بنایا، پھر گھرانوں کو چنا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا۔ لہٰذا میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہوں اور اپنے گھرانے کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہوں۔'' [1]

ابن ہشام کے مطابق پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں یعنی ۴۶۰ میں آنحضرت ﷺ کے پردادا کے دادا قصی نے تقریباً بادشاہت کی سی حیثیت حاصل کر لی تھی اور وہ بیت اللہ کا دینی سربراہ بن گیا تھا۔ جس کی زیارت کے لیے عرب کے گوشے گوشے سے آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ مکہ پر قصی کے تسلط کا یہ واقعہ پانچویں صدی عیسوی کے وسط یعنی ۴۴۰ء کا ہے۔ [2] قصی نے مکہ کا بندوبست اس طرح کیا کہ قریش کو اطراف مکہ سے بلا کر پورا شہر ان پر تقسیم کر دیا ہر خاندان کی بودوباش کا ٹھکانا مقرر کر دیا۔ البتہ مہینے آگے پیچھے کرنے والوں کو، نیز آل صفوان، بنو مرہ بن عوف کو ان کے مناصب پر برقرار رکھا۔ کیونکہ قصی سمجھتا تھا کہ یہ بھی دین ہے جس میں ردوبدل کرنا درست نہیں۔ [3] قصی کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے حرم کعبہ کے شمال میں دارالندوہ تعمیر کیا۔ (اس کا دروازہ مسجد کی طرف تھا) دارالندوہ درحقیقت قریش کی پارلیمنٹ تھی جہاں تمام بڑے بڑے اور اہم معاملات کے فیصلے ہوتے تھے۔ قریش پر دارالندوہ کے بڑے احسانات ہیں کیونکہ یہ ان کی وحدت کا ضامن تھا اور یہیں ان کے الجھے ہوئے مسائل بحسن و خوبی طے ہوتے تھے۔ [4]

قصی کو سربراہی اور عظمت کے حسب ذیل مراتب حاصل تھے:

① دارالندوہ کی صدارت، جہاں بڑے بڑے معاملات کے متعلق مشورے ہوتے تھے اور جہاں لوگ اپنی لڑکیوں کی شادیاں بھی کرتے تھے۔

② لِواء۔ یعنی جنگ کا پرچم قصی ہی کے ہاتھوں باندھا جاتا تھا۔

③ حجابت۔ یعنی خانہ کعبہ کی پاسبانی، اس کا مطلب یہ ہے کہ خانہ کعبہ کا دروازہ قصی ہی کھولتا تھا اور وہی خانہ کعبہ کی خدمت اور کلید برداری کا کام انجام دیتا تھا۔ [5]

④ سقایہ (پانی پلانا)۔ اس کی صورت یہ تھی کہ کچھ حوضوں میں حاجیوں کے لئے پانی بھر دیا

---

[1] جامع الترمذی، رقم الحدیث: ۳٦۰۷۔ [2] الرحیق المختوم، ص٥٢۔

[3] سیرت النبی ﷺ کامل: ١/ ١٢٤ (اردو ترجمہ عبدالجلیل صدیقی)۔

[4] الطبقات: ١/ ١٠٥؛ الرحیق المختوم، ص٥٤۔ [5] الرحیق المختوم، ص٥٤۔

جاتا تھا اور اس میں کچھ کھجوریں اور کشمش ڈال کر اسے شیریں بنا دیا جاتا جب حجاج مکہ آتے تھے تو اسے پیتے تھے۔ ❶

⑤ رفادہ (حاجیوں کی میزبانی)۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حاجیوں کے لئے بطور ضیافت کھانا تیار کیا جاتا تھا اس مقصد کے لئے قصی نے قریش پر ایک خاص رقم مقرر کر رکھی تھی، جو موسم حج میں قصی کے پاس جمع کی جاتی تھی۔ قصی اس رقم سے حاجیوں کے لئے کھانا تیار کراتا تھا۔ جو لوگ تنگ دست ہوتے، یا جن کے پاس توشہ نہ ہوتا وہ یہی کھانا کھاتے تھے۔ ❷

یہ سارے مناصب قصی کو حاصل تھے، قصی کا پہلا بیٹا عبدالدار تھا، مگر اس کے بجائے دوسرا بیٹا عبد مناف، قصی کی زندگی ہی میں شرف و سیادت کے مقام پر پہنچ گیا تھا۔ اسی لئے قصی نے عبدالدار سے کہا کہ یہ لوگ شرف و سیادت میں تم پر بازی لے جاچکے ہیں مگر میں تمہیں ان کے ہم پلہ کر کے رہوں گا چنانچہ قصی نے اپنے سارے منصب اور اعزازات کی وصیت عبدالدار کے لیے کر دی۔ چونکہ کسی کام میں قصی کی مخالفت نہیں کی جاتی تھی اور نہ اس کی کوئی بات مسترد کی جاتی تھی بلکہ اس کا ہر اقدام اس کی زندگی میں بھی اور اس کی موت کے بعد بھی واجب الاتباع دین سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے کسی نزاع کے بغیر اس کی وصیت قائم رکھی۔ لیکن جب عبد مناف کی وفات ہوگئی تو اس کے بیٹوں کا ان مناصب کے سلسلے میں اپنے چچیرے بھائیوں یعنی عبدالدار کی اولاد سے جھگڑا ہوا۔ اس کے نتیجے میں قریش دو گروہ میں بٹ گئے اور قریب تھا کہ دونوں میں جنگ ہو جاتی مگر پھر انہوں نے صلح کی آواز بلند کی اور ان مناصب کو باہم تقسیم کر لیا۔

چنانچہ سقایت اور رفادہ کے مناصب بنو عبد مناف کو دیئے گئے اور دارالندوہ کی سربراہی لواء اور حجابت بنو عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔ پھر بنو عبد مناف نے اپنے حاصل شدہ مناصب کے لئے قرعہ ڈالا تو قرعہ ہاشم بن عبد مناف کے نام نکلا۔ لہٰذا ہاشم ہی نے اپنی زندگی بھر سقایہ و رفادہ کا انتظام کیا۔ ❸

البتہ جب ہاشم کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھائی مطلب نے ان کی جانشینی کی مگر مطلب

---

❶ ابن هشام، ۱/ ۱۲۹۔ ❷ ایضا، ۱/ ۱۳۰۔ ❸ ایضا، ۱/ ۱۷٤۔

کے بعد ان کے بھتیجے عبدالمطلب بن ہاشم نے جو رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے۔ یہ منصب سنبھال لیا انہی کے ہاتھوں چاہ زمزم کا واقعہ پیش آیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ انہیں اس کی جگہ بھی بتائی گئی۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد کھدائی شروع کی اور رفتہ رفتہ وہ چیزیں برآمد ہوئیں جو بنو جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت چاہ زمزم میں دفن کی تھیں۔ یعنی تلواریں، زرہیں، اور سونے کے دونوں ہرن۔ عبدالمطلب نے تلواروں سے کعبے کا دروازہ ڈھالا۔ سونے کے دونوں ہرن بھی دروازے ہی میں فٹ کئے اور حاجیوں کو زمزم پلانے کا بندوبست کیا۔ [1]

کھدائی کے دوران یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ جب زمزم کا کنواں نمودار ہو گیا تو قریش نے عبدالمطلب سے جھگڑا شروع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شریک کر لو۔ عبدالمطلب نے کہا میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اس کام کے لئے مخصوص کیا گیا ہوں لیکن قریش کے لوگ باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ فیصلے کے لئے بنو سعد کی ایک کاہنہ عورت کے پاس جانا طے ہوا اور لوگ مکہ سے روانہ بھی ہو گئے لیکن راستے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی علامات دکھلائیں کہ وہ سمجھ گئے کہ زمزم کا کام قدرت کی طرف سے عبدالمطلب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے راستے ہی سے پلٹ آئے۔ یہی موقع تھا جب عبدالمطلب نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے انہیں دس لڑکے عطا کئے اور وہ سب کے سب اس عمر کو پہنچے کہ ان کا بچاؤ کر سکیں تو وہ ایک لڑکے کو کعبہ کے پاس قربان کر دیں گے۔

عبدالمطلب کے بعد ان کی اولاد ان کی جانشین ہوئی یہاں تک کہ جب اسلام کا دور آیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس منصب پر فائز تھے۔ [2]

ان کے علاوہ کچھ اور مناصب بھی تھے جنہیں قریش نے باہم تقسیم کر رکھا تھا۔ ان مناصب اور انتظامات کے ذریعے قریش نے ایک چھوٹی سی حکومت بلکہ حکومت نما انتظامیہ قائم کر رکھی تھی جس کے سرکاری ادارے اور تشکیلات کچھ اسی ڈھنگ کی سی تھیں جیسی آج کل کی پارلیمانی مجلسیں اور ادارے ہوا کرتے ہیں۔ ان مناصب کا خاکہ حسب ذیل ہے:

---

[1] مختصر سیرت الرسول ﷺ، از محمد بن عبدالوهاب، شیخ الاسلام، ص ٤١ـ٤٢۔

[2] ابن هشام، ١/ ١١٠۔

① ایسار: یعنی فال گیری اور قسمت دریافت کرنے کے لئے بتوں کے پاس جو تیر رکھے رہتے تھے ان کی تولیت۔ یہ منصب بنو جمع کو حاصل تھا۔

② مالیات کا نظم: یعنی بتوں کے تقرب کے لئے جو نذرانے اور قربانیاں پیش کی جاتی تھیں ان کا انتظام کرنا، نیز جھگڑے اور مقدمات کا فیصلہ کرنا۔ یہ کام بنو سہم کو سونپا گیا تھا۔

③ شوریٰ: یہ اعزاز بنو اسد کو حاصل تھا۔

④ اشناق: یعنی دیت اور جرمانوں کا نظم۔ اس منصب پر بنو تیم فائز تھے۔

⑤ عقاب: یعنی قومی پرچم کی علمبرداری۔ یہ بنو امیہ کا کام تھا۔

⑥ قبہ: یعنی فوجی کیمپ کا انتظام اور شہسواروں کی قیادت۔ یہ بنو مخزوم کے حصے میں آیا تھا۔

⑦ سفارت: بنو عدی کا منصب تھا۔ [1]

خاندان نبوت کا اس معاشرے میں مقام و مرتبہ سمجھنے کیلئے کچھ چیزیں خاندان نبوت کے تعارف کے تحت بیان کر دی گئی مزید وضاحت کیلئے آپ ﷺ کے جدامجد عمرو بن عبد مناف (جو ہاشم کے لقب سے معروف تھے اور آپ ﷺ اس کی نسبت سے ہاشمی کہلاتے تھے) کی بے مثال تجارتی خدمات کا تذکرہ بھی ضروری ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ قریش کا پیشہ تجارت تھا نہ صرف اس قدر بلکہ زراعت ان کے نزدیک ذلیل ترین پیشہ تھا۔ [2]

عمرو بن عبد مناف ہاشم نے عربوں کے تجارتی قافلوں کو قیصر و نجاشی کے علاقوں میں ٹیکسوں سے مستثنیٰ کرایا۔ [3] بیت اللہ کیلئے اپنی خدمات نہایت خوبی سے ادا کرتے تھے حجاج کرام کو بڑی فیاضی اور سیر چشمی سے کھلاتے تھے۔ چرمی حوضوں میں پانی بھروا کر سبیل لگواتے تھے۔ [4]

بنو ہاشم اور قریش نے اس دور میں قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ اور والیان یمن سے ایلاف یعنی منشور تجارت حاصل کر لیا تھا کہ ان ممالک سے بلا خوف و خطر کاروانِ تجارت لایا اور لے جایا کریں۔

---

[1] تاریخ ارض القرآن، ۲/ ۱۰۵۔ [2] ایضاً، ص۳۳۶۔
[3] ایضاً، ص۳۳۷۔ [4] اٹلس سیرت نبوی ﷺ، ص۷۱۔

مزید اپنی تحقیق سے ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ عرب کا شمال، جنوب مشرق، مغرب اور وسط ہر حصہ قریشی ایلاف کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا اس سہولت اور بندوبست سے ان کے میلے اور کاروان تجارت مامون ومحفوظ ہوئے۔ ❶ جس کا ذکر قرآن مجید میں مختصر سورۃ القریش میں ہے۔

سردار عبدالمطلب مستجاب الدعوات شخص تھے اپنے دستر خوان سے قصداً پرندوں اور جانوروں کے لئے خوراک بچا لیتے تھے اور پہاڑوں پر لے جا کر ڈالتے تھے۔ اسی بنا پر ان کو (مطعم الطیر) کہتے تھے وہ بڑے ہی باکمال اور فعال سردار تھے۔ ❷

قریش جہاں سیاسی ومعاشرتی لحاظ سے چودھری تھے وہ عرب کے مشرکانہ مذہب کے پروہت، مذہبی مجاور اور تمام مذہبی امور کے ٹھیکیدار بھی تھے یہ مذہبی ٹھیکیداری سیاسی ومعاشرتی چودھراہٹ بھی تھی اور بجائے خود ایک بڑا کاروبار تھی اس کے ذریعے سارے عرب سے نذریں، نیازیں اور چڑھاوے کھنچے چلے آتے تھے۔ اس کی وجہ سے ان کی دامن بوسیاں ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ سے ان کے قدموں کو چھوا جاتا تھا غرضیکہ سارے عرب میں قریش کی صنعت گری اور مجاوری کی ساری گدیاں قائم تھیں۔ یعنی اس جاہلی معاشرے میں قریش کو ہر قسم کا تقدس حاصل تھا ❸ اور انہیں جیران اللہ کہا جاتا تھا۔ لہٰذا مکے میں قریش کی سرداری اور سربرآوردہ حیثیت مسلم تھی۔ بلاشبہ قریش کا بڑا گہرا اثر موجود تھا۔ مندرجہ بالا تحریر سے یہ بات دلائل وبراہین سے بڑی واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ نبی ﷺ کے خاندان کو اس دور کے معاشرے میں ہر قسم کا تقدس وتفوق حاصل تھا حقیقت میں آپ ﷺ عظیم خاندان کے چشم وچراغ تھے۔

❶ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص: ۳۱۔ ❷ سیرت المغازی، ص۱۱۔

❸ محسن انسانیت، ص۱٤۲؛ تاریخ ارض القران، ص۳۳٦۔

خاندان میں آپ ﷺ کی حیثیت

پیدائش مبارک:

محمد ﷺ مکہ میں بنو ہاشم کے گھرانہ میں ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل یوم دوشنبہ (سوموار) صبح کے وقت ہجرت سے ۵۳ سال قبل پیدا ہوئے۔ ❶ اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا۔ ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی، واقعہ اصحاب الفیل کے ٹھیک ۵۵ دن بعد، یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کی صبح صادق تھی۔ ❷ اس وقت آپ کے والد محترم جناب عبداللہ کی وفات کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔

چند واقعات کی حقیقت

نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی

❶ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، طبری اور ابن خلدون نے ۱۲ ربیع الاول اور حافظ ابن کثیر نے ۱۰ ربیع الاول لکھی ہے مگر سب کا اتفاق ہے کہ دن پیر کا تھا۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی ہے کیونکہ پیر کا دن ۹ تاریخ کے سوا کسی دوسری تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا، ''تاریخ دول العرب والاسلام'' میں محمد طلعت عرب نے ۹ تاریخ کو ہی صحیح قرار دیا ہے نیز تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی۔ محمود فلکی نے جو استدلال کیا ہے وہ کئی صفحوں میں آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: ① صحیح بخاری میں ہے کہ ابراہیم (نبی ﷺ کے صاحبزادے) کے انتقال کے وقت آفتاب کو گہن لگا تھا اور سن ۱۰ھ تھا (اور اس وقت آپ ﷺ کی عمر کا تریسٹھواں سال تھا)۔ ② ریاضی کے قاعدے سے حساب لگانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰ھ کا گہن ۷ جنوری ۶۳۲ء کو ۸ بجکر ۳۰ منٹ پر لگا تھا۔ ③ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری ۶۳ برس پیچھے ہٹیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کا سال ۵۷۱ء ہے جس میں از روئے قواعد ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ ۱۲ اپریل ۵۷۱ء کے مطابق تھی۔ ④ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے لیکن اس قدر متفق علیہ ہے کہ وہ ربیع الاول کا مہینہ اور دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور تاریخ ۸ سے لے کر ۱۲ تک میں منحصر ہے۔ ⑤ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ کا دن نویں تاریخ کو پڑتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر تاریخ ولادت قطعاً ۹ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بنتی ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے بھی ۱۲ ربیع الاول ہی کو وفات کا دن قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) شیخ عبدالقادر جیلانی نبی کریم ﷺ کی ولادت کا دن دس محرم قرار دیتے ہیں۔ یعنی کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن پیدائش نبی ﷺ کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ (غنیۃ الطالبین)

❷ تاریخ خضری: ۱/ ۲۶۔ رحمۃ للعالمین: ۱/ ۳۸؛ الرحیق المختوم، ص ۸۳۔

استنادی حیثیت مشکوک ہے اور یہ روایات صحیحین اور سنن اربعہ کی کتب سے کم تر درجہ کی کتب سے لی گئی ہیں مثلاً:

الف: ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا جب آپ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ [1]

ب: بعض روایات میں ہے کہ ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے۔

ج: مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بحر ساوہ خشک ہو گیا اور اس کے گرجے منہدم ہو گئے یہ بیہقی کی روایت ہے لیکن امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر محدثین نے ان کو درست تسلیم نہیں کیا۔ [2]

د: ولادت باسعادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے عبدالمطلب کے پاس پوتے کی خوشخبری بھجوائی، وہ شاداں وفرحاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ [3] آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ تجویز کیا۔ [4] یہ نام عرب میں معروف نہ تھا پھر عرب کے دستور کے مطابق ساتویں دن ختنہ کیا۔ (ابن ہشام میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔) لیکن ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ اس قسم دیگر واقعات بھی ضعیف اور من گھڑت ہیں اور کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

اسم محمد ﷺ کے حامل چھ اشخاص

قاضی عیاض (م ۱۱۴۹ء/۵۴۴ھ) نے اپنی کتاب ''الشفاء'' میں بیان کیا ہے کہ اسم احمد جو آسمانی کتابوں میں مذکور ہے اور انبیائے کرام نے آپ ﷺ کی آمد کا پیغام سنایا، بہ تقاضائے حکمت الٰہی (یا حسن اتفاق سے) کوئی شخص بھی اس نام سے موسوم نہ ہوا اور نہ ہی اس نام سے کسی کو پکارا گیا، تاکہ ضعیف الاعتقاد اور شکی مزاج انسان کو التباس نہ ہو۔ ایسے ہی اسم محمد ﷺ کو بھی عرب وعجم میں کسی نے بطور نام استعمال نہیں کیا البتہ رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل یہ مشہور ہو گیا تھا کہ محمد ﷺ نامی نبی مبعوث ہو گا پس نبوت کی امید

[1] الطبقات: ١/ ١٦٥، مختصر سيرة الرسول، ص٦٢؛ محسن انسانیت، ص٦٤٧۔
[2] فقه السيره، ص٤٦۔ [3] ابن هشام، ١/ ١٠٨؛ زاد المعاد، ص، ١٨؛ رحمة للعالمين، ١/ ٦٣۔ [4] زاد المعاد، ١/ ١٨۔

میں بعض عرب نے اپنے بیٹوں کا یہ نام تجویز کیا تھا چنانچہ یہ ہیں چھ اشخاص جو اس نام سے موسوم ہوئے۔ ❶

① محمد بن اصیحہ بن جداح اوسی ② محمد سلمہ انصاری

③ محمد بن براء کندی ④ محمد بن سفیان بن جماشع

⑤ محمد بن حمران جعفی ⑥ محمد بن خزاعی سلمی

بعض کہتے ہیں کہ سب سے اول محمد بن سفیان اس نام سے موسوم ہوا۔ یمنی کہتے ہیں محمد بن یحمد ازدی تھا۔

بہر حال جو شخص بھی اس نام سے موسوم ہوا۔ اللہ نے اس کو دعویٰ نبوت سے محفوظ رکھا۔ کسی نے بھی اس کی نبوت کا اقرار کیا ہو یا اس پر نبوت کے کچھ آثار رہوئے ہوں جن سے اشتباہ کا خطرہ لاحق ہو، یہاں تک کہ دونوں باتیں آپ کے لیے بلانزاع محقق ہوگئیں یعنی بذات خود دعوائے نبوت اور عوام کی تائید و تصدیق۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بات سچ ثابت ہوگئی کہ ﴿ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ﴾ (٦/ الانعام: ١٢٤) ”اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے گا۔“

رضاعت

آپ ﷺ کو سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ اسلمیہ، (بعض نے اسے ثوبیہ بھی لکھا ہے) خولہ بنت منذر اور ام ایمن نے دودھ پلایا۔ ❷ ثویبہ کی گود میں اس وقت ایک بچہ تھا جس کا نام مسروح تھا۔ ❸ ثویبہ نے آپ ﷺ سے پہلے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کو اور آپ ﷺ کے بعد ابو سلمہ بن عبدالاسد مخزومی کو بھی دودھ پلایا۔ ❹ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ دودھ حلیمہ بنت ابی ذویب نے پلایا اگر چہ بنو سعد قبیلہ کی ایک عورت جو حضرت حمزہ کی رضاعی ماں تھی انہوں نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ ❺ کل چھ خواتین نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا مگر حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کا ذکر قدرے تفصیل

---

❶ زاد المعاد، ١/ ٥٧، رحمة للعالمين، ص٣٩٣۔ ❷ مختصر سيرة، ص١٣۔

❸ زاد المعاد، ١/ ١٩۔ ❹ الرحيق المختوم، ص٨٤۔ ❺ ايضًا، ص٢٨۔

سے کیا جاتا ہے۔

حلیمہ سعدیہ کی آغوش

دستور کے مطابق عرب کے شہری باشندے اپنے بچوں کو شہری امراض اور انسانی نزاکتوں سے دور رکھنے کیلئے گہوارہ سے ہی ٹھوس عربی زبان سکھانے، محنتی، جفاکش اور نڈر بنانے، صحراؤں کی چھچھلتی ہوئی دھوپ اور ٹھٹھرتی ہوئی سردی کا عادی بنانے، انہیں جری اور قوی بنانے کے لئے بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے اس لئے بھی کہ صحرائی زندگی اور کھلی فضا میں پرورش پانے والے بچے شہریوں کے مقابل غیر معمولی طور پر تیز ہوتے ہیں اس حقیقت کو علامہ اقبال نے اپنے انداز میں یوں پیش کیا ہے:

فطرت کے اصولوں کی کرتا ہے نگہبانی
بندہ صحرائی یا مرد کوہستانی

چنانچہ علاقائی دستور کے مطابق جناب عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو دائی حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ دختر حارث بن عبدالعزی کے حوالے کر دیا۔ اس وقت حارث کی اولاد میں ایک بیٹا عبداللہ اور بیٹی انیسہ کا نام ملتا ہے۔ [1] یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دوہرے رضاعی بھائی تھے۔ آپ کی رضاعت کے دو سال کا دور حلیمہ سعدیہ کے لئے بڑا باعث برکت تھا اس نے رات دن اللہ کی برکتوں اور رحمتوں کا نظارہ کیا تھا اس لیے وہ خود بھی آپ کو ابھی واپس نہیں کرنا چاہتی تھی چنانچہ رضاعی والدین اس بابرکت بچے کو لے کر مکہ گئے اور آپ کی والدہ ماجدہ سے ملاقات کی تو مکہ میں وبا کا خطرہ تھا تو فریقین کی باہمی رضامندی سے آپ کو واپس بنوسعد میں لایا گیا۔ [2] انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مطابق وہ مرض چیچک کا تھا جو عرب میں پہلی مرتبہ آیا۔ [3]

آپ ﷺ اپنے بچپن کے اس رضاعی دور میں اپنے حصے کا دودھ ایک طرف سے پیا کرتے تھے اور دوسری طرف کا دودھ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ [4]

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۳۹۔ [2] الرحیق المختوم، ص ۸٤۔

[3] سیرت ابن اسحاق، ص ۱۰۵۔ (مترجم رفیع اللہ)۔

[4] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۳۹۔

آپ ﷺ اپنی والدہ کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے دور دراز بھی چلے جایا کرتے تھے لیکن اکثر گھر کے باہر کھیت یا صحرا میں نکلا کرتے تھے البتہ بعض سیرت نگاروں نے اس دور میں بکریاں چرانے پر زور دیا ہے اور بعض نے اسے بعید از عقل کہا ہے کہ اتنی کم سنی میں کوئی بچہ کیسے شتر بے مہار ریوڑ کو سنبھال سکتا ہے۔ 1 (جیسا کہ ابدی پیغام کے آخری پیغمبر کے مصنف سید اختر حسین ہاشمی نے تفصیل سے اس موقف کے حامل مصنفین کا تعارف کروایا ہے) جبکہ صحیح احادیث سے بھی آپ ﷺ کا بکریاں چرانا ثابت ہے۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ رضاعت کے اسی دور میں آپ کا مائی حلیمہ سعدیہ کے ساتھ میلوں ٹھیلوں میں جانا بھی ثابت ہے۔ 2

اگرچہ نبی ﷺ کو بچپن سے ہی اجنبیت کا ماحول میسر آیا جیسا کہ سیرت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آنکھ کھولتے ہی اجنبی ماحول، اجنبی دودھ پلانے والی کے ساتھ رہ کر خالص بدوی زندگی، خانہ بدوشی والی اور پر مشقت زندگی کے عادی ہو گئے۔ اس ماحول نے آگے چل کر آپ ﷺ کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

دور جدید کے مشہور و معروف مؤرخ اور سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں کہ آپ کی تربیت بچپن کے تاثر پذیر دور میں ہی یہ ہوگئی تھی کہ

وطن ہے سارا جہاں ہمارا 3

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

ہم تصور کر سکتے ہیں کہ ایک بدو عورت کی زندگی کس طرح گزرتی ہوگی سال کے مختلف حصوں میں مختلف مقاموں پر خیمہ زنی، دن بھر بچوں کا اونٹ بکریاں چرانا یا خیمے کے آس پاس کھیلنا، عورتوں کا لکڑیاں جمع کرنا، اون کاتنا، کبھی صرف کھجور اور دودھ پر گزارہ کرنا، کبھی گوشت ترکاری پکانا، کبھی فاقوں پر صبر و قناعت کرنا اور اس طرح کی چند سادہ ضرورتیں رکھنا۔ 4

بچپن اور معصومیت کے اس نازک دور میں بچوں سے کئی شرارتیں اور نقصان دہ حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں لیکن اس غیر آغوش، غیر وطن، اجنبی ماحول اور پردیس میں بچپن گزارنے

---

1 ابدی پیغام کے آخری پیغمبر، ص ۶۴۔ 2 خطبات بہاولپور، ص ۴۳۔
3 رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۴۱۔ 4 ایضاً، ص ۳۸۔

والے معصوم سے صرف ایک ہی واقعہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ناراض ہو کر ایک دن اپنی رضاعی بہن کے کندھے یا کمر پر کاٹا۔ [1] جس کا نشان عمر بھر انیسہ یا شیما کے جسم پر رہا (اتفاقات زمانہ نے اسے بھی شیما کے حق میں مفید ثابت کر دیا) چنانچہ یہ تین سالہ معصومانہ، بدویانہ اور متوکلانہ عرصہ گزارنے کے بعد دائی حلیمہ سعدیہ نے واقعہ شق صدر (جس کی تائید صحیح مسلم کی روایت کرتی ہے) سے خوف زدہ ہو کر یہ مقدس امانت اصل ورثاء کو واپس کر دی۔

بچپن کا انوکھا واقعہ

واپسی پر حلیمہ سعدیہ کے مکہ میں داخلہ کے وقت ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا جس کو ابن ہشام کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے: ''جب حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ کو لے کر مکہ میں آئیں تو مکہ کے اندر انہوں نے حضور کو گم کر دیا ہر چند تلاش کیا مگر حضور ﷺ نہ ملے تب وہ عبدالمطلب کے پاس آئیں اور کہا کہ میں محمد ﷺ کو لے کر آئی تھی جب میں مکہ کے اوپر کے محلہ میں پہنچی تو وہاں محمد ﷺ گم ہو گئے حضرت عبدالمطلب کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ورقہ بن نوفل اور قریش کے ایک اور شخص نے پایا یہ دونوں حضور ﷺ کو لے کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہا یہ تمہارا فرزند ہے عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو اپنے کندھے پر بٹھایا اور کعبہ کا طواف کرنے لگے اور حضور ﷺ کے لئے دعا کی پھر آپ کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا۔'' [2]

والدہ آمنہ کی گود

حضرت آمنہ کے لخت جگر اپنی والدہ ماجدہ کی آغوش میں شفقت مادری کے زیر سایہ ۶ برس کی عمر تک رہے۔ صحرا کی زندگی سے آپ ﷺ یقیناً محنتی اور جفاکش ہو گئے تھے لیکن شہر کی فضا آپ کو متاثر کرتی تھی اور اکثر بیمار ہو جاتے تھے۔ لہٰذا آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو لے کر آپ کے ننھیال کے پاس بنونجار کی بستی میں چلی جاتی تھیں۔ خاوند کی وفات اور بیوگی کے سبب بھی زیادہ وقت اپنے والدین کے ہاں گزارتی تھیں۔ رسول اللہ کا بچپن کا زیادہ وقت بھی وہیں گزرا تھا۔

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۳۹۔ [2] ابن ہشام، ص ۸۷۔

بچپن کی تفریحات

مدینہ کی شاداب بستی میں بڑے بڑے کنویں اور باغات تھے۔اس صحت مند ماحول میں آپ ﷺ کھیل کود میں حصہ لیتے اور صحت یاب ہو جاتے تھے اور ننھیال کے ہاں زیادہ خوش رہتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایات کے مطابق:

''ہم عمروں میں ایک انیسہ نامی لڑکی بھی کھیل میں شریک رہا کرتی تھی۔ 1 اس دور کا ایک چھوٹا سا گھریلو واقعہ بھی نبی کریم ﷺ کو یاد تھا اور بیان کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ کی والدہ سوکھا گوشت (قدید) کھایا کرتی تھی۔ 2 کہ تازہ ہر روز کہاں ملتا تھا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سلیقہ مند اور کفایت شعار خاتون تھیں جو تحفے یا قربانی وغیرہ کا گوشت سنبھال لیتی تھیں آپ نے تیراکی اور تیراندازی اس دوران میں سیکھ لی تھی۔ 3 آپ کے بچپن کی تفریحات میں بھی کسی غیر اخلاقی یا غیر معیاری کھیل تماشے کا تذکرہ بھی نہیں ملتا۔

والدہ ماجدہ کی وفات

۵۷۶ء میں آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے آپ کو ساتھ لے کر آخری سفر کیا اس میں آپ کی حبشی خادمہ ام ایمن برکہ بھی ساتھ تھی۔ 4 بنونجار میں ایک ماہ قیام کے بعد جناب آمنہ مکہ مکرمہ واپس آرہی تھی۔راستے میں بیمار ہوگئی۔ابواء کے مقام پر فوت ہوگئی اور وہیں دفن ہوئیں۔ 5 رسول اللہ ﷺ اس وقت ۶ سال اور جناب آمنہ ۳۰ سال کی تھیں۔ 6 اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا مخلص ترین سہارا بھی لے لیا اور عبداللہ کے دریتیم کی قبا میں درد کا ایک اور چاک لگ گیا۔یاد رہے آپ کے والد ماجد نے بھی اپنے آخری سفر میں بنونجار میں ہی قیام کیا تھا۔ 7 کیونکہ وہ آپ کی طرح عبدالمطلب کے بھی ننھیال تھے اور جناب

---

1 اشعۃ الانوار علی مرویات الاخیار از محمد بن سالم البیجانی، ص۴۳۔

2 اشعۃ الانوار علی مرویات الاخیار، ص ۴۱۔

3 رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص۳۹۔

4 ایضًا، ص ۳۹۔ 5 الرحیق المختوم، ص۸۷۔

6 خیر القرون، ص۳۲۲۔ 7 الرحیق المختوم، ص۸۰۔

عبداللہ کی عمر بھی وفات کے وقت ۲۸ یا ۳۰ سال بتائی جاتی ہے۔ [1]

چنانچہ اس عظیم سانحہ اور صدمے کے بعد آپ ﷺ کی خادمہ ام ایمن نے انتہائی نگہداشت کے ساتھ اور بحفاظت آپ کو آپ کے دادا عبدالمطلب کے پاس پہنچا دیا۔ [2]

عبدالمطلب کی نگہداشت

آپ ﷺ ۸ سال دو ماہ اور دس دن کی عمر تک اپنے مشفق دادا کے زیر سایہ پرورش پاتے رہے۔ [3] اس بوڑھے عبدالمطلب کو اپنے پوتے سے والہانہ محبت تھی۔ ان کا دل اپنے اس یتیم پوتے کی محبت شفقت کے جذبات سے تپ رہا تھا۔ کیونکہ اب اس بزرگ کو ایک نیا چرکا لگا تھا جس نے پرانے زخم کرید دیئے تھے۔ عبدالمطلب کے جذبات میں پوتے کے لئے ایسی رقت تھی کہ ان کی اپنی صلبی اولاد میں سے بھی کسی کے لئے ایسی رقت نہ تھی۔

چنانچہ قسمت نے آپ ﷺ کو تنہائی کے جس صحرا میں لا کھڑا کیا تھا۔ عبدالمطلب اس میں آپ کو تنہا چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔ بلکہ آپ کو اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر چاہتے اور بڑوں کی طرح ان کا احترام کرتے تھے۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ عبدالمطلب کے لئے خانہ کعبہ کے سائے میں فرش بچھایا جاتا۔ [4] ان کے سارے لڑکے فرش کے اردگرد بیٹھ جاتے۔ عبدالمطلب تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھتے۔ ان کی عظمت کے پیش نظر ان کا کوئی لڑکا فرش پر نہ بیٹھتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو فرش پر بیٹھتے۔ آپ کے چچا آپ کو پکڑ کر اتار دیتے۔ لیکن جب عبدالمطلب انہیں ایسا کرتے دیکھتے تو فرماتے: ''میرے اس بیٹے کو چھوڑ دو۔ بخدا اس کی شان نرالی ہے۔'' [5] پھر انہیں اپنے ساتھ فرش پر بٹھا لیتے۔ اپنے ہاتھ سے پیٹھ سہلاتے اور ان کی نقل وحرکت دیکھ کر خوش ہوتے۔ دادا عبدالمطلب نے آپ ﷺ کی بچپن کے باوجود بہت تکریم وتعظیم کی جس کی وجہ سے مکہ کا ہر فرد آپ کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ دادا کی کفالت کا دور اگرچہ بہت تھوڑا رہا لیکن اس قلیل وقت میں کثیر واقعات ایسے نظر آتے ہیں کہ دادا جان اپنے پوتے کی والہانہ محبت میں اسیر نظر آتے ہیں اور کبھی کبھی یہ بھی کہتے

---

[1] الرحیق المختوم، ص ۸۱؛ اٹلس سیرت نبوی، ص ۹۳۔ [2] ایضا، ص ۸۷۔
[3] خیر القرون، ص ۳۲۲۔ [4] سیرت کبریٰ: ۱/ ۲۹۸۔ [5] ابن ہشام: ۱/ ۱۶۸۔

تھے کہ بچے میں خود شناسی کا نادر وصف ہے اور وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بہت بڑے مرتبے والا ہوگا۔ [1] آپ ﷺ صرف اندرونِ خانہ یا قریبی رشتہ داروں کی مجلسوں میں ہی ہر دلعزیز نہ تھے بلکہ انتہائی سنجیدہ شہر دارانہ اور حکیمانہ مجلسوں میں بھی اپنے دادا کی مسند پر نظر آتے ہیں۔

عام بچوں کی طرح آپ ﷺ کے انداز و اطوار اور آدابِ تمیز محفل میں کسی شکایت کا باعث نہ بنتے تھے۔ دادا کو اپنے سب سے چہیتے بیٹے عبداللہ کی یتیم و یسیر اور واحد یادگار سے اس قدر محبت تھی کہ وہ تنہا کھانا نہیں کھاتے تھے اور پوتے کو بلانے کا حکم دیتے تھے۔ [2] جناب عبدالمطلب کے اوصاف میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ جناب عبدالمطلب مکے کے ان چند لوگوں میں تھے جو شراب نہیں پیا کرتے تھے۔ [3] اس دور میں جب شراب عربوں کی گھٹی میں تھی۔ اس پاکیزہ ماحول نے آپ ﷺ کو تاثر پذیر عمر میں بہت سی برائیوں سے دور رکھا۔

سات سال کی عمر میں آپ ﷺ کی آنکھوں میں تکلیف اور سخت آشوب چشم کا بھی ایک بار پتہ چلتا ہے کہ مرض اتنا شدید تھا کہ مکہ میں علاج ناکام رہا تو لوگوں کے مشورے سے آپ کے دادا آپ کو عکاظ لے گئے، جہاں ایک عیسائی خانقاہ تھی وہاں کے راہب نے آنحضرت ﷺ کے لئے علاج کا نسخہ تجویز کیا۔ [4]

نوعمری میں آپ ﷺ اتنے ذہین تھے کہ کبھی دادا گھر میں کوئی چیز گم کر دیتے تو آپ کو ڈھونڈ لانے کے لئے کہتے تو آپ کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹے تھے۔

ایک دفعہ عبدالمطلب کے کچھ اونٹ کھو گئے سارے ملازموں کی بہت تلاش کے بعد دادا نے آپ ﷺ کو بھیج دیا۔ آپ ﷺ کو واپسی میں دیر ہوگئی تو دادا پریشان ہوئے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے اور بیت اللہ میں جا کر طواف کرنے لگے اور یہ شعر پڑھتے تھے:

ردإلـي راكبـي مـحـمـداً　　يـارب رده واصطنع عندي يداً

”اے اللہ میرے سوار محمد کو واپس بھیج دے اور مجھ پر عظیم احسان فرما۔“

کچھ دیر گزری تو آپ ﷺ واپس آگئے دیکھتے ہی عبدالمطلب نے آپ کو سینے سے

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۶۲۔ [2] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۴۰۔
[3] ایضًا، ص ۴۳۔ [4] ایضا، ص ۴۳۔

لگالیا اور کہا آج کے بعد میں تجھے کہیں نہیں بھیجوں گا۔ [1]

جناب عبدالمطلب اپنے دور کے بہت باصلاحیت فرد تھے حتیٰ کہ لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے ابن ندیم نے الفہرست میں لکھا ہے کہ مامون کے خزانے میں ایک مخطوطہ یا کاغذ ملا جسے عبدالمطلب کا خط کہا جاتا ہے۔ [2]

خالق کائنات نبی کائنات کی یوم اول سے ہی صدمے سہنے، حالات کے تھپیڑے برداشت کرنے اور گردش لیل ونہار سے پیدا ہونے والی چھوٹی بڑی قیامتوں کے برپا ہونے پر صبر واستقامت کا پیکر بننے کی تربیت فرما رہے تھے، تاکہ آپ ﷺ دنیاوی محبتوں اور بشری مجبوریوں سے مبرا ہو کر خاندانی جدائیوں، قربانیوں، ہجرتوں اور شہادتوں کے لئے تیار ہو سکیں گویا مادی سہاروں سے بے نیاز ہو کر خالق حقیقی کے سہارے گراں بہا فرائض سے عہدہ برا ہونے کی تیاری کرائی جا رہی تھی۔ اس لئے آپ ﷺ دنیا میں آنکھ کھولتے ہی شفقت پدری سے محروم کر دیئے گئے والدہ آمنہ اور ثوبیہ کی آغوش سے مانوس ہوتے ہی دیارِ غیر اور آغوش غیر میں بھیج دیے گئے۔ تین سال صحرائی فضا، حلیمہ اور شیما کی لوریوں سے آشنا ہوئے ہی تھے کہ دوبارہ والدہ ماجدہ کی جھولی میں لوٹا دیے گئے ابھی ماں کی ممتا سے لبریز بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ کے دریتیم اور آمنہ کے لخت جگر کا جگر ماں کی جدائی سے پاش پاش ہو گیا۔ دل پاش پاش یتیم و مسکین کو دادا نے اپنی کفالت میں اسیر کیا ہی تھا کہ یہ سہارا بھی طویل عرصہ تک کفیل نہ رہ سکا۔ آخری عمر میں عبدالمطلب کی بینائی ختم ہو رہی تھی گویا کہ دادا محترم کی زندگی کا چراغ گل ہو رہا تھا جس کی محرومی کا آپ کو بڑی شدت سے احساس تھا۔ آپ نے بھی ہمیشہ اپنے دادا کی محبت وشفقت کو یاد رکھا۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق آپ ﷺ دادا کے جنازے کے پیچھے روتے ہوئے جا رہے تھے۔ [3]

ابوطالب اور زبیر کی کفالت

چنانچہ 576ء میں دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کا تذکرہ جناب ابوطالب کے نام سے کیا جاتا ہے اور اکثر مؤرخین اسی طرف گئے ہیں جبکہ تقریباً دوسری صدی کے مؤرخین

---

[1] سیرۃ المصطفیٰ، ص٨٦۔ [2] الفہرست، ابن الندیم، ص: ٨٥۔

[3] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص٤٠۔

اور سیرت نگار ابو طالب کی کفالت سے پہلے جناب زبیر بن عبد المطلب کا ذکر کرتے ہیں۔ [1]
عبد المطلب کے بعد زبیر سب سے بڑا بیٹا تھا اور وہ اپنے قبیلہ اور خاندان کا سربراہ بنا اور دیگر امور کے ساتھ ساتھ محمد بن عبد اللہ کا کفیل بھی بنا یہ کفالت کتنی دیر رہی اس کی صراحت موجود نہیں۔

البتہ زبیر کا تاجر ہونا اور تجارت کی غرض سے یمن و شام کے کئی سفر ثابت ہیں اور یہ ابو طالب سے زیادہ مالدار تھا۔ زبیر اور اس کے گھرانے کے ساتھ نبی ﷺ کی محبت کا ثبوت کئی وجوہ سے ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی چچی عاتکہ بنت ابی وہب بن عمرو جو زبیر کی بیوی تھی کو امی کہا کرتے تھے اور زبیر کے بیٹے عبد اللہ کو کہا کرتے تھے ''تو میری ماں کا بیٹا ہے۔'' زبیر بن عبد المطلب کی وفات کے وقت نبی ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ [2] اور زبیر بن عبد المطلب حلف الفضول کے معاہدے میں موجود تھے۔ [3]

جناب ابو طالب جو آپ ﷺ کے والد کے سگے بڑے بھائی تھے اور آپ کی خدمات بہت مشہور اور ناقابل فراموش ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ دادا جان کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال دو ماہ اور دس دن تھی۔ [4] آپ کی سیرت طیبہ کے بچپن اور لڑکپن کے زمانہ کے حالات و واقعات سے یہ بات اظہر من الشمس ثابت ہو چکی ہے کہ آپ صحت مند، توانا، محنتی، جفاکش اور اپنی مدد آپ کرنے والے تھے۔ عبد المطلب کے بعد آپ کی کفالت کا شرف زبیر کو کتنا حاصل ہوا اور ابو طالب کو کتنا؟ اس میں اختلاف ہو سکتا ہے لیکن سب سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے رزق حلال تلاش کیا اور گلہ بانی اور تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ (جس کا تفصیلی ذکر اگلے حصے میں آئے گا۔ ان شاء اللہ)

ابو طالب کے تاثرات

اپنے خاندان اور قبیلے میں نبی کریم ﷺ کی حیثیت کتنی مستحکم تھی؟ اس کو جاننے کے لئے آپ کی پہلی شادی اور نکاح پر دیئے جانے والے خطبہ نکاح کو دیکھتے ہیں۔

۲۵ سال کی عمر میں آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی دولت مند حسین و جمیل چالیس برس کی عورت سے نکاح بھی آپ ﷺ کا حیثیت اور خاندانی وقار کو سمجھنے کیلئے بڑی

[1] ابدی پیغام کے آخری پیغمبر، ص ۶۴۔ [2] البیجانی، ص ٦٤۔
[3] الروض الانف، ۱/ ۹۱۔ [4] الرحیق المختوم، ص ۹۰۔

واضح دلیل ہے کیونکہ بہت سے سرداران قریش ان سے نکاح کے پیغام بھیج چکے تھے لیکن رد کر دیئے گئے تھے۔ آپ ﷺ کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر جناب ابوطالب نے جو خطبہ نکاح پڑھا وہ بھی آپ کی خاندانی حیثیت اور عزت و وقار کو اجاگر کرنے کے لئے شاندار شاہکار ہے۔ [1] حضور اکرم ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پیغام نکاح کی اطلاع ابوطالب کو دی۔ انہوں نے اس کو نہایت خوشی سے منظور کیا۔ پھر بنی ہاشم اور رؤسا مضر کو لے کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر گئے اور نکاح ہوا اس نکاح کے وقت ابوطالب نے نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ سے یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے خاندان کا آپ کے متعلق کیسا خیال تھا اور آپ کے عادات و اطوار نے ان پر کیا اثر ڈالا تھا۔

ورقہ بن نوفل کا اعتراف حقیقت

ابوطالب کا خطبہ تمام ہوا تو ورقہ بن نوفل (جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے) نے خطبہ پڑھا۔ ان کے خطبہ کا مضمون یہ ہے:

”حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا جیسا کہ اے ابوطالب آپ نے ذکر کیا اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ پس ہم لوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار ہیں اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتی اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا اور بیشک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد کو میں نے محمد (ﷺ) بن عبداللہ کی زوجیت میں چار سو مثقال کے بدلے دیا۔“

ابوطالب نے فرمایا کہ اے ورقہ! عمر بن اسد موجود ہیں میں بہتر سمجھتا ہوں کہ وہ بھی آپ کے بیان میں شریک ہوں۔ عمر بن اسد نے کہا کہ میں نے خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد کو محمد (ﷺ) بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا۔ اس پر طرفین سے ایجاب و قبول ہو گیا۔ خطبہ نکاح کا ایک ایک حرف خاندان محمد ﷺ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور آپ کی اپنے کفیل چچا اور اپنے خاندان میں عظمت و وقار کی واضح دلیل ہے۔

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۵۴۔

فصل دوئم: معاشرے میں نبی ﷺ کا مقام اور ذاتی حیثیت

جستہ جستہ واقعات

اس حقیقت کے باوجود کہ بی بی آمنہ کے لخت جگر یتیم پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی اپنی فیملی اور خاندان میں حیثیت بڑی منفرد، بے نظیر اور بے مثال تھی۔ عام طور پر واعظین حضرات اور اردو کے سیرت نگاروں نے آپ کی حیثیت ایک یتیم اور کسمپرسی ومفلوک الحال لوگوں جیسی بیان کی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو سید ولد آدم بنایا ہے اور ہر قسم کے شرف وعزت سے نوازا ہے۔ لہٰذا ہم تاریخ وسیرت کے اوراق سے اس حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی صرف غربت وافلاس کی نہیں تھی بلکہ مختلف اوقات میں حالات بدلتے نظر آتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ چہیتے تھے کیونکہ آپ کے والد محترم عبداللہ بھی اپنے خاندان میں ہر دلعزیز اور اپنے بھائیوں میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے عبدالمطلب کو بہت پیارے تھے۔ جناب عبداللہ کی قدر و قیمت اور اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ عبدالمطلب نے آپ کی جگہ ۱۰۰ اونٹ ذبح کر دیئے حالانکہ اس وقت عرب میں دیت اور خون بہا صرف ۱۰ اونٹ تھے۔ [1]

خود رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ ''میں دو ذبیح کی اولاد ہوں ایک اسماعیل علیہ السلام دوسرے عبداللہ۔'' [2]

آپ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی بھی (محمد ﷺ) ایسا رکھا گیا جو آپ کے خاندان میں کسی اور فرد کا نہ تھا۔ آپ تقریباً تین سال حلیمہ سعدیہ کے ہاں رہے چھ سال کی عمر تک والدہ ماجدہ کی آغوش میں رہے اور آٹھ سال تین ماہ دس دن تک دادا عبدالمطلب کے زیر سایہ رہے لیکن کسی دن بھی آپ کی وجہ سے خاندان میں کوئی ناز یبا واقعہ پیش نہیں آیا بلکہ آپ کے خاندان کی بالعموم اور سردار قبیلہ جناب عبدالمطلب کی بالخصوص آپ سے والہانہ محبت تھی۔ آپ کی

---

[1] اٹلس سیرت نبوی، ص ۵۱۔ [2] تجلیات نبوت، ص ۳۰۔

جوانی کے ۲۰ سالہ ایام شادی سے قبل اپنی حقیقی ماں اور باپ کے بغیر اپنے خاندان اور قبیلے میں گزرے لیکن ان سالوں کی دودھایاں ایسے سلیقے سے گزریں کہ جو بھی آپ کو دیکھتا گیا اور ملتا گیا کبھی کسی کو شکایت کا موقع ہی نہیں ملا۔ آپ جن جن احباب کی زیر کفالت رہے ہیں حالانکہ وہ سارے ہی کثیر العیال تھے اور ابو طالب تو کثیر العیال ہونے کے ساتھ قلیل المال بھی تھے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ عزت وقار اور سنجیدگی و متانت کا خیال رکھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ پیش کرتے ہیں جناب ابو طالب کے گھر میں جب ناشتہ آیا کرتا تھا تو سب بچے مل کر لوٹ لیا کرتے تھے لیکن کئی مرتبہ دیکھا کہ بھتیجا اس لوٹ میں شریک نہیں ہوتا تو پھر آپ کو ناشتہ الگ اور مستقل دیا جانے لگا۔ [1] آپ کی یہ سنجیدگی اور متانت بتا رہی تھی کہ یہ نوجوان یقیناً کوئی منفرد اور بڑی شخصیت بننے والی ہے۔

انتخاب معاش کی وجوہات

اول: جب آپ ﷺ جوان ہوئے تو آپ نے تجارت کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ اس انتخاب کی وجوہ میں سے نمایاں وجہ یہ تھی کہ خاندان بنو ہاشم اور قریش مکہ تجارت پیشہ تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد تجارت ہی کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تجارت ہی کی غرض سے شام تشریف لے گئے اور واپسی پر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور وہیں انتقال کر گئے۔ [2] آپ کے والد کے برادران بھی تجارت سے ہی منسلک تھے۔

دوم: اس کی دوسری وجہ مکہ مکرمہ کی زمین کا سنگلاخ اور بے آب وگیاہ ہونا ہے۔ ایسی زمین کا باسی تجارت یا صنعت کے علاوہ اور کون سا پیشہ اختیار کر سکتا تھا؟ یقیناً زراعت اور کھیتی باڑی کے مواقع ہی کم تھے اور مکہ میں صنعت وحرفت کا رواج اور سہولت بھی نہیں تھی۔

سوم: اس کی ایک تیسری وجہ یہ حکمت الٰہیہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس علیم وحلیم ذات نے اپنے نبی کریم ﷺ سے بکریاں چرواکر اس میں بردباری، ہوشیاری اور سمجھداری کی صفات پیدا کر دیں، اسی ذات کریم نے انہی صفات عالیہ کی تکمیل تجارتی تجربات کے ذریعے کرنا تھی۔

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص۴۴۔ [2] بخاري، رقم الحديث: ۲۲٦۲۔

گلہ بانی

محمد ﷺ بن عبداللہ کو پیدائشی طور پر ورثے میں کوئی مکان و پراپرٹی، جاگیر و جائیداد کچھ بھی نہیں ملا جس کی وجہ سے آپ نے عنفوان شباب کے ابتدائی ایام سے ہی محنت و جفاکشی کی زندگی بسر کرنا شروع کردی۔ اگرچہ ابتدا میں آپ کا کوئی مخصوص کام نہیں تھا اور زیادہ وسائل بھی میسر نہیں تھے اس لئے آپ نے عام عرب معاشرے کی طرح گلہ بانی کا پیشہ اپنایا۔ یہ خبر متواتر ہے کہ آپ مکہ میں چند قیراط کے عوض بکریاں چراتے رہے۔ [1] آپ اپنی والدہ کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے دور دراز بھی چلے جایا کرتے تھے لیکن اکثر گھر کے باہر کھیت یا صحرا میں نکلا کرتے تھے۔ البتہ بعض سیرت نگاروں نے اس دور میں بکریاں چرانے پر زور دیا ہے اور بعض نے اسے بعید از عقل کہا ہے کہ اتنی کم سنی میں کوئی بچہ کیسے شتر بے مہار ریوڑ کو سنبھال سکتا ہے۔ [2] جبکہ صحیح احادیث سے بھی آپ ﷺ کا بکریاں چرانا ثابت ہے۔ قدرت کے نزدیک شاید گلہ بانی سے مقصود صرف تربیتِ جہاں بانی کا حصول تھا۔ اس تربیت سے آپ نے حظِ وافر پایا اور آپ نے تجارت کو اصل ذریعہ معاش بنایا۔

تجارتی زندگی

تجارت انسان میں قائدانہ صلاحتیں پیدا کرتی ہے تجارتی اسفار کے دوران خطرات سے بچاؤ اور دفاع کی تراکیب، خرید و فروخت میں فرزانگی، معاملہ فہمی، بات چیت کا ڈھنگ، اپنی بات دلائل سے منوانے کا سلیقہ، مختلف علاقوں اور ممالک کی سیاحت اور ان کے احوال و اخبار کا علم، لوگوں کی طبائع کا اندازہ بے شمار خوبیاں ایسی ہیں جو انسان میں تجارت کے ذریعے پیدا ہوتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ تمام صفات اپنے اندر بدرجہ اتم پیدا کرلی تھیں۔

صدق و امانت

آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہ کر اور ان کے ساتھ بعض تجارتی سفر کر کے تجارتی معاملات کا تجربہ حاصل کرلیا تھا۔ آپ کے تجارتی اخلاق کا ہر شخص گرویدہ تھا۔ تجارتی کاروبار میں جو صفت سب سے زیادہ تجار اور گاہکوں کی توجہ کسی تاجر کی طرف مبذول کراتی ہے

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۶۲۔ [2] اٹلس سیرت نبوی، ص ۸۳۔

وہ صدق اور امانت ہے۔ آپ تو گویا ان صفات کے موجد تھے۔ امین کے لقب سے تو آپ دشمنوں میں بھی شہرت پا چکے تھے۔ لوگ اپنا سامان تجارت آپ کے سپرد کرنے یا آپ کی حصہ داری میں دینے کے لئے بے چین رہتے تھے۔

حسنِ معاملات

تجارتی معاملات میں ''معاملات کی صفائی'' آپ ﷺ کا طرۂ امتیاز تھا۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل آپ کے ساتھ مل کر تجارت کی تھی جب یہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی تعریف کی۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''واہ! میں آپ کو تم حضرات سے زیادہ جانتا ہوں۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ میرے شریک تجارت تھے۔ آپ ہمیشہ معاملہ صاف رکھتے تھے۔''

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''زمانہ جاہلیت میں میں آپ ﷺ کا شریک تجارت تھا جب اسلام قبول کرنے کے بعد حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے سوال کیا۔ مجھے پہچانتے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں!''
>
> كنت شريكي فنعم الشريك لا تداري ولا تماري۔ [1]
>
> ''آپ تو میرے شریک تجارت تھے اور کیا ہی اچھے شریک تھے۔ نہ کسی بات کو ٹالتے تھے نہ ہی تکرار کرتے تھے۔''

ایک اور صحابی حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ قبل از نبوت میں میں نے نبی اکرم ﷺ کیساتھ مل کر تجارت کی:

> وكان خير شريك لا يماري ولا يشاري۔ [2]
>
> ''آپ بہت ہی اچھے شریک تھے نہ تکرار کرتے نہ جھگڑتے۔''

ایفائے عہد

تجارتی معاملات میں وعدہ کی پاسداری کامیابی کی کلید سمجھی جاتی۔ آپ ﷺ ایفائے

---

[1] سيرة المصطفى، ١/ ٩٦۔ [2] سيرة المصطفى، ص٩٦۔

عہد کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن ابی الخمساء رضی اللہ عنہ نے نبوت سے پہلے آپ ﷺ سے تجارتی معاملہ کیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کچھ لین دین طے ہو چکا تھا اور کچھ طے ہونا باقی تھا۔ میں وعدہ کر کے گیا کہ واپس آتا ہوں۔ مگر میں بھول گیا اور تین دن تک مجھے وعدہ یاد نہ آیا تیسرے دن جب میں اس مقام پر پہنچا۔ دیکھا تو آپ وہاں موجود تھے، مگر آپ ناراض نہ ہوئے صرف اتنا فرمایا:

''تم نے مجھے انتظار کی زحمت دی۔ میں یہاں تین دن سے ہوں۔'' [1]

تجارتی اسفار

شام کا سفر

آپ ﷺ نے شام کی طرف دو بار سفر کیا۔ پہلی بار آپ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ سفر کیا۔ گویا یہ سفر بھی تجارتی تھا اگرچہ آپ بحیثیت تاجر اس سفر پر نہیں تھے مگر اس سفر میں آپ نے تجارت کے اسرار درموز ضرور سیکھے۔

شام کا دوسرا سفر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر کیا یہ مضاربت سے زیادہ اجارہ کی صورت تھی۔ کیونکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو متعین اجرت دی تھی۔ اسی بار آپ شام کی مشہور منڈی بصریٰ تشریف لے گئے اور اجرت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ایک یا دو اونٹ دیئے۔ [2] آپ کا یہ سفر مکمل خود مختار تاجر کے طور پر تھا اور اس تجارتی سفر میں کل منافع بہت زیادہ تھا جو کہ آپ کی پیشہ وارانہ مہارت کی دلیل ہے۔

یمن کا سفر

آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر جرش (یمن) دو بار تشریف لے گئے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ [3] دونوں مرتبہ مناسب منافع کے ساتھ واپس لوٹے ہیں گویا کہ یہ آپ کے کامیاب تجارتی اسفار تھے۔

---

[1] سنن ابی داود، رقم الحدیث: ٤٩٩٦۔ [2] رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ٥٠۔

[3] ایضًا: ص ٥١۔

بحرین کا سفر

آپ ﷺ تجارتی غرض سے بحرین بھی تشریف لے گئے مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان لے کر گئے یا اپنا سامان تجارت تھا۔ جب قبیلہ عبدالقیس کے لوگ اسلام لانے کی غرض سے مدینہ منورہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے ان کے ملک کے بارے میں بڑے تفصیلی سوالات دریافت کیے۔ مثلاً: کیا فلاں سردار ابھی تک زندہ ہے؟ ''یارسول اللہ! آپ تو ہمارے ملک کے بارے میں ہم سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں کافی عرصہ قبل تمہارے ملک میں رہ چکا ہوں یا اس کا سفر کر چکا ہوں۔ غالباً آپ نکاح کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت لے کر مشرقی عرب بھی گئے ہیں۔ غالباً اس لئے کہ آپ بحرین جا کر ''دبا'' کے بین الاقوامی تجارتی میلہ میں شرکت کر سکیں اور زیادہ نفع کما سکیں۔

بیت المقدس کا سفر

ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول آپ ﷺ تجارت کی غرض سے بیت المقدس فلسطین سے کئی بار گزرے ہیں۔ اور بصرہ جاتے ہوئے بھی بیت المقدس سے ہو کر گزرے ہیں۔

چین کے تجار سے ملاقات

چینی تجار سے ملاقات ورابطہ گمان پر ہے کہ آپ نے بحرین میں چینیوں سے ملاقات کی ہوگی اور ان کی ریشمی مصنوعات یا دیگر مصنوعات یا ان کے فن اور طرز کلام سے متاثر ہو کر اسے سیکھنے کیلئے امت کو تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اطلبو العلم ولو كان بالصين۔ [1]

''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔''

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ آپ ﷺ نے چینیوں سے ملاقات کی۔ ''جعاشتہ'' میں آپ کا تشریف لے جانا بھی مذکور ہے۔ [2]

حمید اللہ صاحب نبی ﷺ کے چین میں جانے کی اور نبی ﷺ کی چینی باشندوں کے

[1] رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی: ص٧٦۔ [2] مسند احمد، ج ٤، ص ٢٠٦۔

متعلق معلومات رکھنے کی بھی حمایت کرتے ہیں۔ [1] شروع میں آپ لوگوں کا سامان تجارت لے کر جایا کرتے تھے اور بعد میں اپنا سامان دوسروں کو دے کر بھیجا کرتے تھے جس طرح عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا ذکر ملتا ہے کہ وہ آپ کا شریک تجارت رہا ہے۔آپ کے سامان تجارت میں کھانے کا مسالہ،خوشبوئیں،جواہرات اور چمڑے وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ [2]

مکہ کے اس عظیم تاجر کے تجارتی اسفار اگرچہ زیادہ تر قیاسی ہی ہیں جو کہ مزید تحقیق وتنقید کے متقاضی ہیں۔لیکن آمنہ کے دُرِّ یتیم اور پیکر صدق ووفا کی زندگی کا یہ باب امت کے تاجروں کے لیے تجارت کے لیے زریں اصول اور تاجر پیشہ برادری کے لیے اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ کے نقوش متعین کرتا ہے۔دور حاضر میں تجارت کے پیشہ سے وابستہ افراد ان خصائل سے کوسوں میل دور نظر آتے ہیں۔جس سے معاشرے میں باہمی اعتماد،امانت ودیانت،شرافت واعانت،اخوت ویگانگت کا فقدان نظر آتا ہے ان کمزوریوں کی بدولت ہم نہ صرف اپنی منڈیوں میں بلکہ بین الاقوامی منڈیوں میں بھی کوئی قابل ذکر اہمیت نہیں رکھتے۔

امت مسلمہ کو اپنی تجارت ومعیشت مستحکم کرنے کے لیے مکی تاجر ﷺ کے تجارتی اوصاف کو اختیار کرنا لازم اور ضروری ہے۔

مالی حالت

حقیقت یہ ہے کہ حالات کی ساری نزاکتوں اور معاشی اتار چڑھاؤ کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے دامن کو داغدار ہونے سے بچایا،کوئی بات تو اس عظیم تاجر میں تھی کہ اچھے اچھے اہل سرمایہ نے یہ بات پسند کی کہ یہ نوجوان ان کا سرمایہ اپنے ہاتھ میں لے اور کاروبار کرے اور پھر جن کو بھی معاملہ کرنے کا موقع ملا سب نے صادق وامین کا لقب دیا اور اس دور میں آپ نے اپنے ابتدائی دور کے خلاف شام ویمن میں زیب وزینت سے مزین تہذیب و تمدن، زرق برق سے ملبوس مکانوں اور مکینوں کا مطالعہ بھی کیا ہوگا کیونکہ یمن کے لوگ خانہ بدوش نہیں تھے بلکہ اچھے خاصے شہر میں آباد تھے اور وہ اعلیٰ درجے کے تاجر اور کاشتکار رتھے۔اس ساری تجارتی جدوجہد سے آپ کو اموال واسباب بھی کثیر ملے اور اعلیٰ افراد سے روابط بھی بنے

---

[1] خطبات بہاولپور، ص۲۰۶۔ [2] تاریخ ارض القرآن، ۲/ ۳۳۶۔

ہوں گے۔جس سے آپ مالی طور پر کافی مستحکم ہو چکے تھے۔لیکن ہمارے اکثر سیرت نگاروں اور واعظین نے سیرت سرور دو عالم کی یتیمی، یسیری اور غریبی کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ خوفناک قلاش شخص کی تصویر سامنے آتی ہے اور آج کا طالب علم جب موجودہ دور اور معاشرے کے یتیم، مفلس اور قلاش شخص کا تصور سامنے لاتا ہے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ گویا کہ کوئی مظلوم زمانہ، پھٹے پرانے کپڑوں والا، آلودہ بالوں والا اور کمزور جسم وجان والا شخص سامنے آتا ہے۔جو معاشرے کا دھتکارا ہوا فرد ہو۔جب کہ سرور دو عالم ﷺ کا معاملہ بالکل مختلف تھا کہ آپ نے دولت کی فراوانی کے باوجود بھی غربت اور سادگی کو پسند کیا اور عاجزی وانکساری کو اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔حالانکہ محمد بن عبداللہ بڑے حسین وجمیل، سنجیدگی ومتانت اور عزت ووقار کے بادشاہ تھے۔ہم پچھلے صفحات میں بیان کر آئے ہیں کہ معاشرے کے کسی فرد سے سوال تو دور کی بات ہے آپ اپنے گھر میں بھی ابوطالب کے بچوں کی طرح ناشتہ کھینچا تانی سے نہیں حاصل کرتے تھے: بلکہ ایک طرف عزت ووقار سے تشریف فرما رہتے تھے۔اس عزت نفس، کمال محنت اور ﴿ تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ [1] "یہ دن ہیں ہم لوگوں کے درمیان بدلتے رہتے ہیں۔" کے تحت اللہ تعالیٰ نے حالات کا رخ کئی بار بدلا۔آپ ﷺ کو تجارت میں کافی نفع ہوا جس کی دلیل خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں بیس اونٹ حق مہر میں دینا ہے۔

بھتیجے کا مشفق چچا سے احسان

پھر نبی ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے حالات دیکھ کر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی کفالت میں لے لیتے ہیں۔کیونکہ جناب ابوطالب غریب وفقیر تھے ٹانگ سے لنگڑے تھے اور مکہ میں خوشبو کی دکان کرتے تھے۔ [2] اس سارے دور میں آپ کی تجارت اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تعلق داری کی وجہ سے مالی حالت بہت بہتر ہو گئی تھی لیکن آپ نے خدمت خلق کے جذبے کا عملی اظہار کرتے ہوئے سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔مال کی فراوانی کے باوجود سادگی اور غربت کو پسند فرمایا اور یہی اصل کمال ہے کہ آدمی طاقت کے باوجود بھی عاجزی وانکساری کی تصویر بنا رہے۔ہمارے ہاں جب پاس کچھ نہ ہو تو لوگ تصنع اور بناوٹ کا چغہ پہن کر سادگی کا

---

[1] آل عمران: ۳/ ۱۴۰۔ [2] ابدی پیغام کے آخری پیغمبر، ص ۶۵۔

اظہار کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ وسعت اور کشادگی سے نواز دے تو پھر عیش وعشرت اور فضول خرچیاں شروع کر دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نبوت سے قبل بھی معاشرے کے معتدل ترین اور انسانیت کے خیر خواہ فرد نظر آتے ہیں۔

اس زمانے میں طبری رحمہ اللہ کے مطابق مکے میں ایک بار قحط پڑا اور ابو طالب کا بڑا کنبہ خاص کر دشواری محسوس کرنے لگا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ اپنے سوتیلے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ اس قحط سالی میں ابو طالب کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ [1] چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لے کر اپنے گھروں میں رکھ لیا۔ نیکی کرنے کے ساتھ نیکی پر آمادہ کرنے میں بھی آپ ﷺ پیش پیش رہے، تا کہ ابو طالب کے احسانوں کا بدلہ چکایا جا سکے اور اپنے مشفق چچا کی بھرپور اعانت کر سکیں۔

غرض یہ کہ آپ ہر قسم کی غربت وافلاس کے باوجود بھی اور اموال کی فراوانی کے باوجود بھی ایک سلیم الفطرت، مستقل مزاج، انسانیت کے ہمدرد وغمگسار، معاشرے کی معتدل اور متوازن شخصیت نظر آتے ہیں۔ عام طور پر انسانی مزاج حالات کے زیر وزبر کے ساتھ افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں، کہ ایام مفلسی کے ملنساروں کو مال وثروت کے دنوں میں بھول جانا، کنوارے پن کے متعلقین سے شادی کے بعد رخ موڑ لینا، محسنوں سے منہ پھیر لینا وغیرہ۔ لیکن ان کمزوریوں کا تو یہاں نشان تک نہیں ملتا۔

رضاعی ماں سے حسن سلوک

کتب سیر میں بیسیوں واقعات موجود ہیں جن سے آپ ﷺ کا اپنے حقیقی عزیز و اقارب اور رضاعی رشتہ داروں سے رویہ انتہائی مشفقانہ نظر آتا ہے جیسا کہ امام بیہقی اپنی کتاب میں آپ ﷺ کی رضاعی ماں سے محبت کا ذکر کرتے ہیں، کہ آپ ﷺ کی شادی کے بعد آپ کے پاس ایک مرتبہ دودھ پلانے والی رضاعی والدہ آئی تو آپ کی تربیت کی وجہ سے نئی دلہن بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس سے خاص سلوک کیا اور کئی اونٹنیاں عطا کیں جن کو لے کر حلیمہ سعدیہ دعا دیتی ہوئی رخصت ہوئی۔ ابن سعد کے مطابق بی بی حلیمہ نے قحط سالی کی شکایت

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۵۷۔

کی تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے چالیس بکریاں اور ایک اونٹ ،عطا کیا تھا۔ [1] گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے ذاتی کمائی اور خدیجہ کی بدولت حاصل ہونے والی ساری کی ساری دولت مخلوق الٰہی کی خدمت پر خرچ کردی۔

سابقہ زندگی کے شریفانہ طرزِ عمل سے شہر میں آپ کے وقار کا روز افزوں ہوجانا ناگزیر تھا۔ کیونکہ خالق کائنات خود محبوب کائنات کے مقام ومرتبے کو بلند کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے قدرت کاملہ کی ساری تدابیر غالب ہوتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔

قحط زدہ معاشرے کے لیے رحمت

اگر مکہ میں قحط پڑ جاتا ہے تو اہل مکہ آپ ﷺ کے روئے مبارک سے فیضانِ باراں طلب کرتے نظر آتے ہیں۔

ابن عساکر نے جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کی ہے کہ جب میں مکہ میں آیا۔ لوگ قحط سے دوچار تھے قریش نے کہا: ابو طالب! وادی قحط کا شکار ہے۔ بال بچے کال کی زد میں ہیں چلئے بارش کی دعا کیجئے۔ ابوطالب ایک بچہ ساتھ لے کر برآمد ہوئے۔ بچہ ابر آلود سورج معلوم ہوتا تھا جیسے گھنا بادل ابھی ابھی چھٹا ہو۔ اس کے اردگرد بھی بچے تھے۔ ابوطالب نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیٹھ کعبہ کی دیوار سے ٹیک دی، بچے نے ان کی انگلی پکڑ رکھی تھی۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نہ تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے ادھر ادھر سے بادل کی آمد شروع ہوگئی اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی میں سیلاب آگیا اور شہر و بیاباں شاداب ہوگئے۔ بعد میں ابوطالب نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد ﷺ کی مدح میں کہا تھا:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامیٰ عصمة للأرامل

”وہ خوبصورت ہیں ان کے چہرے سے بارش کا فیضان طلب کیا جاتا ہے
یتیموں کے ماویٰ اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔“ [2]

اس جیسے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سارے معاشرے میں آپ ﷺ کو قدر کی

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی: ص۵۶۔

[2] خیر القرون، از ذکریا زاهد، ص ۳۰۳۔

نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور لوگ آپ کی پاکیزگی اور نیک نامی کے قائل تھے۔ کیونکہ آپ کا کردار لوگوں کے سامنے صاف اور شفاف تھا۔

ہاشمی نوجوان کی سرگرمیاں

دورِ حاضر کے نوجوانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہاشمی گھرانے کا مضبوط ترین اور حسین وجمیل نوجوان بھرپور جوانی، بہترین مالی حالت، حسن وجمال کی فراوانی اور پورے معاشرے کی قدردانی کے باوجود بھی کسی قسم کے غرور وتکبر کے آثار کو اپنے انداز واطوار میں جگہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس پاکباز وعفیف نوجوان کی دلچسپیاں دیکھئے کہ عین بہک جانے والی عمر میں وہ اپنی خدمات اپنے ہم خیال نوجوانوں کی ایک اصلاح پسند انجمن کے حوالے کرتا ہے جو حلف الفضول کے نام سے غریبوں اور مظلوموں کی مدد اور ظالموں کی چیرہ دستیوں کے استیصال کے لئے قائم ہوئی تھی۔ اس کے شرکاء نے مظلوموں کی مدد کے لئے حلفیہ عہد باندھا۔

آپ ﷺ دورِ نبوت میں بھی اس کی یاد تازہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے:

"اس معاہدہ کے مقابلے میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں اس سے نہ پھرتا اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"۔ [1] گویا کہ خدمت خلق اور فلاح انسانیت کا جذبہ ہر دور میں آپ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود رہا۔

مکی سرداروں کا جج

پھر اس نوجوان کی صفات اور صلاحیتوں کا اندازہ اس سے کیجئے کہ تعمیر کعبہ کے موقع پر حجر اسود، نصب کرنے کے معاملے میں قریش میں کشمکش پیدا ہوتی ہے اور تلواریں میانوں سے باہر نکل آتی ہیں۔ لیکن تقدیر کے اشارے سے اس قضیے کو چکانے کا شرف اسی نوجوان کے حصے میں آتا ہے۔ انتہائی جذباتی تناؤ کی اس فضا میں یہ جج اور صلح کا علمبردار ایک چادر بچھاتا ہے اور اس پر پتھر اٹھا کر رکھ دیتا ہے اور پھر دعوت دیتا ہے کہ تمام قبیلوں کے لوگ مل کر اس چادر کو اٹھاؤ۔ چادر پتھر سمیت متحرک ہو جاتی ہے اور جب موقع پر جا پہنچتی ہے تو وہ نوجوان اس پتھر کو اٹھا کر

[1] اشعة الانوار علی مرویات الاخبار، ص ٦٥۔

اس کی جگہ پر نصب کر دیتا ہے۔ جھگڑے کا سارا غبار چھٹ جاتا ہے اور چہرے خوشی اور اطمینان سے چمک اٹھتے ہیں۔ [1]

ہم نوالہ وہم پیالہ

پھر کسی شخص کے ذہن و سیرت کو اگر اس کے حلقہ احباب کا جائزہ لینے سے جانچا جا سکتا ہے تو آیئے دیکھئے کہ اس عربی نوجوان کے دوست کیسے تھے۔ غالباً سب سے گہری دوستی اور سب سے زیادہ بے تکلفانہ رابطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تھا۔ ایک ہم عمر اوپر سے ہم مذاق! اس نوجوان کے دوستوں میں ایک شخصیت حکیم بن حزام کی تھی، جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اور حرم کے منصب رفادہ پر فائز تھے۔ پھر حلقہ احباب کے ایک رکن ضماد بن ثعلبہ ازدی تھے جو طبابت و جراحی کا کام کرتے تھے۔ [2]

اس نوجوان کے حلقہ احباب میں کیا کوئی ایک بھی دوں فطرت، پست ذوق اور کمینہ مزاج آدمی دکھائی دیتا ہے؟ مکہ کے اشرار میں سے کسی کا نام اس فہرست میں ملتا ہے؟ ظالموں اور فاسقوں میں سے کوئی اس دائرے میں سامنے آتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ انگریزی کا یہ مشہور مقولہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے:

A man is known by his company wich he keeps.

لمحات فرصت وتفریحات

پھر دیکھئے کہ یہ یکتائے زمانہ نوجوان گھر بار کی دیکھ بھال، تجارت اور دنیوی معاملات کی گوناگوں مصروفیات سے فارغ ہو کر جب کبھی کوئی فرصت کا وقت نکالتا ہے، تو اسے تفریحات و تعیشات میں صرف نہیں کرتا، اسے کوچہ گردی میں اور مجلس آرائیوں اور گپوں میں نہیں کھپاتا، اسے سو سو کر اور غفلت میں بے کار پڑے رہ رہ کر بھی نہیں گزارتا، بلکہ سارے ہنگاموں سے کنارہ کر کے اور سارے مشغلوں کو تج کر حرا کی خلوتوں میں خدائے واحد کی عبادت اور اس کا ذکر اپنی فطرت مطہرہ کی راہنمائی کے مطابق کرتا ہے۔

کائنات کی گہری حقیقتوں کو اخذ کرنے کے لئے اور انسانی زندگی کے غیبی رازوں کو

---

[1] محسن انسانیت، ص۱۳۸۔ [2] محسن انسانیت، ص۱۳۹۔

پالینے کے لئے عالم نفس وآفاق میں غور وفکر کرتا ہے اور اپنی قوم اور اپنے ابنائے نوع کو اخلاقی پستیوں سے نکال کر مرتبہ ملکوتی پر لانے کی تدبیر سوچتا ہے۔ جس نوجوان کی جوانی کی فرصتیں اس تخنث میں صرف ہو رہی ہوں کیا اس کی فطرت کے بارے میں انسانی بصیرت کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی۔

انتخابِ رفیقہ حیات

پھر دیکھئے کہ یہ نوجوان رفیقہ حیات کا جب انتخاب کرتا ہے تو مکہ کی نوعمر، شوخ وشنگ لڑکیوں کو ایک ذرا سا خراج نگاہ تک دیئے بغیر ایک ایسی خاتون سے رشتہ مناکحت استوار کرتا ہے۔ جس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ خاندان اور ذاتی سیرت وکردار کے لحاظ سے نہایت اشرف خاتون ہے۔ اس کا یہ ذوق انتخاب اس کے ذہن، اس کی روح، اس کے مزاج اور اس کی سیرت کی گہرائیوں کو پوری طرح نمایاں کر دیتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد پر مشقت اور قدم بہ قدم رکاوٹوں والی زندگی میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بے مثال تعاون نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کا انتخاب کتنا مناسب اور بصیرت افروز تھا۔ کیونکہ اس ہمسفر اور مشیرہ نے ہمیشہ آپ کے غموں کو خوشیوں میں بدلا۔

آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کا یہ دور کتنا خوشگوار تھا اس کا اندازہ نہ صرف اس سے ہوتا ہے کہ دس سال کے عرصہ میں چھ سات بچے ہوئے بلکہ اس سے بھی کہ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ ان کا جس قدر اور جس پیرائے میں ذکر فرماتے تھے اس سے آپ کی سب سے چہیتی بیوی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی بڑا رشک ہوتا تھا۔

حدیث کی کتابوں میں اس کا خاص تفصیل سے ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ جب گھر میں رہتے تو بیوی بچوں سے کس قدر پیار اور محبت سے پیش آتے، ان کا دل بہلانا، ان کی سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ ایثار وخیرات کی تربیت دیتے رہنا اور صحیح معنوں میں شریک زندگی بننا آپ ﷺ کا شیوہ تھا۔

نکاح محمد ﷺ کا درخواست خدیجہ رضی اللہ عنہا کی

خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی سچی رفیقہ حیات کی طرح اپنی رفاقت کا ثبوت دیا اگرچہ نکاح کے لئے اس شخصیت کا انتخاب خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذاتی تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم کو پسند کرنے اور نکاح کا پیغام بھیجنے کے کئی اسباب سیرت نگاروں نے بیان کئے ہیں۔ لیکن ابن اسحاق نے اس کا ایک مختلف اور منفرد سبب بیان کیا ہے کہ اس دور میں قریشی عورتوں کی ایک تقریب ہوتی تھی۔ جس کے لئے وہ مسجد حرام میں جمع ہوا کرتی تھیں۔ [1] ایک دفعہ ایک تقریب میں ایک یہودی آیا اور کہنے لگا:

''اے قریشی خواتین تمہارے درمیان ایک نبی ظاہر ہونے والا ہے جس کے ظہور کا زمانہ اب قریب آچکا ہے اس لئے تم میں سے جس کے لئے بھی ممکن ہو وہ اس کی بیوی بن جائے۔ عورتوں کو اس کی اس بات پر بہت غصہ آیا اور وہ اس کو برا بھلا کہنے لگیں۔ مگر خدیجہ رضی اللہ عنہا یہ بات سن کر سوچ میں ڈوب گئی اور یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی۔'' [2]

اس درج بالا سبب سے یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ آسکتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کے شانہ بشانہ اور قدم سے قدم ملا کر چلنے کے لئے پوری طرح تیار کر لیا تھا۔ اس لئے نبوت کے اظہار کے بعد ہر طرف سے مخالفت کے طوفان اس قدر تیز تھے جن سے نبی ﷺ کی زندگی بری طرح متاثر ہوسکتی تھی۔ لیکن میاں بیوی کے عزم حوصلے، کمال ہم آہنگی اور وفا شعاری کے انداز نے میاں بیوی کی نجی زندگی اور اندرون خانہ زندگی میں کسی نفرت یا شکوہ شکایت کی ہوا بھی نہ لگنے دی۔

نبوت کی ذمہ داری کے بعد بھی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نجی زندگی میں کوئی اکتاہٹ اور بوریت نظر نہیں آتی۔ باہر کی ساری پریشانیوں کے باوجود بھی آپ کا گھریلو گلشن آباد تھا۔ میاں بیوی میں محبت کس درجہ کی تھی۔ اس بات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام اولاد اس وفادار اور غمگسار بیوی کے بطن سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے اور بیٹیاں بھی عطا فرمائیں۔ یعنی دختری اور نرینہ اولاد عطا فرمائی جو کہ اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل تھا اللہ

[1] السيرة النبوية، ١/ ٤٤٢۔ [2] ايضًا: ٢/ ٤٤٢۔

تعالیٰ جب چاہتے ہیں کسی کو بیٹے دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں بیٹیاں عطا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا﴾

''اور جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے۔'' [1]

② ﴿وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ﴾

''اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔'' [2]

③ ﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا﴾ [3]

''جمع کر دیتا ہے بیٹے اور بیٹیاں یعنی یہ اولاد اللہ کی نعمت اور خوشی کا سبب بھی بنتی ہے۔''

اور پھر اس اولاد کے سبب پریشانیاں اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کی زندگی بھی انسانی زندگی کے لیے ہی اسوہ حسنہ تھی اس لئے حضور ﷺ کی گھریلو زندگی ان تمام کیفیات سے معمور اور پر رونق تھی۔ جن سے انسانی زندگی کو واسطہ پڑ سکتا ہے۔ البتہ اس میں افراط و تفریط کی بے اعتدالیاں اور عیش و نیا کی خود فراموشیاں نہیں تھیں۔

آپ ﷺ انسانی زندگی کی معتدل فطری تصویر تھے۔ آپ نے گھر کی فضا کو کبھی بوجھل اور خشک نہیں ہونے دیا تھا۔ گھریلو فضا میں فطری جذبات کا مدوجزر رہتا تھا۔ اس ماحول میں آنسوؤں کی چمک بھی تھی۔ تبسموں کی لعانی بھی، محبتیں بھی کارفرما تھیں اور کبھی کبھی رشک کا کھنچاؤ بھی پیدا ہوتا تھا۔ پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے حضور ﷺ اپنے گلستان میں بادنسیم کے جھونکے کی طرح آتے اور ہر طرف شگفتگی پھیل جاتی تھی۔

خطبہ نکاح

نبی ﷺ کے نکاح کے موقع پر یہ خطبہ آپ کے پیارے تایا ابوطالب نے ارشاد فرمایا تھا:

الحمد لله الذی جعلنا من ذرية ابراهيم وزرع اسمٰعيل ،

وَضِطَضِئِى معد و عنصر مضر وحضنة بيته وسواس حرمه

[1] سورة الشورى:٤٩۔ [2] ايضا:٤٩۔ [3] ايضا: ٥٠۔

وجعل لنا بيتاً محجوباً وحرماً آمناً، وجعلنا الحكام على الناس ثم ان ابن اخى محمد (ﷺ) بن عبدالله لا يوزن به رجل الا رجح به۔وان كان فى المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قرابته منى قد خطب خديجة بنت خويلد وبذل لها من الصداق ماآجله من مالى عشرين بعيرا وهو والله بعد هذاله نبأ عظيم وخطر جليل۔ [1]

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کے ذریت اور اسماعیل کی اولاد سے بنایا اور قبیلہ معد اور عنصر اور حضر کو اپنے گھر کی خدمت کے لیے چن لیا اور اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ ایسا گھر ہمیں عطا فرمایا کہ اطراف وجوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہو جاتا ہے اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرر کیا۔ امابعد! یہ میرے بھائی کا لڑکا محمد (ﷺ) بن عبداللہ ہے یہ ایک ایسا جوان ہے کہ قریش کے کسی شخص کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ مگر یہ کہ یہ اس سے بڑھا رہے گا ہاں مال اس کے پاس کم ہے۔ لیکن مال ڈھلتی چھاؤں ہے اور ایک چیز بدلنے والی ہے۔ محمد (ﷺ) وہ شخص ہے جس کی میرے ساتھ قرابت ویگانگت کو تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت خویلد کو چاہتا ہے اور میرے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کرتا ہے اور اس کا مستقبل اللہ کی قسم عظیم الشان اور جلیل القدر ہے۔“

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اس سے پہلے ان کے دو نکاح ہو چکے تھے۔ ایک ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی سے اس سے دو بچے ہوئے، ہند بن ابی ہالہ اور زینب بنت ابی ہالہ۔ اس کے بعد دوسرا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے۔ اس سے بھی دو بچے ہوئے، عبداللہ بن عتیق اور ایک لڑکی تھی۔ [2] یہ چاروں بچے بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ

---

[1] رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص ۵۴۔ [2] ایضاً، ص ۵۵۔

رسول اللہ ﷺ کی زیر تربیت آ گئے تھے۔ (تفصیل آگے آ رہی ہے)

دعوتِ ولیمہ

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد اگلے دن حضور ﷺ نے ولیمہ کیا دو اونٹ ذبح کئے اور مہمانوں کو کھلائے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ پہلا ولیمہ تھا جو آپ نے کیا۔ [1] جو اس زمانے کا شاندار ولیمہ تھا۔ اس ولیمہ کے اخراجات سے آپ کی مالی حیثیت اور لوگوں سے میل جول بھی چھلکتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان بھی اپنے بچپن، لڑکپن اور شباب کو بے داغ ماضی کے طور پر پیش نہیں کر سکتا کتنے ہی لوگ ہیں جو بچپن کے کام تو دور کی بات ہے اپنے نام بھی بدنامی کے ڈر سے معاشرے کے سامنے پیش نہیں کر سکتے بچپن کی عادتیں اور شرارتیں تو ہوتی ہی ناقابل بیان ہیں اور بالخصوص یتیمی میں پلنے والے نونہال تو اپنی سیرت و کردار کو مہذب کم ہی بنا سکتے۔ لیکن اس شاخ گل کی اٹھان دیکھئے جس کی تواضع کانٹوں سے کی گئی۔

آپ کے ابتدائی بیس، پچیس سالہ ایام زندگی، دیکھیے نہ دست شفقت رکھنے والا باپ نہ صبح و شام تربیت و نصیحت کرنے والی ماں، نہ حسین ادائیں سکھانے والی بہن نہ انگلی پکڑ کر زمانے کے گر سکھانے والا بھائی، یتیم و یسیر مگر حسین و جمیل جدھر بھی گیا برکتیں برستی رہیں اور محبتیں سمیٹتا رہا۔ کسی کو تنگ کیا نہ پریشان، بچوں کے ساتھ بچے تو تھے ہی۔ لیکن بچپن میں ہی بڑوں کے ساتھ سنجیدہ، رضاعی ماں اور بہن شیما کی گود ہو یا ثوبیہ اور ماں آمنہ کی آغوش دادا عبدالمطلب کا اہل و عیال ہو یا چچا ابو طالب غریب اور کثیر العیال، آپ کے طرف سے نہ کوئی تقاضا نہ سوال، نہ لڑائی جھگڑا نہ شکوہ اشکال، آپ نے اپنا بچپن لڑکپن اور شباب بے ضرر بلکہ سب متعلقین کے لئے ایسا مفید اور مبارک گزارا تھا کہ اس جیسا دوسرا چشم فلک نے دیکھا ہی نہیں۔ گویا کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ عام بشریت سے منفرد تھا۔ جس سے آداب زندگی کے نقوش متعین ہوتے ہیں۔

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [2]

"بے شک میں تمہارے درمیان عمر گزار چکا ہوں تم عقل کیوں نہیں کرتے۔"

---

[1] سیرت حلبیه، ج۱، ص۴٤۱۔ [2] یونس:۱۰/۱٦۔

پہلی وحی اور پہلی رفیقہ حیات

عام طور پر سیرت کے اس مرحلے کو نجی زندگی میں داخل نہیں کیا جاتا لیکن میرے نزدیک وحی کے نزول سے پہلے نبی کریم ﷺ کا تنہائی اختیار کرنا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا آپ کی ضروریات زندگی پہنچانا، کھانے کا بندوبست کرنا، آپ کے نزدیک غار کے باہر بیٹھے رہنا اور انتظار کرنا یقیناً نجی زندگی ہی ہے۔ اسی طرح وحی کے نزول کے بعد سیدہ خدیجہؓ کا آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے ''کلا و اللہ لایخزیك اللہ ابدا'' [1] کہنا اور معاملے کی نوعیت کو سمجھنا حقیقت میں میاں بیوی کے باہمی اعتماد اور ایک دوسرے کی نفسیات کو سمجھنے کے سبب تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پندرہ سالہ دور زوجیت سے اچھی طرح سمجھ چکی تھیں کہ آپ کی بیماری میں کیا حالت ہوتی ہے؟ آپ کی پاکیزگی اور نفاست کے سبب آپ پر جن بھوت پری کے اثرات اور پاگل پن کا شائبہ تک موجود نہیں تھا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک بیوی اور عورت ہونے کے باوجود اس خرق عادت صورتحال میں نہ صرف اپنے آپ کو سنبھالنا بلکہ آپ کا بھی حوصلہ اور ڈھارس بندھانا اس کی عقل وشعور کی پختگی اور روحانی امور کو سمجھنے کی دلیل ہے۔ اور اس لئے بھی یہ حصہ بیان کیا گیا ہے کہ وحی کا نزول آپ کی زندگی میں ایک ایسا Turning Point تھا کہ عام انسان تو اس سے بہت کم درجے کی تبدیلی سے گھریلو امور میں زیروزبر کا شکار ہو جاتا ہے لیکن آپ ﷺ عظیم منصب نبوت پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنی بھرپور بیرونی مصروفیات کے باوجود گھریلو زندگی میں فٹ نظر آتے ہیں۔ انہی مقاصد کے تحت آغاز وحی اور اس وقت کے حالات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عمر جب چالیس برس کے قریب ہو چکی اور اس دوران آپ کے اب تک کے تاملات نے قوم سے آپ کا ذہنی اور فکری فاصلہ بہت وسیع کر دیا تھا۔ تو آپ کو تنہائی محبوب ہو گئی۔ چنانچہ آپ ستو اور پانی لے کر مکہ سے دو میل دور کوہ حراء کے ایک غار میں جا رہتے یہ ایک مختصر سا غار ہے۔ جس کا طول چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ یہ نیچے کی جانب گہرا نہیں ہے۔ بلکہ ایک مختصر راستے کے بازو میں اوپر کی چٹانوں کے باہم ملنے سے ایک تکون کی

[1] الرحیق المختوم، ص۹۶، ۹۷۔

شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ جب یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ہمراہ جاتیں اور قریب ہی کسی جگہ پر موجود رہتیں۔ آپ رمضان بھر اس غار میں قیام فرماتے آنے جانے والے مسکینوں کو کھانا کھلاتے اور بقیہ اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔ کائنات کے مشاہدے اور اس کے پیچھے کارفرما قدرت نادرہ پر غور فرماتے۔ آپ ﷺ کو اپنی قوم کے لچر پوچ، شرکیہ عقائد اور واہیات تصورات پر بالکل اطمینان نہ تھا لیکن آپ کے سامنے کوئی واضح راستہ، معین طریقہ اور افراط وتفریط سے ہٹی ہوئی کوئی ایسی راہ نہ تھی جس پر آپ اطمینان وانشراح قلب کے ساتھ رواں دواں ہو سکتے۔

نبی کریم ﷺ کو یہ تنہائی پسندی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا ایک حصہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والے کار عظیم کے لئے تیار کر رہا تھا۔ جس روح کے لئے بھی یہ مقدر ہو کہ وہ انسانی زندگی کے حقائق پر اثر انداز ہو کر ان کا رخ بدل ڈالے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ زمین کے مشاغل، زندگی کے شعور اور لوگوں کے چھوٹے چھوٹے ہم وغم کی دنیا سے کٹ کر کچھ عرصے کے لیے الگ تھلگ اور خلوت نشین رہے۔

ٹھیک اسی سنت کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو امانت کبریٰ کا بوجھ اٹھانے، روئے زمین کو بدلنے اور خط تاریخ کو موڑنے کے لئے تیار کرنا چاہا تو رسالت کی ذمہ داری عائد کرنے سے تین سال پہلے آپ کے لئے خلوت نشینی مقدر کر دی۔ آپ اس خلوت میں ایک ماہ تک کائنات کی آزاد روح کے ساتھ ہم سفر رہے اور اس وجود کے پیچھے چھپے ہوئے غیب کے اندر تدبر فرماتے، تاکہ جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہو تو اس غیب کے ساتھ تعامل کے لیے مستعد رہیں۔

جب آپ ﷺ کی عمر چالیس برس کی ہوگئی اور یہی سن کمال ہے اور کہا جاتا ہے، کہ یہی پیغمبروں کی بعثت کی عمر ہے۔ تو زندگی کے افق کے پار سے آثار نبوت چمکنا اور جگمگانا شروع ہوئے۔ یہ آثار خواب تھے۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا اس حالت پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا جو مدت نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کل مدت نبوت تیئس برس ہے۔ اس کے بعد جب حراء میں خلوت نشینی کا تیسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روئے زمین کے باشندوں پر اس کی رحمت کا فیضان ہو۔ چنانچہ اس نے آپ کو نبوت سے مشرف کیا

اور حضرت جبرائیل علیہ السلام قرآن مجید کی چند آیات لے کر آپ کے پاس تشریف لائے۔

دلائل وقرائن پر ایک جامع نگاہ ڈال کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تشریف آوری کے اس واقعے کی تاریخ متعین کی جاسکتی ہے۔صفی الرحمن مبارکپوری کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱ تاریخ کو دوشنبہ کی رات میں پیش آیا۔اس روز اگست کی ۱۰ تاریخ تھی۔اور سن ۶۱۰ء تھا۔قمری حساب سے نبی ﷺ کی عمر چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ مہینے ۲۲ دن تھی۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس واقعے کی تفصیلات یوں بیان کرتی ہیں کہ یہ انوار لاہوت کا ایسا شعلہ تھا جس سے کفر وضلالت کی تاریکیاں چھٹتی چلی گئیں۔یہاں تک کہ زندگی کی رفتار بدل گئی اور تاریخ کا رخ پلٹ گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتدا نیند میں اچھے خواب سے ہوئی۔آپ جو بھی خواب دیکھتے وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا۔پھر آپ کو تنہائی محبوب ہوگئی۔چنانچہ آپ غار حراء میں خلوت اختیار فرماتے اور کئی کئی دن گھر تشریف لائے بغیر مصروف عبادت رہتے۔اس کے لئے آپ توشہ لے جاتے۔پھر (توشہ ختم ہونے پر) حضرت خدیجہ کے پاس واپس آتے اور تقریباً اتنے ہی دنوں کے لئے پھر توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ کے پاس حق آیا اور آپ غار حراء میں تھے۔یعنی آپ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو! آپ نے فرمایا، میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔آپ فرماتے ہیں کہ اس پر اس نے مجھے پکڑ کر اس زور سے دبایا کہ میری قوت نچوڑ دی۔پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس نے دوبارہ پکڑ کر دبوچا۔پھر چھوڑ کر کہا، پڑھو! میں نے پھر کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس نے تیسری بار پکڑ کر دبوچا پھر چھوڑ کر کہا:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ ﴾ [2]

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔پڑھو اور تمہارا رب نہایت کریم ہے۔"

[1] رحمۃللعالمین، ص ۷۳۔ [2] سورۃ العلق:۱۔۳۔

ان آیات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ پلٹے آپ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھا دو۔ انہوں نے آپ کو چادر اوڑھ دی یہاں تک کہ خوف جاتا رہا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا، یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی جان کا ڈر لگتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا قطعاً نہیں۔ بخدا آپ کو اللہ تعالیٰ رسوا نہ کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ دردمندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے مصائب پر اعانت کرتے ہیں۔ [1]

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ دور جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی میں لکھنا جانتے تھے۔ چنانچہ عبرانی زبان میں حسب توفیق الٰہی انجیل لکھتے تھے۔ اس وقت بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔ ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا بھائی جان! آپ اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔ ورقہ نے کہا: بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا بیان فرما دیا۔ اس پر ورقہ نے آپ سے کہا: یہ تو وہی ناموس (Nomose) ہے۔ [2] جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اس وقت توانا ہوتا۔ کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا! تو کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جب بھی کوئی آدمی اس طرح کا پیغام لایا جیسا تم لائے ہو تو اس سے ضرور دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تمہارا زمانہ پالیا تو تمہاری زبردست مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی فوت ہو گئے اور وحی رک گئی۔ [3]

طبری اور ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ ﷺ اچانک وحی کی آمد کے بعد غار حراء سے نکلے تو پھر واپس آ کر اپنی بقیہ مدت قیام پوری کی، اس کے بعد مکہ تشریف لائے۔ طبری کی روایت سے آپ ﷺ کے نکلنے کے سبب پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ روایت یہ ہے۔

---

[1] خطبات بھاولپور، ص۹۔ [2] ایضاً: ص۹۔ [3] محمد بن جریر، ۲/ ۲۷۰۔

رسول اللہ ﷺ نے وحی کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی مخلوق میں شاعر اور پاگل سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی قابل نفرت نہ تھا۔ (میں شدت نفرت سے) ان کی طرف دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔

(اب جو وحی آئی تو) میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ یہ نا کارہ یعنی خود آپ شاعر یا پاگل ہیں۔ میرے بارے میں قریش ایسی بات کبھی نہ کر سکیں گے۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہوں۔ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے لٹکا دوں گا اور اپنا خاتمہ کرلوں گا اور ہمیشہ کے لئے راحت پا جاؤں گا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں یہی سوچ کر نکلا جب بیچ پہاڑ پر پہنچا تو آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ اے محمد ﷺ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرائیل ہوں آپ کہتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا۔ تو جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل میں افق کے اندر پاؤں جمائے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ اے محمد! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبرائیل ہوں، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں وہیں ٹھہر کر جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنے لگا اور اس شغل نے مجھے میرے ارادے سے غافل کر دیا اب میں نہ آگے جا رہا تھا نہ پیچھے۔ البتہ اپنا چہرہ آسمان کے افق میں گھما رہا تھا اور اس کے جس گوشے پر بھی میری نظر پڑتی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام اسی طرح دکھائی دیتے تھے۔ [1] میں مسلسل کھڑا رہا نہ آگے بڑھ رہا تھا نہ پیچھے یہاں تک کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے میری تلاش میں اپنے قاصد بھیجے اور وہ مکہ تک جا کر پلٹ آئے۔ لیکن میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام چلے گئے اور میں بھی اپنے اہل خانہ کی طرف پلٹ آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ کر ان کی ران پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا ابو القاسم! آپ کہاں تھے؟ بخدا! میں نے آپ کی تلاش میں آدمی بھیجے اور وہ مکہ تک جا کر واپس آ گئے (اس کے جواب میں) میں نے جو کچھ دیکھا تھا انہیں بتا دیا۔ [2] انہوں نے کہا: چچا کے بیٹے! آپ خوش ہو جائیے اور آپ ثابت قدم رہیے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں امید کرتی ہوں کہ آپ ﷺ اس امت کے نبی ہوں گے۔ اس کے بعد ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ انہیں ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا قدوس، قدوس، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ورقہ کی جان ہے۔ ان کے

[1] الرحیق المختوم، ص ۱۰۰۔ [2] السیرۃ النبویہ، ۱/ ۲۳۸۔

پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ ان سے کہو ثابت قدم رہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے واپس آ کر آپ کو ورقہ کی بات سنائی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے حراء میں اپنا قیام پورا کر لیا اور (مکہ) تشریف لائے تو آپ سے ورقہ نے ملاقات کی اور آپ کی زبانی تفصیلات سن کر کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آپ اس امت کے نبی ہیں۔ آپ کے پاس وہی ناموس اکبر آیا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ [1]

حضور ﷺ کے درد والم

اگرچہ سیرت طیبہ کے درد والم کے حالات وواقعات کی فہرست بہت طویل ہے۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ کے گھر میں کوئی بوریت نظر نہیں آتی۔ گھریلو زندگی میں پیش آنے والے چند دردناک واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) بیٹیوں کی طلاق

ابتدا میں مشرکین سے مومن عورتوں کے نکاح کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور ام کلثوم ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں تھیں۔ آپ ﷺ کو ستانے کے لیے ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم فوراً ان کی دونوں لڑکیوں کو طلاق دے دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میرا تمہارا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا ابھی ان دو صاحبزادیوں کی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ باپ کے بے رحم اور سنگدل بیٹوں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی کو خراب کرنے کے لئے انہیں طلاق دے دی۔ دنیا جانتی ہے کہ بیٹی کی طلاق باپ کے لئے کتنا بڑا صدمہ ہوتا ہے۔

(2) شانہ اقدس کی بے حرمتی

مشرکین مکہ آپ ﷺ کے گھر کا سکون برباد کرنے کے لئے اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ اکٹھا کر کے حضور ﷺ کے کا شانہ اقدس میں ڈال دیا کرتے تھے۔ [2]

چنانچہ ابولہب عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص حضور ﷺ کے پڑوسی تھے اور یہ ان کا

---

[1] السيرة النبوية، ١/ ٤٤١۔ [2] ابن هشام، ١/ ٢٠٩۔

ہر روز کا معمول تھا۔ حضور ﷺ صبر و تحمل کے ساتھ ان کی اس رذیل حرکت کو بھی برداشت فرماتے اور اس کوڑے کو اٹھا کر باہر پھینکتے اور صرف اتنا فرماتے: ((یا بنی عبد مناف أی جوار ھذا)) ''اے عبد مناف کے بیٹو! تم ہمسائیگی کا کیسا حق ادا کرتے ہو۔'' [1]

عقبہ بن ابی معیط خبث باطن میں سب سے آگے تھا۔ وہ غلاظت اکٹھی کر کے حضور ﷺ کے دروازے پر پھینک دیا کرتا تھا۔

((کنت بین سر جارین بین ابی لھب وعقبة بن ابی معیط ان کانا لیأتیان بروث فیطرحا نھا علی بابی)) [2]

''حضور ﷺ نے فرمایا میں دو بد بخت ہمسائیوں (ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط) کے درمیان رہائش پذیر تھا۔ وہ دونوں گندگی اور غلاظت میرے دروازے پر پھینک دیتے تھے۔''

ان ساری بیرونی پریشانیوں اور حالات کی سنگینیوں کے باوجود بھی نبی ﷺ اپنے گھر میں بچوں کی پیدائش پر عقیقے اور بیٹیوں کی شادی کرنے کے ساتھ ساتھ فوت ہونے والے لخت جگروں کے جنازے پڑھاتے نظر آتے ہیں۔ گھر کے مکمل نگہبان اور اہل خانہ پر مہربان دکھائی دیتے ہیں، ہمارے موجودہ معاشرے کی طرح نہیں کہ بیرونی مسائل کے سبب گھروں کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ کاشانہ نبوت میں تو مسائل بھی ایسے تھے کہ انسانی عقل ماؤف ہو جاتی ہے۔ کہ کہیں ہمسائے سے ستایا جانا ہے اور کہیں بیٹوں کی وفات پر برادری کے طعنے ہیں۔ کہیں بیٹیوں کی طلاقیں اور ہجرتیں ہیں تو کہیں معاشرے کا بائیکاٹ ہے۔ لیکن اسوہ کامل کی نجی زندگی میں ہمت و حوصلہ، شفقت و محبت، عفو و درگزر، سادگی اور دینداری انتہا درجے کی ملتی ہے۔

(3) آزادی کا علمبردار قید میں

آپ ﷺ کی نجی زندگی کا ایک باب مقاطعہ قریش اور شعب ابی طالب میں محصوری

[1] السیرة النبویة، ۱/ ۲۱۰۔

[2] ضیاء النبی، از پیر محمد کرم شاہ الازہری، ج ۲، ص ۳۰۷۔

بھی ہے۔ جس کا ذکر قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

شعب بنو ہاشم کا تعارف: شعب ابی طالب حقیقت میں یہ بنی ہاشم کا ایک مکان تھا جوان کے رہائشی مکانوں سے الگ تھا۔ [1] یہ مکان "شعب ابن یوسف" سے مشہور تھا۔ یہ مکان ہاشم کی ملکیت تھا۔ عبدالمطلب نے اس مکان کو اپنے لڑکوں میں اس وقت تقسیم کر دیا تھا۔ جس وقت اس کی بینائی ضعیف ہوگئی تھی اور نبی ﷺ کا حصہ اس میں اپنے باپ عبداللہ کے حصے کے سبب ہو گیا تھا۔

شعب بنو ہاشم کے حالات حضرت عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ شعب ابی طالب (بنو ہاشم) میں جانے کا اصل سبب یہ تھا کہ مشرکین نے علانیہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو جناب ابو طالب نے بنو عبداللہ کو جمع کر لیا اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ وہ سب رسول محترم کے ساتھ گھاٹی میں جمع ہو جائیں اور کفار و مشرکین کے ارادے ناکام بنائیں۔

ان میں بنو ہاشم کے کافر و مسلم سب شامل تھے اور یہ قدم قومی حمیت کے تحت اٹھایا گیا۔ ان حالات میں مشرکین مکہ نے جمع ہو کر یہ طے کر لیا اور دستاویز لکھ کر اس پر اپنے دستخط اور مہریں ثبت کر دیں۔

بائیکاٹ ختم کرنے کی ایک ہی شرط تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے ہمارے حوالے کر دیں۔ یہ سارا خاندان اور قبیلہ تین سال تک اس گھاٹی میں پڑا رہا ان پر منڈی و بازار کے راستے بند تھے۔ قرب وجوار سے کھانے پینے کی کوئی چیز ان تک نہیں پہنچتی تھی۔ بیع وتجارت کی اجازت نہ تھی اس سارے ظلم وستم کا مقصد قریشیوں کا یہ تھا کہ یہ سارے بھوک سے ہلاک ہو جائیں تو وہ نبی ﷺ کا قتل اور خون بہا سکیں۔

گھاٹی کے اندر بھی نبی ﷺ کے قتل کے خوف سے ابو طالب رات کو دوسرے احباب کے سو جانے کے بعد نبی کریم کو اپنے بستر پر آنے کے لیے کہتے اور خود آپ ﷺ کے بستر پر چلے جاتے تھے، تاکہ آپ کے خلاف کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکے اور اس طرح ابو طالب کا کوئی بیٹا اور کبھی کوئی اور اہم رشتہ دار آپ سے بستر بدلتا۔ گویا باری باری آپ بستر بدلتے اور

[1] سیرت النبی، کرپالوی، طالب حسین، ۱۸/ ۱۴۷۔

استراحت فرماتے۔ [1]

(4) بیرونی سہارا چھن گیا

دور نظر بندی کا خاتمہ ہو گیا اور ایک بار پھر اللہ کا نبی اپنے گھرانے سمیت آزادی کی فضا میں داخل ہوا۔ لیکن اب پہلے سے بھی زیادہ سخت دور کا آغاز ہوتا ہے یہ نبوت کا دسواں سال تھا اس سال میں آپ کے لئے انتہائی صدمہ یہ پیش آیا کہ آپ کے مشفق و محافظ چچا اور حضرت علی کے والد ابو طالب فوت ہو گئے۔ اسی طرح وہ ایک ظاہری سہارا بھی چھن گیا۔ جو حضور ﷺ کو اپنے سایہ شفقت میں لئے ہوئے دشمنوں کے سامنے پوری استقامت سے آخری دم تک مزاحم رہا۔ دنیا بھر میں شاید ہی کوئی ایسا چچا اور ہو؟

(5) رفاقت کا چراغ گل ہو گیا

اسی سال آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رحلت سے دوسرا صدمہ اٹھانا پڑا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا صرف حضور ﷺ کی بیوی ہی نہ تھی بلکہ السابقون میں سے تھیں اور انہوں نے رسالت سے قبل بھی موانست و غمگساری میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اور اولین وحی کے نزول سے لے کر تا دم آخر راہ حق میں حضور ﷺ کے ساتھ سچی رفاقت کا حق ادا کر کے دکھلا گئی۔ قدم قدم پر مشورے بھی دیے مال بھی خرچ کیا اور دلی جذبے سے تعاون بھی دکھلایا۔ بجا طور پر کہا گیا ہے کہ "کانت له وزیرا" "وہ حضور ﷺ کے لیے وزیر تھیں۔" [2] انہی غم انگیز حالات کی وجہ سے یہ سال سال اندوہ یا عام الحزن کے نام سے موسوم ہوا۔

(6) اپنے بھی پرائے ہو گئے

اس یاس انگیز ماحول میں ظلم و ستم میں اس قدر اضافہ ہو گیا تھا، کہ پرانے اور بیرونی دشمنوں کے علاوہ قریبی اور چچا زاد رشتہ داروں نے بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہجرت کیلئے تیار ہوئے تو عقیل بن ابی طالب نے آپ کا خدیجہ والا مکان فروخت کر کے کھا لیا۔ یہ مکان درب الحجر میں واقع تھا۔ اسی ظلم و ستم اور غم و اندوہ کے دور میں گھریلو زندگی کو دوبارہ آباد کرنے کیلئے آپ ﷺ کا نکاح حضرت

[1] مغازی رسول اللہ، ص۸۹۔ [2] محسن انسانیت، ص۲۰۶۔

سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ [1]

اس فصل میں آپ مطالعہ فرما چکے ہیں کہ حضور پر نور ﷺ کے نبوت سے قبل کے حالات اور بعد از نبوت واقعات میں بہت واضح تغیر وتبدل آیا۔ لیکن نبی رحمت صبر واستقامت کے پہاڑ بن کر ہر طرح کے طوفانوں کا مقابلہ کرتے رہے اور مشکلیں اتنی پڑیں کہ آساں ہو گئیں، کا مصداق نظر آتا ہے۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی میں ہر لحاظ سے معتدل اور متوازن نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جس طرح اللہ کی بندگی کا حق ادا کیا اُسی طرح افراد خانہ کے حقوق بھی پورے پورے ادا کیے۔ افراد امت کو رسول رحمت ﷺ سے توازن اور تعامل سیکھنا چاہیے، کہ کیسے حالات کی کشمکش میں فرائض ادا کیے جاتے ہیں اور کیسے مشکلات کے طوفانوں کے آگے پیکر صبر و ہمت کامرانیوں کو چھوا جاتا ہے۔ موجودہ معاشرے میں ''جدھر کی ہوا چلے اُدھر کے ہو چلو'' یا ''جیسا دیس ویسا بھیس'' کے مطابق چلنے کا مزاج عام ہے۔ جب کہ مسلمان کو ہر حال میں اپنے اسلام کے اصول وضوابط کا پابند رہنا چاہیے حالانکہ قرآن تو یہ تربیت کرتا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ ﴾ [2]

''اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کی عبادت ایک کنارے پر کرتا ہے، پھر اگر اسے کوئی بھلائی پہنچ جائے تو اس کے ساتھ مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آ پہنچے تو اپنے منہ پر الٹا پھر جاتا ہے۔ اس نے دنیا اور آخرت کا نقصان اٹھایا، یہی تو صریح خسارہ ہے۔''

[1] خطبات بھاولپور، ص۳۰۲۔ [2] الحج: ۲۲/ ۱۱۔

باب سوئم: محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی

فصل اوّل: محمد رسول اللہ ﷺ کے جسمانی خدوخال

چہرہ مبارک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ما رأيت احدا من الناس احسن فى حلة حمراء من رسول الله ﷺ ـ ❶

”میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو سرخ لباس میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت ہو۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ ـ ❷ ”میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا کسی کو دیکھا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كان النبى ﷺ أحسن الناس، وأشجع الناس ـ ❸

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔“

رأيت النبي ﷺ فى ليلة اضحيان فجعلت أنظر إلى رسول الله ﷺ وإلى القمر و عليه حلة حمراء فا ذا هو عندى أحسن من القمر۔ ❹

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا میں چاند کو دیکھتا

---

❶ نیل الاوطار، ۱/ ۱۵۱؛ نسائی، رقم الحدیث: ۵۲۳۴؛ المغنی، ۱/ ۳۴۱؛ طبقات ابن سعد، ۱/ ۴۵۰۔ ❷ الشمائل المحمدیۃ، رقم الحدیث: ۵؛ دلائل النبوۃ، ۱/ ۲۷۰؛ المستدرک، ۲/ ۹۶۔ ❸ بخاری، رقم الحدیث: ۲۹۰۸؛ مسلم، رقم الحدیث: ۶۰۰۶؛ دلائل النبوۃ، ۱/ ۳۱۳؛ ترمذی، رقم الحدیث: ۱۲۸۷؛ نسائی، رقم الحدیث: ۵۳۱۶۱۔

❹ دارمی، السنن، رقم الحدیث: ۵۸؛ دلائل النبوۃ، ۱/ ۱۹۶، ؛ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، رقم الحدیث: ۱۰؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۸۱۱؛ بیہقی، شعب الایمان، ۲/ ۱۵۰، رقم الحدیث: ۱۴۱۷؛ ابو یعلی، المسند، ۱۳/ ۴۶۴، رقم الحدیث: ۷۴۷۷۔

اور رسول اللہ ﷺ کو اور آپ پر سرخ رنگ کا لباس تھا آپ مجھے چاند سے زیادہ حسین نظر آئے۔"

كان رسول الله ﷺ أبيض كأنما صيغ من فضة رجل الشعر۔ ❶

"رسول اللہ ﷺ کا رنگ سفید تھا گویا کہ آپ کا بدن چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔ آپ کے بال قدرے پیچ دار تھے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک اور روایت میں بیان فرماتے ہیں:

ما رايت شيئا احسن من رسول الله ﷺ كأن الشمس تجرى في وجهه۔ ❷

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے خوبصورت کوئی نہیں دیکھا گویا کہ سورج آپ کے چہرے میں دمک رہا ہے۔"

گردن مبارک

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

سألت خالي هندبن أبي هالة وكان وصا فاعن حلية رسول الله ﷺ و أنا أشتهي أن يصف لى منها شيئا أتعلق به فقال كان رسول الله ﷺ...... كان عنقه جيد دمية فى صفاء فضة۔ ❸

"میں نے اپنے خالو ہند بن ابی ہالہ سے آپ ﷺ کے متعلق سوال کیا وہ آپ کے حلیہ کا وصف بیان کر رہے تھے اور میں چاہتا تھا۔ کہ میرے لیے وہ بیان کریں جو اس سے متعلق ہوں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک کے بارے بیان فرمایا کہ آپ کی گردن بڑی خوبصورت تھی گویا کہ چاندی کی

---

❶ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ١٢؛ بيهقى، دلائل النبوة، ١/ ٢٤١۔

❷ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٣٦٤٨؛ بيهقى، دلائل النبوة، ١/ ٢٠٩۔

❸ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٨؛ بيهقى، شعب الايمان، رقم الحديث: ١١٤٣؛ الطبقات الكبرى، ١/ ٤٢٢؛ صفوة الصفوة، ١/ ١٥٦؛ المعجم الكبير، ٢٢/ ١٥٥، رقم الحديث: ٤١٤۔

مورتی تراشی ہوئی ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

واحسن عباد الله عنقا لا ينسب الى الطول، ولا الى القصر، ماظهر عن عنقه للشمس والرياح فكأنه إبريق فضة يشوب ذهبا يتلألأ في بياض فضة وحمرة الذهب............ ❶

”رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک اللہ کے تمام بندوں سے خوبصورت تھی نہ اسے لمبا کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی چھوٹا۔ آپ کی گردن مبارک سورج اور ہوا میں ظاہر ہوتی تو معلوم ہوتا کہ یہ ایک ایسی صراحی ہے جو چاندی کی چمک اور سونے کی سرخی سے ملا کر بنائی گئی ہے۔

ام معبد رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی گردن مبارک کے متعلق بیان کرتی ہیں:

وفي عنقه سطع۔ ❷ ”آپ ﷺ کی گردن مبارک قدرے طویل تھی۔“

شانہ مبارک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان النبي ﷺ مربوعا بعيد ما بين المنكبين............ ❸

”رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے دونوں کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔“

حضرت علی رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

جليل المشاش والكتد...... ❹

---

❶ دلائل النبوة، ۱/ ۳۰۴؛ تهذيب تاريخ دمشق الكبير، ۱/ ۳۳۶۔

❷ البداية والنهاية، ۳/ ۱۹۲؛ المعجم الكبير، ۴/ ۴۹، رقم الحديث: ۳۶۰۵؛ المستدرك، ۳/ ۱۰، رقم الحديث: ۴۲۷۴؛ الخصائص الكبرى، ۱/ ۳۱۰؛ الطبقات الكبرى، ۱/ ۲۳۱؛ الاستيعاب، ۴/ ۱۹۵۹؛ انسان العيون، ۲/ ۲۲۷؛ طبرى، الرياض النضره، ۱/ ۴۷۱۔

❸ بخارى، رقم الحديث: ۳۵۵۱؛ ترمذى، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ۳؛ دلائل النبوة، ۱/ ۲۴۰؛ ترمذى، السنن، رقم الحديث: ۳۶۳۵؛ البداية والنهاية، ۶/ ۱۱۔

❹ ترمذى، السنن، رقم الحديث ۳۶۳۸؛ ترمذى، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ۷؛ دلائل النبوة، ۱/ ۲۴۱؛ الطبقات الكبرى، ۱/ ۴۱۱؛ البداية والنهاية، ۶/ ۱۹......۱۱، اردو ۲/ ۲۱۲۔

''آپ ﷺ مضبوط جوڑ والے تھے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فکأنما أنظر حين بدا منكبه الى شقه القمر من بياضه۔ ❶

''گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جب آپ ﷺ کا کندھا مبارک ظاہر ہوتا تو سفیدی کی وجہ سے چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔''

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

كان رسول الله ﷺ...... عريض الصدر، بعيد ما بين المنكبين...... ❷

''رسول ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا اور کندھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔''

ملا علی قاری نے ''جمع الوسائل'' میں آپ ﷺ کے کندھے مبارک کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

كان اذا جلس يكون كتفه أعلى من الجالس۔ ❸

''آپ ﷺ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے کندھے مبارک اہل مجلس سے بلند تر ہوتے۔''

دست مبارک

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

خرج رسول الله ﷺ بالهاجرة الى البطحاء فتوضأ.........قال فأخذت بيده فوضعتها على وجهي فاذا هي أبرد من الثلج، وأطيب رائحة من المسك۔ ❹

''رسول اللہ ﷺ دھوپ کے وقت وادی بطحاء کی طرف نکلے آپ ﷺ نے وضو کیا۔۔۔۔۔۔۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے چہرے پر لگا لیا وہ

---

❶ سبل الهدى والرشاد، ۲/ ۴۳۔ ❷ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث:۸؛ المعجم الكبير، ۲۲/ ۱۵۵۔ ❸ جمع الوسائل، ۱/ ۱۳۔

❹ بخاری، رقم الحديث: ۳۵۵۳؛ دلائل النبوة، ۱/ ۲۵۷۔

برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔'

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

كان النبي ﷺ ضخم اليدين والقدمين۔ [1]

"رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھ اور پاؤں موٹے تھے۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

قال لي رسول الله ﷺ اذهب يا سلمان ففقر لها فاذا فرغت فأتني أكون أنا أضعها بيدى، ففقرت لها وأعانني أصحابي.........فخرج رسول الله ﷺ اليها فجعلنا نقرب له الودى، ويضعه رسول الله ﷺ بيده فوالذى نفس سلمان بيده، ماماتت منها واحدة۔ [2]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا سلمان جاؤ اور گڑھا کھودو جب گڑھا کھود لو تو میرے پاس آنا میں (کھجور کا پودا) اپنے ہاتھ سے رکھوں گا۔ میں نے گڑھے کھودے اور میرے ساتھیوں نے میری مدد کی رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ہم پودے آپ کے قریب کرنے لگے اور آپ اپنے ہاتھ مبارک سے رکھنے لگے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ

صليت مع رسول الله ﷺ صلوة الأولى ثم خرج إلى أهله و خرجت معه، فاستقبله ولدان، فجعل يمسح خدى أحدهم واحدا واحدا قال وأما أنا فمسح خدى قال فوجدت ليده بردا أوريحا كأنما أخرجها من جونة عطار۔ [3]

---

[1] بخاری، رقم الحديث: ۵۹۰۸ ـ [2] مسند احمد، رقم الحديث: ۲٤۱۳۸ـ

[3] مسلم الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٦٠٥٢؛ فتح الباری، ٦/ ٢٢٨ رقم ١٩٤٤؛ دلائل النبوة، ١/ ٢٥٦ـ

”میں نے نماز فجر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ادا کی پھر آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی طرف چل دیئے میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا آپ کے سامنے دو بچے آئے آپ باری باری دونوں کے رخساروں پر ہاتھ پھیرنے لگے جب میرے رخساروں پر ہاتھ لگایا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ٹھنڈک یا خوشبو محسوس کی گویا کہ وہ عطار کی ڈبیہ سے نکالا گیا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

كان النبي ﷺ يبايع النساء بالكلام بهذه الآية ﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا﴾ قالت وما مست يد رسول الله ﷺ يد إمراة۔ [1]

”رسول اللہ ﷺ عورتوں سے بیعت اس کلام سے لیتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔﴿لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ﴾ مزید آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔“

مستورد بن شداد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

أتيت رسول الله ﷺ فاخذت بيده فاذا هي ألين من الحرير وأبرد من الثلج۔ [2]

”میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا میں نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا تو وہ ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔“

ہتھیلیاں مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

ما مسست حريرا ولا ديباجا ألين من كف النبي ﷺ [3]

---

[1] دارمی، السنن، رقم الحدیث: ۳۳۔ [2] الاصابہ، ۳/ ۳۲۳، رقم ۳۸۵۹؛ سبل الھدی والرشاد، ۲/ ۷٤؛ المعجم الاوسط، ۹/ ۹۷، رقم الحدیث: ۹۲۳۷؛ المعجم الکبیر، ۷/ ۲۷۲، رقم الحدیث: ۷۱۱۰؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۸۲۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۳۵٦۱؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦۰۵٤؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۲۰۱۵۔

”میں نے رسول ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم ریشم ودیباج نہیں پایا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی آپ کی ہتھیلی مبارک کے متعلق مختلف الفاظ منقول ہیں:

كان النبي ﷺ بسط الكفين [1]

”آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔“

كان النبي ﷺ شثن القدمين والكفين [2]

”آپ ﷺ پر گوشت قدموں اور ہتھیلیوں والے تھے۔“

كان النبي ﷺ ضخم الكفين، والقدمين [3]

”آپ ﷺ کی ہتھیلیوں پر گوشت اور قدم مبارک موٹے تھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

لم يكن النبي ﷺ بالطويل وبالقصير شثن الكفين والقدمين۔ [4]

”نبی ﷺ لمبے تھے نہ چھوٹے قد والے آپ کی ہتھیلیوں اور پاؤں پر گوشت تھا۔“

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كان النبي ﷺ رحب الراحة [5]

”آپ ﷺ کی ہتھیلیاں کشادہ تھیں۔“

ہڈیاں اور جوڑ مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصف بیان کرتے تو کہتے کہ

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٥٩٠٦۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ٥٩١٠۔

[3] بخاری، رقم الحدیث: ٥٩١١۔٥٩١٢۔

[4] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٣٦٣٧؛ ترمذی، الشمائل المحمدیه، رقم الحدیث: ٥؛ مسند احمد، رقم الحدیث: ٦٨٤؛ المستدرك، ٢/ ٩٦؛ البداية والنهاية ٦/ ١٧۔

[5] شعب الایمان، ٢/ ١٥٥، ١٤٣؛ الطبقات الكبرى، ج ١ ص٤٢٢؛ تهذيب الاسماء واللغات، ١/ ٥٢؛ الجامع الصغير، ٢/ ٩٨؛ المعجم الكبير، ٢٢/ ١٥٦۔؛ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٧٣؛ المستدرك، ٣/ ٦٤٠؛ دلائل النبوه، ٣/ ٦٧٢؛ دلائل النبوة، ١/ ٢٨٧۔

............جليل المشاش والكتد۔ [1]

”رسول اللہ ﷺ موٹی ہڈیوں والے اور موٹے جوڑ والے تھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

كان النبي ﷺ ضخم الهامة مشربا حمرة شثن الكفين والقدمين، ضخم اللحية، طويل المسربة، ضخم الكراديس يمشي في صبب يتكفأ في المشية لا قصير ولا طويل لم أر قبله مثله ولا بعده [2]

”نبی ﷺ موٹی گردن، سرخ رنگ، پرگوشت دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں بھاری، ڈاڑھی مبارک گھنی، سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر، بڑے جوڑ والے تھے، قوت کے ساتھ جھک کر چلتے، نہ پست قد، نہ زیادہ لمبے۔ میں نے آپ جیسا نہ کبھی پہلے دیکھا نہ کبھی بعد میں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

لم يكن النبي ﷺ بالطويل ولا بالقصير شثن الكفين والقدمين، ضخم الر أس ضخم الكراديس، طويل المسربة إذا مشى تكفأ تكفيا كانما ينحط من صبب، لم ار قبله ولا بعده مثله [3]

”نبی ﷺ طویل تھے نہ چھوٹے قد میں، ہتھیلیوں اور پاؤں پرگوشت، بڑے سر والے، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی، سینہ سے ناف تک لمبی لکیر، جب چلتے تو آگے جھک کر گویا کہ ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔ میں نے آپ جیسا نہ پہلے

---

[1] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٣٦٣٨؛ دلائل النبوۃ، ١/ ٢٧٠؛ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، رقم الحدیث: ٢؛ ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث: ٣١٨٠٥؛ الخصائص الکبریٰ، ١/ ١٢٤؛ السیرۃ النبویۃ، ٢/ ٢٤٧؛ التمہید، ٣/ ٢٩؛ ابن صفوۃ الصفوۃ از جمال الدین ابی رج ١/ ١٥٤۔

[2] المسند، رقم الحدیث: ١١٢٢۔

[3] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٣٦٣٧؛ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، رقم الحدیث: ٥۔

دیکھا نہ بعد میں۔"

بغل مبارک

حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كان النبي ﷺ اذا سجد فرج بين يديه حتى نرى ابطيه۔ [1]

"رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ پیٹ سے الگ رکھتے یہاں تک کہ ہم آپ کی بغلیں دیکھ لیتے۔"

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ

ان رسول الله ﷺ كان لا يرفع يديه في شيء من دعائه الافى الاستسقاء فانه كان يرفع يديه حتى يرى بياض إبطيه [2]

"رسول اللہ ﷺ استسقاء کے سوا اور کسی دعا میں (زیادہ اونچے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس دعا میں آپ اتنے اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔"

بنی حریش کے ایک آدمی نے بتایا کہ

كنت مع ابى حين رجم رسول ﷺ ماعزبن مالك فلما اخذته الحجارة أرعبت فضمني اليه رسول الله ﷺ فسال علي من عرق إبطه مثل ريح المسك۔ [3]

"جب رسول اللہ ﷺ نے ماعز بن مالک کو رجم کیا تو میں اس وقت اپنے والد کے ہمراہ موجود تھا۔ جب ان پر پتھر لگے تو میں گھبرا گیا آپ نے مجھے اپنے ساتھ لگا لیا مجھ پر آپ کی بغل مبارک کا پسینہ گرا جو کستوری کی مانند خوشبودار تھا۔"

[1] بخاري، رقم الحديث: ٣٥٦٤۔

[2] بخاري، رقم الحديث: ٣٥٦٥؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٥٧٤۔٢٥٧٦؛ دلائل النبوة، ١/ ٢٤٧؛ شرح مواهب اللدنية، ٥/ ٤٦١۔

[3] دارمي، مسند، ١/ ٣٤، رقم الحديث: ٦٤؛ ميزان الاعتدال، ٢/ ١٩٣؛ لسان الميزان، ٢/ ١٧٠؛ شرح مواهب اللدنية، ٥/ ٤٦١؛ الخصائص الكبرى، ١/ ١١٦؛ الاصابة، ص٢۔٥٧۔

سینہ مبارک

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

كان النبي ﷺ مربوعا بعيد ما بين المنكبين، له شعر يبلغ شحمة أذنه رأيته في حلة حمراء لم أر شيئًا قط احسن منه [1]

”نبی ﷺ میانہ قد تھے دونوں کندھوں کے درمیان فاصلہ یعنی سینہ مبارک چوڑا تھا آپ کے بال کان کی لو تک تھے میں نے آپ کو سرخ لباس میں دیکھا مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی چیز خوبصورت نظر نہیں آئی۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتیں ہی کہ

كان رسول الله ﷺ عريض الصدر ممسوحه كأنه المرايافي شدتها واستوائها لا يعد و بعض لحمه بعضا على بياض القمر ليلة البدر۔ [2]

آپ ﷺ کا سینہ مبارک چوڑا اور کشادہ تھا شیشے کی طرح سخت اور ہموار تھا گوشت کا کوئی حصہ کسی حصے سے ابھرا ہوا نہ تھا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی تھا۔“

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ

سالت خالي هند بن ابي هالة التميمي، وكان وصافاً عن حليه النبي ﷺ فقال كان رسول الله ﷺ مفخماً يَتَلَّأ لَأ وجهه۔ سواء البطن والصدر عريض الصدر وفي رواية العلوى فسيح الصدر بعيد ما بين المنكبين۔ [3]

---

[1] بخاری، رقم الحديث: ۳۵۵۱؛ مسند احمد، رقم الحديث: ۱۸۶۶۵؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ۳۲۳۵۔ [2] دلائل النبوة، ا/ ۳۰۴۔ [3] دلائل النبوة، ا/ ۲۸۷؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ۱۸؛ الثقات، ۲/ ۱۴۶؛ الطبقات الكبرى، ۱/ ۴۲۲؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۷۳؛ المعجم الكبير، ۲۲ / ۱۵۵، رقم: ۴۱۴؛ شعب الايمان، ۲/ ۱۵۵، رقم: ۱۴۳۰؛ صفوة الصفوة، ۱/ ۱۵۶؛ السيرة النبوة، ۱/ ۳۳۰۔

''میں نے اپنے خالو ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور وہ نبی ﷺ کے حلیہ مبارک کو بہت اچھی طرح بیان کرتے تھے انہوں نے بتایا کہ رسول ﷺ ذات میں بھی باوقار تھے اور مقام میں بھی آپ کا چہرہ چاند کی مانند روشن اور چمک دار تھا پیٹ اور سینہ مبارک برابر تھے سینہ چوڑا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ کھلا اور کشادہ سینہ تھا۔''

بطن اقدس

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

كان رسول الله وسلم كأنما صيغ من فضة ، رجل الشعر مفاض البطن۔ [1]

''رسول اللہ ﷺ خوبصورت بناوٹ سے ایسے لگتے تھے جیسے آپ کو چاندی میں ڈھالا گیا ہو، بال کچھ گھنگریالے اور پیٹ مبارک برابر تھا۔''

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے:

سواء البطن والصدر [2]

''آپ ﷺ کا پیٹ اور سینہ بالوں سے خالی تھے۔''

ام معبد رضی اللہ عنہا کے قصہ میں ہے:

قالت رأيت رجلا ظاهر الوضاءة (الحسن)، ابلج الوجه (مشرق)، حسن الخلق، لم تعبه ثجلة.......... [3]

''ام معبد رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو خوبصورت وضع

---

[1] دلائل النبوۃ، ۱/ ۲۴۱؛ البداية والنهاية، ۶/ ۹۔ [2] الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ۸؛ دلائل النبوة، ۱/ ۲۸۶؛ المستدرك، ۳/ ۶۴۰؛ دلائل النبوة، ۳/ ۶۸۲؛ المعجم الكبير، ۲/ ۱۵۵؛ شعب الايمان، ۲/ ۱۵۵؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۲۷۳؛ الجامع الصغير، ۱/ ۳۵؛ الطبقات الكبرى، ۱/ ۴۲۲؛ تهذيب الاسماء واللغات، ۱/ ۵۲۔ [3] دلائل النبوة، ۲/ ۴۹۵؛ الاستيعاب، ۴/ ۱۹۵۹؛ المستدرك، رقم الحديث: ۴۲۷۴؛ المعجم الكبير، ۴/ ۴۹؛ صفوة الصفوة، ۱/ ۱۳۹؛ الطبقات الكبرى، ۱/ ۲۳۱؛ البداية والنهاية، ۶/ ۲۹۔

قطع، ہنس مکھ چہرہ، اعلیٰ اخلاق والا جس میں بڑا ہونے کا عیب نہیں تھا۔"

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مارأيت بطن رسول الله ﷺ قط الا ذكرت القراطيس المثنية بعضها على بعض [1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کے بطن مبارک کو جب بھی دیکھا تو ایسے لگا جیسے کاغذوں کی تہہ ہو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ليس في بطنه ولا صدره شعر غيره [2]

"آپ ﷺ کے پیٹ مبارک اور سینہ پر بال نہیں تھے۔"

ناف مبارک

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

قال: ولد رسول الله ﷺ مختونا مسرورا يعني مقطوع السرة۔ [3]

"رسول اللہ ﷺ ختنہ کیے ہوئے پیدا کیے گئے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔"

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: ان رسول ﷺ ولد مختونا مسرورا يعني مقطوع السرة۔ [4]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ختنے کے ساتھ پیدا ہوئے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔"

عن الحسن بن علي رضي الله عنه قال: سالت خالي هند بن ابي هالة وكان وصافا عن حلية رسول الله ﷺ فقال: كان رسول ﷺ

---

[1] تاريخ بغداد، ١٢ـ٦٤، رقم: ٦٤٥٧؛ مجمع الزوائد، ٨/ ٢٨٠؛ الطبات الكبرىٰ، ١/ ٤١٩؛ المسند، رقم الحديث: ١٦١٩ـ [2] تهذيب تاريخ دمشق الكبير، ١/ ٣١٨؛ الطبقات الكبرىٰ، ١/ ٤١٠ـ

[3] الطبقات الكبرىٰ، ١/ ١١٠، الاستيعاب، ١/ ٥١ـ [4] الثقات، ١/ ٤٢ـ

موصول ما بين اللبة والسرة بشعر يجري كالخط۔ [1]

”حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے خالو ھند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا نبی ﷺ کے حلیہ کے بارہ میں، اس نے کہا کہ نبی ﷺ کے سینہ اور ناف کو بالوں کے ذریعے ملایا گیا تھا۔“

ام ایمن رضی اللہ عنہا کی حدیث ابن جریج وغیرہ نے روایت کی ہے:

كان النبي ﷺ قد ولد مختونا مقطوع السرة [2]

”کہ نبی ﷺ ختنہ کے ساتھ پیدا ہوئے اس حال میں کہ آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔“

مہر نبوت

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ

ذهبت بي خالتي الى رسول الله ﷺ فقالت: يا رسول الله ﷺ ان ابن اختي وقع فمسح رأسي ودعالي بالبركة، وتوضأ فشربت من وضوئه ثم قمت خلف ظهره فنظرت إلى خاتم النبوة بين كتفه [3]

”میری خالہ مجھے رسول ﷺ کے پاس لے گئی اور عرض کیا یارسول اللہ! میرا بھانجا بیمار ہو گیا ہے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ نے وضو کیا میں نے آپ کے وضو کا پانی پیا پھر میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور مہر نبوت آپ کے کندھوں کے درمیان دیکھی۔“

---

[1] الشمائل المحمديه، رقم الحديث :٩؛ شرح المواهب اللدنية، ٥/ ٤٦٢۔

[2] قاضي عياض، الشفاء، از قاضي عياض ١/ ٤٢۔

[3] بخاری، رقم الحديث: ٣٥٤١؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٣٦٤٣، ٢٠٢٧؛ دلائل النبوّة، ١/ ٢٥٩؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث :١٦۔

(نوٹ) نبی ﷺ کے مختون پیدا ہونے والی تمام روایات ضعیف ہیں ابن ھشام میں صحیح روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ کے دادا نے ساتویں دن عقیقہ کیا ختنہ کروایا اور نام رکھا۔

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رأيت خاتما في ظهر رسول الله ﷺ كأنه بيضة حمام ❶

''میں نے آپ ﷺ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی۔ جو کہ کبوتر کے انڈے کی مانند تھی۔ شمائل ترمذی میں "غدة حمراء" کے الفاظ بھی ہیں۔''

عبداللہ بن سرجیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نظرت الى خاتم النبوة بين كتفيه عند ناغض كتفه اليسرى جمعا عليه خيلان كامثال الثآليل۔ ❷

''میں نے دونوں کندھوں کے درمیان بائیں کندھے کی ہڈی کے نزدیک مہر نبوت دیکھی۔''

كان علي ﷺ إذا وصف النبي ﷺ ...... قال بين كتفيه خاتم النبوة۔ ❸

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔''

ابوزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

قال لي رسول الله ﷺ اقترب مني فاقتربت منه۔ فقال :أدخل يدك فامسح ظهري قال: فأدخلت يدي في قميصه فمسحت ظهره فوقع خاتم النبوة بين اصبعي ❹

''رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: میرے قریب آ جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہو گیا آپ ﷺ نے فرمایا (قمیص کے نیچے) اپنا ہاتھ ڈال کر میری کمر پر پھیرو۔ میں نے اپنا ہاتھ قمیص کے نیچے داخل کیا اور کمر پر پھیرا تو مہر نبوت میری دو انگلیوں کے درمیان آ گئی۔''

---

❶ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٦٥٨٥؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٣٦٤٤؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ١٧؛ دلائل النبوّة، ١/ ٢٤٣۔

❷ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٤٠٨٨؛ دلائل النبوّة، ١/ ٢٦٣۔

❸ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٣٦٣٨۔ ❹ مسند احمد رقم الحديث: ٢١٠١٢۔

قال ابو سعید: الختم الذی بین کتفی النبی ﷺ لحمة نابتة۔ ❶

''ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان ابھرا ہوا گوشت کا ٹکڑا تھا۔''

پشت مبارک

عن رجل من خزاعة یقال له محرش او مخرش لم یثبت سفیان اسمه أن النبي ﷺ خرج من الجعرانة لیلاً، فاعتمر ثم رجع فاصبح کبائت بها فنظرت الی ظهره کانه سبیکة فضة ❷

''خزاعہ قبیلے کا ایک آدمی جسے محرش یا مخرش کہا جاتا ہے، کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ مقام جعرانہ سے رات کو نکلے پھر آپ نے عمرہ کیا اور رات ہی کو واپس تشریف لے آئے صبح اس حال میں کی کہ گویا آپ رات گئے ہی نہ تھے۔ میں نے آپ کی کمر مبارک کو دیکھا گویا کہ چاندی کا ایک ٹکڑا ہے۔''

عن عائشة رضی اللہ عنہا ...... کان طویل مسربة الظهر ...... ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ کی کمر کی ہڈی لمبی تھی۔''

اس حدیث میں پیٹھ/کمر مبارک کے بارے میں یہ الفاظ بھی ہیں ''واسع الظهر'' کہ آپ ﷺ کی کمر مبارک کشادہ تھی۔

پنڈلی مبارک

عون بن ابو جحیفہ نے اپنے باپ سے ذکر کیا:

قال: دفعت إلی النبي ﷺ وهو بالابطح فی قبة کان بالهاجرة خرج بلال فنادی بالصلوة ثم دخل فاخرج فضل وضوء

❶ دلائل النبوة، ۱/ ۲۶۵۔ ❷ مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۵۵۹۷؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث ۲۸۶۷؛ فتح الباری، ۶/ ۵۷؛ السنن الکبری، رقم الحدیث: ۴۲۳۴؛ ابن ابی شیبة، المصنف، رقم الحدیث: ۱۳۲۳۰؛ المعجم الکبیر، ۲۰/ ۳۲۷، رقم الحدیث: ۷۷۲؛ الجامع الصغیر، ۱/ ۲۲؛ حمیدی، المسند، رقم الحدیث: ۸۶۳؛ تهذیب الکمال، ۲۷/ ۲۸۶؛ البدایة والنهایة، ۶/ ۱۴۔ ❸ دلائل النبوة، ۱/ ۳۰۴۔

رسول الله ﷺ فوقع الناس عليه ياخذون منه ثم دخل فاخرج العنيزة وخرج رسول الله ﷺ كاني أنظر الى وبيص ساقيه فركز العنزة ثم صلى الظهر ركعتين ، والعصر ركعتين ، يمر بين يديه الحمار والمرأة [1]

''دوپہر دھوپ کے وقت مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جایا گیا آپ مقام ابطح میں خیمہ کے اندر تشریف فرما تھے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نکلے انہوں نے اذان کہی پھر وہ خیمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر آئے لوگ ہاتھوں ہاتھ اس پانی کو لینے لگے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ خیمہ میں داخل ہوئے اور نیزہ نکالا رسول اللہ ﷺ بھی باہر تشریف لائے (مجھے اب بھی ایسے لگ رہا تھا کہ) میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں حضرت بلال نے نیزہ زمین پر گاڑا پھر دو رکعات نماز ظہر اور دو رکعات نماز عصر ادا کی گدھے اور عورتیں آگے سے گزر رہے تھے۔''

عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: كان في ساقي رسول الله ﷺ خموشة [2]

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی پنڈلیاں مبارک باریک تھیں۔''

أن سراقة بن جعشم قال أتيت رسول الله ﷺ فلما دنوت منه وهو على ناقته أنظر إلى ساقه كانها جمارة [3]

---

[1] بخاری ، رقم الحدیث ۳۵٦٦؛ مسلم ، الجامع الصحیح ، رقم الحدیث:۱۱۱۹؛ ترمذی ، السنن ، رقم الحدیث: ۱۹۷؛ مسند احمد ، رقم الحدیث: ۱۸۹٤٤؛ ابن حبان ، الصحیح ، رقم الحدیث: ۲۳۹٤؛ الطبقات الکبری ، ۱/ ٤٥۰؛ ابو عوانه ، المسند ، ۲/ ۵۰؛ السنن الکبری ، رقم الحدیث:۵۲۸۵؛ المعجم الکبیر ، ۲۲/ ۱۰۲ ، رقم الحدیث: ۲٤۹؛ مصنف عبدالرزاق ، رقم الحدیث: ۱۸۰٦؛ صحیح ابن خزیمه ، ٤/ ۳۲٦ ، رقم الحدیث: ۲۹۹۵۔

[2] رقم الحدیث: ۳٦٤۵؛ مسند احمد ، رقم الحدیث: ۲۱۲۲٤؛ المستدرك ۲/ ٦٦۲ ، رقم الحدیث:٤۱۹٦؛ المعجم الکبیر ، ۲/ ۲٤٤ ، رقم الحدیث: ۲۰۲٤؛ مسند ابو یعلی ، ۳/ ٤۵۳ ، رقم الحدیث: ٤۷۵۸۔ [3] دلائل النبوة ، ۱/ ۲۰۷؛ شمائل الرسول ، ص ۱۲؛ البدایة والنهایة ، ٦/ ۲۲؛ المعجم الکبیر ، ۷/ ۱۳٤ ، رقم الحدیث: ٦٦۰۲؛ السیرة النبوة ، ۳/ ۱۷۔

''سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ اپنی اونٹنی پر تھے جب میں قریب ہوا تو میں نے آپ کی پنڈلی دیکھی گویا کہ وہ سرخ انگارہ ہے۔''

قدمین شریفین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كان النبي ﷺ ضخم القدمين ، حسن الوجه ، لم أرقبله ولا بعده مثله [1]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک بھاری اور چہرہ بہت خوبصورت تھا میں نے آپ جیسا نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔''

عن انس رضی اللہ عنہ قال:كان النبي ﷺ شثن القدمين والكفين۔ [2]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک اور ہتھیلیاں پرگوشت تھیں۔''

أن ابا هريرة رضی اللہ عنہ يصف رسول ﷺ ، فقال ، كان يطأ بقدميه جمعاً ليس له اخمص۔ [3]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے دونوں قدم زمین پر پورے رکھتے تھے۔''

عن عبدالله بن بريدة عن رسول الله ﷺ كان أحسن البشر

---

[1] بخاری ، رقم الحدیث ۵۹۰۸، ۵۹۰۹؛ مسند احمد ، رقم الحدیث: ۱۲۲۹۱؛ ابو یعلیٰ ، المسند ، ۵/ ۲۵۶ ، رقم الحدیث: ۲۸۷۵؛ الطبقات الکبری ، بحوالہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ، ۱/ ۴۱۲؛ بیھقی ، دلائل النبوۃ ، ۱/ ۲۴۲؛ فتح الباری ، ۱۰/ ۳۵۷ ، رقم الحدیث: ۵۹۰۶۔

[2] بخاری ، رقم الحدیث:۵۹۱۰؛ترمذی ، السنن ، رقم الحدیث: ۳۶۳۷ ، ۳۶۳؛ مسند احمد ، رقم الحدیث: ۱۰۵۳؛ ابن حبان ، الصحیح ، ۱۴/ ۱۱۷ ، رقم الحدیث: ۶۳۱۱؛ الطبقات الکبری ، ۱/ ۴۱۵؛ دلائل النبوّۃ ، ۱/ ۲۴۳۔

[3] دلائل النبوّۃ ، ۱/ ۷۴۵؛ صفۃ الصفوۃ ، ۱/ ۱۵۶۔

قدمًا ❶

عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔''

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللہ ﷺ...... سائل الاطراف، اوقال شائل الاطراف، خمصان الاخمصین، مسیح القدمین، ینبو عنهما الماء، اذا زال زال قلعاً ❷

''آپ ﷺ کی انگلیاں لمبی، پاؤں کے تلوے قدرے گہرے تھے قدم ہموار اور اتنے نرم ونازک کہ ان پر پانی نہیں ٹھہرتا تھا۔''

ایڑیاں مبارک

رسول اللہ ﷺ کی ایڑیوں کے بارے میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

کان رسول ﷺ ضلیع الفم، اشکل العین، منهوس العقبین۔ ❸

''رسول اللہ ﷺ کشادہ دہن، سرخی مائل آنکھوں والے اور ایڑیوں پر کم گوشت والے تھے۔''

ناخن مبارک

محمد بن عبداللہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کیا:

انه شهد النبی ﷺ عند المنحر هو ورجل من الانصار فقسم

---

❶ السیرة، ٢/ ١٢٢؛ الطبقات الکبری، ١/ ٤١٩؛ الخصائص الکبری، ١/ ١٢٨؛ الجامع الصغیر، ١/ ٢٥، رقم الحدیث: ٧؛ سبل الهدی والرشاد، ٢/ ٧٩۔ ❷ الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٨؛ المعجم الکبیر، ٢٢/ ١٥٦؛ المستدرك، ٣/ ٦٤٠۔

❸ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦٠٧٠؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٩؛ مسند احمد، رقم الحدیث: ٢١٠٩٧؛ البدایة والنهایة، ٦/ ١٧...... ٢٢؛ الطبقات الکبری، ا/ ٤١٦؛ المعجم الکبیر، ٢/ ٢٢٠؛ الخصائص الکبری، ١/ ١٢٤؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث ٤٧_٣٦٤٦۔

رسول اللهﷺ ضحايا فلم يصبه ولا صاحبه شيء وحلق رأسه في ثوبيه فاعطاه و قسم منه على رجال و قلم اظفاره فاعطاه صاحبه [1]

''قربان گاہ میں نبی ﷺ کے پاس وہ اور انصار کا ایک اور آدمی بھی موجود تھا، رسول ﷺ نے قربانیاں تقسیم کیں انہیں اور ان کے ایک ساتھی کو ان قربانیوں میں سے کوئی نہ ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر اپنے کپڑے میں منڈوایا اور (بال) انہیں دے دیئے کچھ بال لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ناخن کٹوائے اور دوسرے ساتھی کو دے دیئے۔''

عن ابی هريرة كان يقلم أظفاره ويقص شاربه يوم الجمعة قبل ان يروح الى الصلوة [2]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ناخن اور مونچھیں جمعہ کے دن نماز کو جانے سے پہلے کاٹتے تھے۔''

ختنہ مبارک

رسول اللہ ﷺ کے ختنہ کے متعلق حدیث اور سیرت کی کتابوں میں تلاش بسیار کی گئی ہے کہیں سے بھی صحیح اور معتبر روایت نہیں مل سکی۔ سوائے درج ذیل روایت کے جسے امام بیہقی نے دلائل النبوہ میں ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں ابن سعد، ابن عساکر کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ البدایہ والنھایہ میں ابن کثیر نے یہ روایت لکھنے کے بعد لکھا ہے۔ ''في صحته نظر'' ابن علی نے لکھا ہے۔ ''له غير حديث منكر'' میزان اعتدال کے حوالہ سے امام ابن قیم کی کتاب ''ھدی الرسول'' کے اردو ترجمہ میں عبدالرزاق ملیح آبادی نے صفحہ نمبر ۵۹ پر لکھا ہے، پیدائشی مختون والی حدیث غیر صحیح ہے۔ ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] السنن الكبرى ١/ ٢٥، رقم الحديث: ٩١؛ مجمع الزوائد، ٤/ ١٩؛ الطبقات الكبرى، ٣/ ٥٣٦؛ شعب الايمان، ٢/ ٢٠٢، رقم الحديث: ١٥٣٥؛ نيل الأوطار، ١/ ٦٩؛ المستدرك، رقم الحديث: ١٧٤٤؛ ابن خزيمه، الصحيح، رقم الحديث: ٢٩٣١۔

[2] كنز العمال، رقم الحديث: ١٨٣٢٢۔

عن ابن عباس عن ابيه العباس بن عبدالمطلب ، قال ولد رسول الله ﷺ مختوناً مسرورا [1]

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ختنہ کیے ہوئے خوش وخرم حالت میں پیدا ہوئے تھے۔''

نبی کریم ﷺ کے غیر مختون پیدا ہونے پر سلف صالحین کا تقریباً اجماع ہی ہے۔ کیونکہ دوسرے مؤقف کے متعلق تمام روایات صحت کے اعتبار سے نا قابل اعتبار ہیں اور یہی بات صحیح ہے کہ نبی ﷺ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ کا ختنہ اور عقیقہ کیا گیا۔ جس کی تفصیلات پیچھے گزر چکی ہے۔

شرح صدر

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كان أبو ذر يحدث أن رسول ﷺ قال: فرج عن سقف بيتي وأنا بمكة ، فنزل جبريل ففرج صدرى ثم غسله بماء زمزم ، ثم جاء بطست من ذهب ممتلئ حكمة وايمانا فافرغه فى صدرى ، ثم أطبقه ، [2]

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے گھر کی چھت کو کھولا گیا جب میں مکہ میں تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے میرے سینے کو چاک کیا پھر اس کو زم زم کے پانی سے دھویا پھر سونے کا برتن حکمت ایمان سے بھرا ہوا لائے اس کو میرے سینے میں ڈال دیا پھر سینہ بند کر دیا۔''

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: أتيت فانطلقوا بى إلى زمزم ، فشرح عن صدرى ، ثم غسل بماء

[1] دلائل النبوّة، ١/ ١١٤؛ الطبقات، ١/ ١٠٣؛ تهذيب تاريخ دمشق الكبير، ٣/ ٨٠، ٣/ ٨٠؛ البداية والنهاية، ٢/ ٢٦٥؛ المستدرك، رقم الحديث: ٤١٧٧۔

[2] بخارى، رقم الحديث: ٣٤٩۔

زمزم ثم أنزلت [1]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لے جایا گیا پھر مجھے زم زم کے پاس لے گئے پھر میرا سینہ چاک کیا اور زم زم کے پانی سے دھویا پھر مجھے میری جگہ پر چھوڑ دیا گیا۔''

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ أتاه جبريل وهو يلعب مع الغلمان ، فأخذه فصرعه فشق عن قلبه ، فاستخرج القلب ، فاستخرج منه علقة فقال: هذا حظ الشيطان منك ، ثم غسله في طست من ذهب بماء زمزم ، ثم لأمه ثم اعاده في مكانه ، وجاء الغلمان يسعون إلى أمه يعني ظئره فقالوا إن محمدا قد قتل ، فاستقبلوه وهو منتقع اللون ، قال انس: وقد كنت أرى أثر ذلك المخيط في صدره [2]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو پکڑا اور پچھاڑا اور دل کو چاک کیا اور اسے نکالا اور اس سے ایک ٹکڑا الگ کر دیا اور فرمایا آپ میں یہ ٹکڑا شیطان کا تھا۔ پھر دل کو دھویا سونے کے برتن میں زم زم کے پانی سے۔ پھر اس کو جوڑا پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا اور لڑکے آپ کی رضاعی ماں کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے محمد ﷺ مار دیئے گئے یہ سن کر لوگ دوڑے دیکھا تو آپ صحیح سالم ہیں اور آپ کا رنگ اڑا ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس سلائی کا نشان آپ کے سینہ پر دیکھتا تھا۔''

عن حليمة بن الحارث ام رسول الله ﷺ التي ارضعته ، أنها قالت بينا هو (محمد ﷺ) خلف بيوتنا مع أخ له من الرضاعة في بهم لنا ، جاء نا اخوه ذلك يشتد فقال ، ذاك أخي

---

[1] مسلم الجامع الصحيح ، رقم الحديث: ٤١٢۔

[2] مسلم ، الجامع الصحيح ، رقم الحديث: ٤١٣۔

القریش، قد جاء ہ رجلان علیهما ثیاب بیاض فاضجعاہ فشقا بطنه فخرجت أنا و أبوہ نشتد نحوہ، فنجدہ قائما منتقعا لونه فاعتنقه أبوہ فقال ای بنی ما شانك ؟ فقال جاء نی رجلان علیهما ثیاب بیاض، فاضجعانی، فشقا بطنی، ثم استخرجا منه شیا فطرحاہ ثم ردہ کما کان۔ [1]

''رسول اللہ ﷺ کی رضائی والدہ حلیمہ نے بیان کیا اس اثنا میں کہ محمد ﷺ اپنے رضائی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہمارے جانوروں بکریوں میں تھے ان کا رضائی بھائی دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ وہ رہا میرا قریشی بھائی، اس کے پاس سفید کپڑوں میں دو آدمی آئے ہیں انہوں نے اسے لٹا لیا اور پیٹ چاک کر دیا۔ حلیمہ کہتی ہے میں اور اس کے والد اس کی طرف دوڑے ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا ان کے والد نے انہیں گلے لگایا اور پوچھا اے بیٹے کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے پاس سفید لباس میں دو آدمی آئے انہوں نے مجھے لٹا لیا میرا پیٹ چاک کیا پھر اس سے کوئی چیز نکالی اور پھینک دی اور اس کے بعد پیٹ کو پہلی حالت میں کر دیا۔''

جلد مبارک

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

کان رسول اللہ ﷺ رقیق البشرة [2]

''رسول اللہ ﷺ کی جلد مبارک نرم تھی۔''

رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب بیان کرتے ہیں:

واللہ! لما ادخلته فراشی فاذا هو فی غایة اللین۔ [3]

''اور اللہ کی قسم! جب میں نے اس کو اپنے بستر میں داخل کیا تو وہ انتہائی نرم تھے۔''

---

[1] دلائل النبوۃ، ۱/ ۱۳۵؛ سیرت النبی ﷺ کامل، ۱/ ۱۸۵ (اردو ترجمہ عبدالجلیل صدیقی)

[2] الوفا، ص ۴۰۹۔ [3] التفسیر الکبیر، ۳۱/ ۲۱۴۔

پسینہ مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ

دخل علینا النبی ﷺ فقال عندنا فعرق ، وجاءت أمي بقارورة ، فجعلت تسلت العرق فیھا۔ فاستیقظ النبی ﷺ فقال یا ام سلیم ما ھذا الذی تصنعین؟ قالت: ھذا عرقك نجعله فی طیبنا وھو من أطیب الطیب۔ [1]

”نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمارے پاس قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمایا آپ کو پسینہ آیا میری امی ایک شیشی لائی اور پسینہ اس میں سوتنے لگی نبی ﷺ بیدار ہوئے آپ نے فرمایا: اے ام سلیم تم یہ کیا کر رہی ہو تو انہوں نے جواب دیا یہ آپ کا پسینہ ہے ہم اسے اپنی خوشبوں میں ملاتے ہیں اور وہ تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہو جاتی ہے۔“

یہ حدیث الفاظ کے فرق کے ساتھ نسائی میں بھی موجود ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ لم یسلك طریقا أولا یسلك طریقا فیتبعه احد الاعرف انه قد سلکه ، من طیب عرقه او قال من ریح عرقه۔ [2]

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جس راستے سے گزرتے پھر کوئی آدمی آپ کے پیچھے چلتا تو اسے پتہ چل جاتا کہ آپ کا یہاں سے گزر ہوا ہے یہ آپ کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے معلوم ہوتا تھا۔“

عن انس رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ ﷺ یأتی ببیت ام سلیم فینام علی فراشھا ولیست ام سلیم فی بیتھا فتأتی فتجدہ نائما وکان

---

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦٠٥٥؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ٥٣٧٣؛ دلائل النبوۃ، ١/ ٢٥٨؛ سیر اعلام النبلاء، ٢/ ٣٠٨؛ فتح الباری، ١١/ ٧٢۔

[2] سنن دارمی، ١/ ٣٤، رقم الحدیث: ٦٧۔

عليه السلام إذا نام ذف عرقا فتأخذ عرقه بقطنة في قارورة فتجعله في مسكها ❶

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ام سلیم کے گھر آتے وہ گھر میں نہ ہوتیں تو آپ ان کے بستر پر سو جاتے وہ آپ کو سویا ہوا پاتیں۔ آپ جب سوتے تو پسینہ چھوڑتے۔ وہ (ام سلیم) روئی کے ساتھ شیشی میں پسینہ ڈالتی اور اسے اپنی کستوری میں ملا لیتیں۔‘‘

عن انس ﷺ قال: خدمت رسول الله ﷺ عشر سنين فما قال لي اف قط...... لا شممت مسكا قط و لا عطرا كان أطيب من عرق رسول الله ﷺ ❷

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی آپ ﷺ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا...... میں نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک پسینہ سے زیادہ خوشبودار کوئی عطر یا کستوری نہیں پائی۔‘‘

اس فصل میں نبی ﷺ کے جسم اطہر کی تصویر کشی کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کی حقیقی تصویر اور شبیہہ دنیا میں موجود نہیں جس کی حکمتیں مشیت ایزدی میں مخفی ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی لفظوں میں جو تصویر کشی کی اس کو پیش کرنے کے لئے بھرپور محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

کسی بھی شخصیت کو سمجھنے کے لئے اس کی وجاہت کو دیکھنا چاہیے کیونکہ انسان کا سراپا اس کے بدن کی ساخت، اس کے اعضاء کا تناسب خاص طور پر اس کے ذہنی، اخلاقی اور جذباتی مرتبے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ خصوصاً چہرہ ایک ایسا قرطاس ہوتا ہے جس پر انسانی کردار اور کارناموں کی ساری داستان لکھی ہوتی ہے جس پر انسانی نظر ڈالتے ہی ہم کسی کے مقام کا تصور کرتے ہیں۔ سابقہ فصل میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت کو پیش کرنے کے لیے آپ کی جسمانی ساخت اور حسن و جمال کو پیش کیا گیا ہے اور اس تصویر و ساخت کا انحصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و آثار

❶ مسند احمد، رقم الحديث: ۱۳٤٤۲۔

❷ سنن ترمذی، رقم الحديث: ۲۰۱۵۔

پر کیا گیا ہے۔ ان سچے جاں نثاروں اور وفاداروں نے کم سے کم پردہ الفاظ میں حضور ﷺ کی شبیہہ کو مرتب کر دیا اور اسے محفوظ حالت میں اصحاب روایت نے ہم تک پہنچا دیا یہاں ہم نے اس لفظی شبیہہ کو پیش کیا ہے، تا کہ حضور ﷺ کی نجی زندگی کے ساتھ ساتھ اس عظیم ہستی کی ایک جھلک بھی دیکھ لیں۔ گویا یہ ایک قسم کی ملاقات ہے اور اس آفتاب حق کی ایک جھلک ہے۔

حضور ﷺ کے بیان کیے گئے چہرہ اقدس قد و قامت خدوخال، چال ڈھال اور وجاہت کا جو عکس صدیوں کے فاصلوں کے باوجود اور لاکھوں پردوں سے چھن کر ہم تک پہنچتا ہے وہ حقیقت میں ایک ایسے انسان کا تصور پیش کرتا ہے جو ذہانت، شجاعت صبر و استقامت، راست بازی و دیانت فصاحت و بلاغت، جیسے اوصاف حمیدہ کا جامع تھا۔

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حضور اکرم ﷺ کے جسمانی نقشے میں روح نبوت کا پرتو تھا جو کہ مہر نبوت سے نظر آتا تھا اور آپ کی شکل و شباہت اور جسمانی وجاہت خود آپ کے مقدس مرتبہ کی ایک دلیل تھی۔ اسی تصویر نبوت کو ام معبد نے بھی حسین ترین الفاظ کا لباس پہنایا اور ایک جامع لفظی تصویر، یوں کھینچی حالانکہ ام معبد کو نہ تو آپ ﷺ کا کوئی تفصیلی تعارف تھا نہ کسی قسم کا کوئی تعصب بلکہ جو کچھ دیکھا اسے من وعن کہہ دیا۔

اصل عبارت تو عربی زبان میں ہے جس کا متن بے مثل اور بے مثال ہے ہم یہاں رحمۃ للعالمین سے ترجمہ مستعار لے رہے ہیں:

"پاکیزہ رو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ و فراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرگیں چشم، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش، وقت کے ساتھ گویا دلبستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں دیدہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کمی وبیشی الفاظ سے مبرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے۔ نہ طویل کہ آنکھ اُس سے نفرت کرے۔ دیدہ نہال کی تازہ شاخ، دیدہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو لوگ چپ چاپ سنتے، جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے، مخدوم،

مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔“ (ام معبد کی تصویر کشی مکمل ہوئی)۔ [1]

آج کے اس پرفتن دور میں ہر چیز اپنی اصل سے ہٹی ہوئی ہے افراد سے لے کر معاشروں تک اور گھر سے لے کر حکومتوں تک بے ڈھب نظر آتی ہے لہٰذا اصلاح کا آغاز اپنی ذاتی اور شخصی زندگی سے کرنا چاہئے۔ چونکہ بگاڑ ہر رخ پہ اتنا زیادہ ہے کہ اصلاح ناممکن نظر آتی ہے۔ ایک طرف تو نسل نو، جہالت اور بے دینی کے سمندر میں غوطے لگا رہی ہے اور اپنی وضع قطع اور چال ڈھال اور انداز و اطوار غیروں کے اپنا رہی ہے Hair Style ان کا، تہذیب و تمدن ان کی، رنگ و روغن اور زیب و زینت ان کی۔ مردوں اور عورتوں کی مشابہت ان کی تقلید میں کرتے کرتے ہمارا مرد، عورت کی تصویر اور عورت مرد کا عکس پیش کرنے کیلئے کوشاں و سرگرداں نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف دین کا تعارف پیش کرنے والے علما قائدین اپنی بے ڈھنگی جسامت کے سبب معیوب نظر آتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے پیٹ، مونچھوں اور ڈاڑھیوں کے انداز اور سائز، پگڑیوں اور ٹوپیوں کے رنگ، اٹھنے بیٹھنے اور چلنے اور کھانے پینے کے ڈھنگ سب کچھ نبوی شکل و صورت اور اسلامی تہذیب و تمدن سے ہٹا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے مذہبی طبقہ کے لوگ دین کا ایسا رنگ پیش کرتے ہیں کہ انسانی عقل ماتم کناں ہو جاتی ہے کہ خدایا یہ کیا ماجرا ہے کہ نبی برحق کی صورت و سیرت کو تو اپنا پرایا جو دیکھتا متاثر ہوتا قریب ہوتا، نیک اور صالح بنتا اور معاشرے کا مفید اور معتدل فرد بنتا لیکن یہاں تو معاملہ مختلف نظر آتا ہے۔

لہٰذا ہمارے مذہبی قائدین اور زعما کو بالخصوص اور ساری مسلم عوام کو بالعموم اپنے جسموں کی کانٹ چھانٹ کرنے کے لئے سخت سے سخت تربیت و اصلاح کی بھٹی سے گزارنا چاہیے تاکہ ہمارے جسم و جان سے محمدی کلچر آشکارا ہو۔

مسلمانوں کے بے ڈھنگ اور بیمار جسموں میں انقلاب کی روح و فکر کیسے پیدا ہو سکتی ہے جس کی ضرورت سب سے شدید اور اول ترین ہے۔ اس انقلابی روح و فکر کی پیدائش کیلئے انفرادی اور اجتماعی جسم کا صحت مند توانا اور چاک و چوبند ہونا ضروری ہے عربی کا مقولہ بہت مشہور ہے: العقل السليم في الجسم السليم۔

”صحت مند عقل سلیم الفطرت جسم ہی میں ہوتی ہے۔“

---

[1] مستدرك حاكم، رقم الحديث: ٤٢٧٤۔

فصل دوئم: رسول اللہ کا لباس

اس فصل میں ہم نبی ﷺ کی ذاتی ضروریات زندگی کی چیزوں اور پسند و ناپسند کا ذکر صحیح احادیث کی روشنی میں کرتے ہیں مثلاً: لباس، اسلحہ، سواریاں اور خوشبو وغیرہ۔لہٰذا آغاز کرتے ہیں آپ ﷺ کے لباس اقدس سے کیونکہ لباس کو دیکھنے سے شخصیت اور ذاتی زندگی کا مطالعہ خود بخود ہو جائے گا کیونکہ آدمی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے۔ لباس خود بخود بولتا ہے کہ اس میں ملبوس شخصیت کس ذہن و کردار کی مالک ہے۔ نبی کریم ﷺ کے لباس کے بارے میں آپ کے رفقاء نے جو معلومات دی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

عمامہ مبارک

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ان رسول الله ﷺ دخل مكة يوم فتح وعليه عمامة سوداء بغير إحرام.......... [1]

''فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر سیاہ پگڑی تھی اور آپ بغیر احرام کے تھے۔''

عن جعفر بن عمرو بن حريث ، عن أبيه قال: رأيت النبي ﷺ يخطب على المنبر وعليه عمامة سوداء...... [2]

''جعفر بن عمرو بن حریث نے اپنے باپ سے روایت بیان کی کہ انہوں نے بتایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے دیکھا آپ پر سیاہ پگڑی تھی۔''

حدثني جعفر بن عمرو بن حريث، عن أبيه قال: كأني أنظر إلى رسول الله ﷺ وعليه عمامة سوداء قد أرخى طرفيها بين

[1] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٣٣٠٩؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٣٥٨٥؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٥٣٤٦؛ ابن حبان، الصحيح، رقم الحديث: ٥٤٠١؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث: ٤٠٧٦؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ١٦٧٩؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ١١٥۔ [2] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٣٥٨٤۔

کتفیه............ [1]

''حضرت جعفر بن عمرو بن حریث نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ پر سیاہ پگڑی ہے جس کے دونوں کنارے آپ نے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے ہیں۔''

عن جعفر بن عمرو بن حريث ، عن أبيه قال: رأيت على النبي ﷺ عمامة حرقانية............ [2]

''جعفر بن عمرو بن حریث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ پر حرقانی پگڑی باندھی ہوئی دیکھی۔''

ٹوپی مبارک

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا:

كان لرسول الله ﷺ ثلاث قلانس قلنسوة بيضاء مصرية ، وقلنسوة بردحبرة ، وقلنسوة ذات آذان يلبسها في السفر [3]

''رسول اللہ ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں ایک سفید رنگ مصری ، دوسری یمنی چادروں کی بنی ہوئی اور تیسری کانوں والی آپ اکثر اسے سفر میں پہنتے تھے۔''

كان رسول الله ﷺ يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس [4]

''رسول اللہ ﷺ پگڑی کے نیچے ٹوپی پہنا کرتے تھے اور بغیر پگڑی کے بھی اور آپ ﷺ بغیر ٹوپی کے بھی پگڑی پہنا کرتے تھے۔''

---

[1] بخاری ، رقم الحدیث:۲۰۵۔ [2] ابن ماجه ، السنن ، رقم الحدیث: ۳۵۸۷؛ ترمذی ، السنن ، رقم الحدیث: ۱۷۳۶؛ نسائی ، السنن ، رقم الحدیث ۵۳۴۵۔ [3] ابن حبان ، رقم الحدیث: ۳۱۵؛ سبل الهدی والرشاد ، ۷/ ۲۸۴؛ الوفا ، ۵۸ رقم ۱۱۰۳۔ [4] السیرة الحلبیة ، ۳/ ۴۵۲؛ سیوطی ، الجامع الصغیر ، رقم: ۶۹۹؛ سبل الهدی والرشاد ، ۷/ ۲۸۵۔

تقنع مبارک (ٹوپی یا عمامہ کے نیچے بالوں سے چمٹا ہوا کپڑا)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

هاجر إلى الحبشة رجال من المسلمين قال عروة: قالت عائشة: فبينما نحن يوما جلوس في بيتنا في نحر الظهيرة، قال قائل لأبي بكر هذا رسول الله ﷺ مقبلا متقنعاً في ساعة لم يكن يأتينا فيها............ [1]

''ہم ایک دن دوپہر کے وقت اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ کسی نے (میرے والد) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سر پر کپڑا لپیٹے ہوئے آ رہے ہیں۔ اور ایسے وقت میں آ رہے ہیں کہ پہلے کبھی اس وقت تشریف نہیں لائے۔''

عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: (كان رسول الله ﷺ) يكثر القناع كأن ثوبه ثوب زيات۔ [2]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (اکثر رومال) یا عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے تھے تیل زیادہ لگانے کی وجہ سے ایسے لگتا جیسے کسی تیلی کا کپڑا ہو۔''

(اس کا ایک راوی ربیع بن صبیح سوء الحفظ ہے اور دوسرا یزید بن ابان الرقاشی ضعیف ہے۔)

لباس مبارک

اللہ تعالیٰ خالق کائنات نے انسانوں کو لباس پہننے کا حکم دیا اور بندوبست بھی فرمایا:

﴿ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ وَلِبَاسُ ٱلتَّقۡوَىٰ ذَٰلِكَ خَيۡرٞۚ ﴾ [3]

''اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لیے ستر ڈھانکنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لئے مقرر کیا۔''

---

[1] بخاری، رقم الحديث: ۵۸۰۷؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث: ۴۰۸۳؛ احمد، المسند، رقم الحديث: ۲۶۱۴۴۔ [2] ترمذی، الشمائل المحمديه، رقم الحديث: ۱۲۷۔

[3] الاعراف: ۸/ ۲۶۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ سَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ﴾ [1]

''تمہیں جنگ میں بچانے کیلئے قمیصیں اور زرہیں فراہم کیں۔''

ان ارشادات ربانی کی حقیقی عملی تصویر حضور ﷺ کا ہی لباس تھا اور مطلوب قرآنی آپ کی ہی تصویر تھی۔ سو حضور ﷺ کا لباس ساتر تھا، زینت بخش تھا بایں ہمہ لباس التقویٰ تھا اگر چہ عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ تقویٰ نام ہے جمالیات کی نفی کا اور ترک زینت کا۔ جیسے عیسائی راہبوں ہندو جوگیوں، بدھ مذہب کے بھکشوؤں، اشراق متصوفین اور رہبانیت پسند ننگے ملنگوں اور نام نہاد صوفیوں نے کلچر اختیار کیا ہے۔

مگر اسلام نہ تو خشک دینداری کا قائل ہے اور نہ ترک صفائی و جمال کا۔ بلکہ اسلام نے تو واشگاف الفاظ میں اس کی نفی کی ہے اور رسول کریم ﷺ نے اپنے اسوہ سے اس کی عملی تصویر پیش کی ہے اس فکر کو قرآن نے یوں زبان دی ہے:

﴿ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [2]

''آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام قرار دیا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے نکالا تھا۔ آپ (ﷺ) کہہ دیں کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع قرار دی ہیں آپ فرما دیں یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن تو خالصتاً انہیں کے لئے ہوں گی۔''

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ﴾ [3]

''اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں تم انہیں حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔''

رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کیلئے راہنما بنا کر بھیجا۔ آپ کی راہنمائی کو ایک کامل اور بہترین نمونہ کے طور پر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ آپ کی حیات طیبہ ہر پہلو

---

[1] النحل: ۸۱۔ [2] الاعراف: ۷/ ۳۲۔ [3] المائدۃ: ۵/ ۸۷۔

سے اسوۂ کامل پیش کرتی ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ❶

"بے شک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

آپ ﷺ کے اسی اسوہ کا ایک پہلو جمالیات ہے جس میں آپ ﷺ نے راہبانہ تصورزندگی کو چھوڑتے ہوئے اشیائے زیب وزینت کو اختیار فرما کر امت کے سامنے اسلامی تصور جمالیات کا عملی نمونہ پیش فرمایا جو ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔

پسندیدہ لباس

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے روایت ہے:

قالت: كان احب الثياب الى رسول الله ﷺ القميص ❷

"رسول اللہ ﷺ کو لباس میں سے زیادہ قمیص پسند تھی۔"

عن ام سلمة رضي الله عنها قالت: لم يكن ثوب احب الى رسول الله ﷺ من قميص ❸

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی کپڑا قمیص سے زیادہ پسند نہ تھا۔"

عن انس رضي الله عنه قال: كان احب الثياب الى نبي الله ﷺ الحبرة۔ ❹

"حضرت انس سے روایت ہے کہ لباس میں رسول اللہ ﷺ کو یمنی چادر زیادہ پسند تھی۔"

---

❶ الاحزاب: ۳۳/ ۲۱۔ ❷ ابو داود، السنن، رقم الحدیث ۴۰۲۵؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث ۱۷۶۲؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث ۳۵۷۵؛ ترمذی، شمائل المحمدية، رقم الحديث ۵۵؛ ابو يعلى، مسند، رقم الحديث ۶۹۷۸؛ المعجم الكبير، ۲۳/ ۴۲۱؛ احمد، مسند، رقم الحديث ۲۷۲۳۰؛ شرح السنه، ۱۲ / ۴۔ ❸ ابو داود، السنن، رقم الحديث ۴۰۲۶۔ ❹ بخاری، رقم الحديث ۵۸۱۲؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث ۲۰۷۹؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث ۴۰۶۰؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث ۱۷۸۷؛ نسائی، السنن، رقم الحديث ۵۳۱۷؛ ترمذی، شمائل المحمدية، رقم الحديث ۴۳۔

لباس کا رنگ

عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال: رأيت النبي ﷺ في الليلة أضحيان فجعلت أنظر إلى رسول ﷺ وإلى القمر و عليه حلة حمراء فإذا هو عندي أحسن من القمر۔ ❶

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے چاندنی رات میں نبی ﷺ کو دیکھا میں آپ اور چاند کو دیکھنے لگا آپ نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا آپ مجھے چاند سے زیادہ حسین دکھائی دیتے۔''

عن أبي رمثة قال: رأيت رسول الله ﷺ عليه بردان أخضران ❷

''ابو رمثہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے دو سبز چادریں زیب تن کی ہوئی تھیں۔''

عن البراء رضی اللہ عنہ قال: ما رأيت من ذی لمة في حلة حمراء أحسن من رسول الله ﷺ ❸

''حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے لمبے بالوں والا سرخ لباس میں آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا۔''

عن أبي ذر رضی اللہ عنہ قال: أتيت النبي ﷺ وعليه ثوب أبيض وهو نائم ❹

''حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سفید کپڑوں میں ملبوس سو رہے تھے۔''

---

❶ ترمذی، السنن، رقم الحدیث ٢٨١١۔ ❷ ابو داود، السنن، رقم الحدیث ٤٠٦٥؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث ٥٣٢١؛ ترمذی، السنن رقم الحدیث ٢٨١٢۔

❸ مسلم، رقم الحدیث ٤٠٤٥؛ ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث ٤١٨٣؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث ١٧٢٤؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث ٥٠٦٣۔

❹ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث ٥٨٢٧۔

لباس کی پیمائش

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كانت قميص رسول الله ﷺ الى الرسغ۔ ❶

”رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین ہاتھوں کے پنچوں تک تھی۔“

عن ابن عباس قال: كان رسول الله ﷺ يلبس قميصا قصير اليدين والطول ❷

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا قمیص کم لمبا اور آستین چھوٹی ہوتی تھی۔“

عن أنس ﷺ كان لرسول الله ﷺ قميص، قطني، قصير الطول، قصير الكفين۔ ❸

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سوتی قمیص تھی جس کی لمبائی کچھ کم تھی اور دونوں آستین بھی چھوٹی تھیں۔“

عن عبدالله بن عباس ﷺ كان النبي ﷺ يلبس قميص فوق الكعبين مستوى الكمين بأطراف اصابعه ❹

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ قمیص پہنتے جو ٹخنوں سے اوپر ہوتی آستین انگلیوں کے سروں کے برابر ہوتی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ازار من نسج عمان، طوله أربعة آذرع وشبر في ذراعين وشبر۔ ❺

---

❶ ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٢٧؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ١٧٦٥۔

❷ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٥٧٧۔

❸ شعب الايمان، ٥/ ١٥٢، رقم الحديث ٤١٦٨؛ السيرة النبوية، ٤/ ١٣٥؛ المواهب اللدنية، ٢/ ٤٣٧؛ المطالب العالية، ١٠/ ٣٠٦، رقم الحديث ٢٢٢١؛ الوفا، رقم الحديث ١٠٧٥۔

❹ الجامع الصغير، ١/ ٣٦٥، رقم ٤٩٦؛ الوفا، رقم ١٠٧٤۔

❺ زاد المعاد، ١/ ١٣٧؛ الطبقات الكبرى، ١/ ٢٥٠؛ انسان العيون، ٣/ ٤٥١۔

’’آپ ﷺ کی تہبند مبارک عمان کی بنی ہوئی تھی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ اور ایک بالشت چوڑی تھی۔‘‘

قمیص مبارک

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

كان أحب الثياب إلى رسول الله ﷺ القميص۔ [1]

’’رسول اللہ ﷺ کو لباس میں زیادہ قمیص پسند تھا۔‘‘

عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ قال:أتى النبي ﷺ عبدالله بن أبى بعد ما أدخل قبره فأمربه فأخرج ووضع على ركبتيه ونفث عليه من ريقه وألبسه قميصه۔ [2]

’’حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ عبداللہ بن اُبی کے پاس آئے بعد اس کے کہ اس کو قبر میں داخل کر دیا گیا تھا آپ ﷺ کے حکم پر نکال لیا گیا آپ کے گھٹنے پر رکھ دیا گیا آپ نے اپنے لب مبارک سے پھونک ماری اور اسے اپنا قمیص پہنایا۔‘‘

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: كان رسول الله ﷺ يلبس قميصا قصير اليدين والطول [3]

’’عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ چھوٹی آستینوں والا اور کم لمبائی والا قمیص پہنا کرتے تھے۔‘‘

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال:كان رسول الله ﷺ اذا لبس قميصا بدأ بيمينه [4]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ جب قمیص پہنتے تو دائیں

---

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٢٥؛ احمد، مسند، رقم الحديث ٢٧٢٣٠؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث ٥٥۔ [2] بخاری، الجامع الصحيح، رقم الحديث ٥٧٩٥۔ [3] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٥٧٧۔ [4] ترمذی، السنن، رقم الحديث ١٧٤٤؛ الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، ٨/ ٣٩۔ رقم الحديث ٥٣٩٨۔

جانب سے شروع کرتے۔''

جبہ مبارک

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال:كنت مع النبي ﷺ في سفر فقال:يا مغيرة خذ الاداوة فأخذتها ثم خرجت معه فانطلق رسول الله ﷺ حتى تواري عني فقضى حاجته ثم جاء وعليه جبة شامية ضيقة الكمين فذهب يخرج يده من كمها فضا قت عليه فاخرج يده من اسفلها [1]

''میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغیرہ پانی کا برتن لو، میں نے برتن لیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا۔ آپ چلتے چلتے میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے قضائے حاجت کے بعد آپ واپس تشریف لائے۔ تنگ آستینوں والا شامی جبہ آپ نے زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ نے آستینوں سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا لیکن تنگ ہونے کی وجہ سے نہ نکال سکے۔ پھر آپ نے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔''

عن واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ قال: قدم أنس بن مالك فأتيته فقال من انت؟ فقلت انا واقد بن عمرو بن سعد بن معاذ قال: فبكى وقال انك لشبيه بسعد وان سعدا كان من أعظم الناس وأطول وانه بعث إلى النبي ﷺ جبة من ديباج منسوج فيها الذهب فلبسها رسول الله ﷺ فصعد المنبر فقام أو قعد فجعل الناس يلمسونها.......... فقال لمناديل سعد في الجنة خير مما ترون [2]

---

[1] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث ۳۶۳؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم حدیث ۶۲۹؛ ابو داود السنن، رقم الحدیث ۱٤۹؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث ۱٤۳۔

[2] ترمذی، السنن، رقم الحدیث ۱۷۲۳؛ دارمی، السنن، رقم الحدیث ۷۱۹۔

”واقد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو میں ان کے پاس آیا انہوں نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو میں نے بتایا کہ میں واقد عمرو کا بیٹا ہوں عمرو سعد بن معاذ کے بیٹے تھے۔ تو کہتے ہیں پھر وہ (حضرت انس رضی اللہ عنہ) رو پڑے اور کہنے لگے تیری شکل سعد سے ملتی جلتی ہے سعد لوگوں میں عظیم و طویل انسان تھے ایک بار رسول اللہ ﷺ کی طرف ایک جبہ بھیجا گیا جو کہ ریشم اور سونے سے بنایا گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے پہنا پھر منبر پر کھڑے ہوئے یا بیٹھ گئے۔ لوگ اس (جبے) کو چھونے لگے آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں سعد کے رومال اس سے بہتر ہیں۔“

عن أبی عمر مولى أسماء قال: أخرجت إلينا أسماء جبة مزرورة بالديباج فقالت في هذه كان يلقي رسول الله ﷺ العدو [1]

”ابو عمر مولیٰ اسماء سے روایت ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ریشم کے بٹن لگا ایک جبہ نکالا اور فرمانے لگیں یہ وہ جبہ ہے جسے آپ ﷺ پہن کر دشمن کی طرف نکلتے تھے۔“

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: صلى رسول الله ﷺ فی خميصة له لها أعلام فنظر الى أعلامها نظرة، فلما سلم قال اذهبوا بخميصتي هذه إلى أبي جهم، فانها الهتنى انفا عن صلاتي.......... [2]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے جبے میں نماز پڑھی جس پر کچھ نقش و نگار تھے آپ ﷺ کی نگاہ ان پر پڑ گئی آپ ﷺ

---

[1] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٥٩٤؛ احمد، مسند، ٢٧٤٨١۔ ٢٧٤٨٣۔ ٢٧٥٢٢۔ ٢٧٥٣٣؛ الوفا، رقم الحديث ١٠٨٢؛ معجم الكبير، رقم الحديث ٢٦٦؛ الانوار المحمديه، ص ٢٥٤۔ [2] بخاری، الجامع الصحيح، رقم الحديث ٥٨١٧؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٥٢؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث، ٣٥٥٠۔

نے سلام پھیرا اور فرمایا یہ جبہ ابوجہم کے پاس لے جاؤ۔ اس (جبے) نے مجھے میری نماز سے غافل کردیا۔"

گریبان مبارک

معاویہ بن قرہ نے بیان کیا کہ میرے والد نے بتایا:

أتيت رسول الله ﷺ في رهط من مزينة فبايعناه وإن قميصه لمطلق الازر قال: فبايعناه ثم أدخلت يدى في جيب قميصه فمسست الخاتم [1]

"میں مزینہ قبیلہ کے گروہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہم نے آپ ﷺ کے (ہاتھ مبارک پر بیعت کی) آپ کی قمیص کے بٹن کھلے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ ہم نے بیعت کی پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کے گریبان مبارک میں ڈالا پھر میں نے خاتم النبوۃ کو (اپنے ہاتھ سے) چھوا۔"

حدثنا عبدالله أبو عمر مولى أسماء بنت أبي بكر قال: رأيت ابن عمر فی السوق اشتری ثوبا شاميا فرأى فيه خيطا احمر فرده فأتيت أسماء فذكرت ذلك لها فقالت: يا جارية ناوليني جبة رسول الله ﷺ فأخرجت جبة طيالسية مكفوفة الجيب والكمين والفرجين بالديباج۔ [2]

"ابوعمر مولیٰ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بازار میں دیکھا۔ انہوں نے شامی کپڑا خریدا ہوا تھا۔ انہوں (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) نے اس کپڑے میں سرخ دھاگہ دیکھا اور اس کو واپس کردیا، میں پھر اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا وہ کہنے لگیں اے لڑکی مجھے رسول اللہ ﷺ کا جبہ دیجئے۔ انہوں نے طیالسی جبہ نکالا جس کا گریبان

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٨٢؛ ابن حبان، الصحيح، رقم الحديث ٥٤٢٨۔

[2] ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٥٤؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٥٩٤۔

آستین اور گلے کے دونوں طرف دیباج کی گوٹ لگی ہوئی تھی۔"

بٹن مبارک

معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

حدثني معاوية بن قرة عن ابيه قال:أتيت رسول الله ﷺ فبايعته وان زر قميصه لمطلق ❶

"انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی (اس وقت) قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔"

حدثنا معاوية بن قرة حدثنا أبي قال: اتيت رسول الله ﷺ في رهط من مزينة فبايعناه وان قميصه لمطلق الازرار۔ ❷

"معاویہ بن قرہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد نے بتایا کہ میں مزینہ قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم نے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کی آپ کی قمیص کا بٹن کھلا ہوا تھا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

مااتخذ لرسول الله ﷺ قميص له زر ❸

"رسول اللہ ﷺ کے لیے بٹنوں والی قمیص نہیں بنائی گئی۔"

عن أبي عمر مولىٰ أسماء رضی اللہ عنہا قال: أخرجت إلينا أسماء جبة مزرورة بالديباج۔ ❹

"ابو عمر مولیٰ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کا جبہ نکال کر لائیں جس میں دیباج کے بٹن لگے ہوئے تھے۔"

آستین مبارک

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

❶ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٦٥٧٨؛ ابن حبان، الصحيح، رقم الحديث ٥٤٢٨۔

❷ ابوداود، السنن، رقم الحديث ٤٠٨٢۔ ❸ الوفا، رقم ١٠٧٧۔

❹ احمد، المسند، رقم الحديث: ٢٧٤٨٣۔٢٧٢٨١۔٢٧٥٣٣۔

كانت قميص رسول الله ﷺ الى الرسغ۔ [1]

''رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستین ہاتھ کے پنجوں تک تھیں۔''

عن المغيرة بن شعبة رضي الله عنه قال كنت مع النبي ﷺ في سفر فقال: يا مغيرة خذ الاداوة فأخذتها ثم خرجت معه فانطلق رسول الله ﷺ حتى توار ى عني فقضى حاجته ثم جاء وعليه جبة شامية ضيقة الكمين فذهب يخرج يده من كمها فضا قت عليه فاخرج يده من اسفلها [2]

''حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ہمراہ تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ مغیرہ پانی کا برتن لو میں نے برتن لیا اور آپ کے ساتھ چل پڑا آپ چلتے چلتے میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے قضائے حاجت کے بعد آپ واپس تشریف لائے تنگ آستینوں والا شامی جبہ آپ نے زیب تن کیا ہوا تھا۔ آپ نے آستینوں سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا لیکن تنگ ہونے کی وجہ سے نکال نہیں سکے۔ پھر آپ نے نیچے سے اپنا ہاتھ نکالا۔''

تہبند مبارک

ابو بردہ نے بیان کیا:

قال: أخرجت إلينا عائشة إزارا و كساء، ملبدًا فقالت: في هذا قبض رسول الله ﷺ۔ [3]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے سامنے ایک تہبند اور کمبل پیوند لگا ہوا نکالا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات انہیں کپڑوں میں ہوئی۔''

حدثني عكرمة أنه ر أى ابن عباس رضي الله عنهما يأتزر فيضع حاشية

---

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث: ٤٠٢٧؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث، ١٧٦٥۔

[2] بخاری، رقم الحديث ٣٦٣؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث ٦٢٩؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث ١٤٩؛ نسائی، السنن، رقم الحديث ١٢٣۔

[3] بخاری، رقم الحديث ٥٨١٨؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث ٥٤٤٣۔

إزاره من مقدمه على ظهر قدمه ويرفع من مؤخره، قلت لم تأتزر هذه الازارة؟ قال رأيت رسول الله ﷺ يأتزرها [1]

''حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ ان کی تہبند کا سامنے والا حصہ پاؤں کے کناروں تک تھا جبکہ پیچھے والا حصہ اوپر اٹھا رکھا تھا میں نے سوال کیا کہ آپ نے تہبند اس طرح کیوں باندھا ہے؟ انہوں (عبداللہ بن عباس) نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے باندھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: رأيت رسول الله ﷺ يسم غنما في أذانها ورأيته متزراً بكساء [2]

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کو ان کے کانوں میں داغ دے رہے تھے۔ اور میں نے آپ کو کملی کا تہبند باندھتے دیکھا۔''

چادر مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال: كنت أمشي مع رسول الله ﷺ وعليه برد نجراني غليظ الحاشية، فادركه اعرابي فجبذه بردائه جبذة شديدة حتى نظرت إلى صفحة عاتق رسول الله ﷺ قدأثرت بها حاشية البرد من شدة جبزته، ثم قال: يا محمد مرلي من مال الله الذي عندك فالتفت إليه رسول الله ﷺ ثم ضحك ثم أمرله بعطاء۔ [3]

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ پر موٹے حاشیے والی نجرانی چادر

---

[1] ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ٤٠٩٤؛ [2] ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث ٣٥٦٥۔

[3] بخاری، رقم الحدیث ٥٨٠٩؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث، ٣٥٥٣؛ احمد، مسند، رقم الحدیث: ١٢٥٧٦۔

تھی، آپ کو ایک دیہاتی ملا اس نے آپ ﷺ کو آپ کی چادر کے ساتھ کھینچا یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی گردن میں چادر کے سخت حاشیے دیکھے سختی سے کھینچے کی وجہ سے، پھر اس (بدوی) نے کہا اے محمد ﷺ! میرے لیے اللہ کے اس مال میں سے حکم دیجئے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف التفات فرمایا اور ہنس پڑے پھر اسے دینے کا حکم صادر فرمایا۔"

عن أبي رمثة قال: انطلقت مع أبي نحو النبي ﷺ فرأيت عليه بردين أخضرين [1]

"ابو رمثہ نے کہا کہ میں اپنے والد کے ہمراہ نبی ﷺ کی طرف گیا میں نے آپ پر دو سبز چادریں دیکھیں۔"

عن أبي يعلى عن أبيه إن النبي ﷺ طاف بالبيت مضطبعا وعليه برد [2]

"ابو یعلی نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے چادر اوپر لپیٹ کر بیت اللہ کا طواف کیا جبکہ آپ کا ایک کندھا ننگا تھا۔"

عن عائشة رضي الله عنها قالت: خرج النبي ﷺ ذات غداةو عليه مرط مرحل من شعر أسود۔ [3]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صبح نبی ﷺ نکلے اور آپ کالے بالوں والی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔"

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ صلى في مرط من صوف لعائشة رضي الله عنها عليها بعضه وعليه بعضه [4]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی اور آپ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اون کی چادر تھی کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تھا اور

---

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٦٥؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث ٣٥٥٣؛ احمد، مسند، رقم الحديث ١٢٥٧٦۔ [2] ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٨٥٩؛ ابو داؤد، السنن، رقم الحديث ١٨٨٣۔ [3] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث ٥٤٤٥؛ ابو داود، السنن، رقم الحديث ٤٠٣٢۔ [4] احمد، مسند، رقم الحديث ٢٥٤٩٣۔

کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ پر تھا۔"

پاجامہ مبارک

سماک بن حرب سے روایت ہے:

قال: سمعت مالكاً أبا صفوان بن عميرة قال : بعت من رسول الله ﷺ رجل سراويل قبل الهجرة فوزن لي، فأرجح لي [1]

"ابوصفوان بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ہجرت سے قبل رسول اللہ ﷺ کو ایک پاجامہ فروخت کیا آپ ﷺ نے وزن کیا اور وزن سے زیادہ قیمت دی۔"

عن سويد بن قيس رضي الله عنه قال:جلبت أنا و مخرفة العبدي بزامن هجر فجاء نا رسول الله ﷺ فساو منا سراويل و عندنا و زان يزن بالأجر فقال له النبي ﷺ يا وزان زن وأرجح۔ [2]

"سوید بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں اور مخرفہ عبدی ہجر (گاؤں سے) کپڑا لائے تو آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم سے ایک پاجامہ چکایا اس وقت ہمارے پاس ایک تولنے والا تھا جو اجرت پر تولتا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اے تولنے والے تول اور جھکا کر تول۔"

موزے مبارک

عروہ بن مغیرہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں:

قال: كنت مع النبي ﷺ في سفر فأهويت لأنزع خفيه فقال: دعهما فإني أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما.......... [3]

[1] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٢٢٢١؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٤٥٩٧۔

[2] ابـن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٢٢٢٠؛ الدارمی، السنن ٢/ ١٧٥؛ الترمذی، السنن، رقم الحديث: ١٣٠٥؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٤٥٩٦؛ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ٣٣٣٦۔

[3] بخاری، رقم الحديث: ٢٠٦؛ مسلم، الصحيح، رقم الحديث: ٦٢٦؛ ابو داود، السنن رقم الحديث: ١٥١؛ دارمی، السنن، ١/ ١٤٦

''انہوں نے کہا میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا میں آپ کے موزے اتارنے کے لیے جھکا آپ نے فرمایا: چھوڑ دے میں نے انہیں وضو کر کے پہنا تھا تو پھر آپ ﷺ نے ان پر مسح کیا۔''

عن ابن بريدة عن أبيه ان النجاشي أهدى إلى رسول الله ﷺ خفين أسودين ساذجين فلبسهما ثم توضأ ومسح عليهما۔ [1]

''ابن بریدہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی کہ نجاشی نے دو سادہ موزے رسول اللہ ﷺ کو تحفہ بھیجے آپ نے پہنے، پھر آپ نے وضو کیا اور دونوں پر مسح کیا۔''

عن الشعبی، قال: قال المغيرة بن شعبة: أهدى دحية للنبي ﷺ خفين فلبسهما [2]

''حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو موزے بطور تحفہ پیش کیے جنہیں آپ ﷺ نے پہنا۔''

عن همام بن الحارث قال: بال جرير بن عبدالله ثم توضأ ومسح على خفيه فقيل له أتفعل هذا ؟قال وما منعني وقد رأيت رسول الله ﷺ يفعله............ [3]

''ہمام بن حارث سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا ان سے کہا گیا کہ تم کیا کر رہے ہو تو انہوں نے جواب دیا مجھے کوئی روک نہیں سکتا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔''

---

[1] ابوداود، السنن، رقم الحديث:١٥٥؛ ابن ماجه، سنن، رقم الحديث: ٥٤٩۔
[2] ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٧٥۔ [3] ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٩٣؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ١١٨؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٥٤٣۔

نعلین مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

قالت: كان النبي ﷺ يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره، وفي شانه كله........... ❶

”نبی ﷺ کو جوتا پہننے کنگھی کرنے اور وضو کرنے اور تمام کاموں میں دائیں جانب پسند تھی۔“

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: رأيت رسول الله ﷺ يلبس النعال ألتي ليس فيها شعر ❷

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بغیر بالوں والا جوتا پہنتے دیکھا تھا۔“

عن أنس رضي الله عنه أن نعل النبي ﷺ كان لها قبالان .... ❸

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے نعلین مبارک کے دو تسمے تھے۔“

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي ﷺ كان يلبس النعال السبتية........... ❹

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سبتی جوتا (رنگی ہوئی کھال) پہنتے تھے۔“

عن ابن العباس قال: كان لنعل النبي ﷺ قبالان مثنى شراكهما........... ❺

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جوتوں کے

---

❶ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:١٤٨۔ ❷ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٥٨٥١۔ ❸ ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ٤١٣٤؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ١٧٧٢؛ نسائی، السنن رقم الحدیث: ٥٣٦٩؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ٤٢١٠؛ دلائل النبوة، ١/ ٢٣٨۔ ❹ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ٣٤١٤؛ ترمذی، الشمائل المحمدیه، رقم الحدیث: ٧٦۔ ❺ مسلم، الجامع الصحیح رقم الحدیث:١٢٣٦۔

تسمے دوہرے تھے۔"

عن سعيد بن يزيد، قلت لأنس رضی اللہ عنہ: أكان رسول الله ﷺ يصلي في النعلين؟ قال: نعم [1]

"سعید بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ جوتے میں نماز پڑھ لیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔"

حضور ﷺ کا جوتا مروجہ عربی تمدن کے مطابق چپل یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا جس کے دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان ہوتا تھا دوسرا تسمہ چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے۔ یہ ایک بالشت دو انگل لمبا تھا تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا۔ دونوں تسموں کے درمیان جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے ہیں۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ بھی۔ شاہ نجاشی نے دو موزے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ اس طرح دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے بھی موزے تحفے میں دیئے تھے ان کو آپ ﷺ نے پھٹنے تک استعمال کیا۔

لباس پہننے کا طریقہ

یہاں سے پیارے نبی ﷺ کے پیارے انداز اور اسلامی آداب تحریر کئے جاتے ہیں جو لباس اتارنے اور تبدیل کرنے کے بارہ میں آپ ﷺ سے ثابت ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

كان رسول الله ﷺ اذالبس قميصا بدأ بميامنه۔ [2]

"رسول اللہ ﷺ جب قمیص پہنتے تو دائیں طرف سے پہنتے۔"

اخبرنا محمد بن الحسن بن قتيبة، حدثنا صفوان بن صالح،

---

[1] ترمذي، السنن رقم الحديث: ١٧٦٦؛ ابن ماجه، السنن رقم الحديث: ٥٣٩٨۔

[2] ابن حبان، الصحيح، رقم الحديث: ٥٤٢٩۔

حدثنا الوليد بن مسلم، حدثنا زهير عن زيد بن اسلم قال: رأيت ابن عمر يصلي مجلول ازاره فسالته عن ذلك فقال: رايت رسول ﷺ يصلي كذلك [1]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ بدن پر کھلی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے۔''

لباس پہننے کی دعا

ام خالد رضی اللہ عنہا نے بیان کیا:

قالت: أتى رسول ﷺ بثياب فيها خميصة سوداء، فقال من ترون نكسو ها هذه الخميصة فأسكت القوم فقال: ايتوني بام خالد فاتى بى النبي ﷺ فالبسنيها بيده فقال: **((أبلي وأخلقي مرتين))** [2]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس سیاہ رنگ کا قمیص لایا گیا آپ نے فرمایا: ہم یہ قمیص کسے پہنائیں لوگ خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: ام خالد کو لاؤ مجھے لایا گیا پھر آپ نے مجھے قمیص پہنایا اور دوبارہ دعا فرمائی۔'' **((تبلي ويخلفي الله تعالىٰ))**

''تو اسے پرانا کرے اور اللہ تجھے اس کی جگہ اور پہنائے۔''

عن ابی سعيد الخدری قال: كان رسول الله ﷺ إذا استجد ثوبا سماه باسمه، إما قميصا أو عمامة ثم **((يقول اللهم لك الحمد أنت كسوتنيه، أسالك من خيره وخير ما صنع له،**

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۵۸۱۸؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۴۴۲؛ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث: ۴۰۳۶؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ۳۵۵۱؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ۲۵۵۱۱؛ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ۶۵۸۹۔

[2] مسلم، رقم الحدیث: ۵۴۸۶؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۵۱۹۹۔

وأعوذبك من شره وشر ما صنع له))۔ [1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو یہ دعا پڑھتے: ((اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ، اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ۔ ''))

لباس کی برکات

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

قالت: هذا جبة رسول الله ﷺ فأخرجت إلى جبة طيالسة كسروانية لها لبنة ديباج وفرجيها مكفوفين بالديباج فقالت: هذا كانت عند عائشة رضي الله عنها حتى قبضت فلما قبضت قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها فنحن نغسلها للمرضى لنستشفى بها [2]

''انہوں نے کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے پھر انہوں نے ایک جبہ نکالا کالی چادروں کا کسروانی جس کا گریبان دیباج کا تھا۔ اس کے دامنوں پر دیباج کے سنجاف تھے حضرت اسماء نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا ان کی وفات تک جب وہ فوت ہوگئی تو یہ جبہ میں نے لے لیا اور رسول اللہ ﷺ اسے پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھوکر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں شفاء کے لیے۔''

آخری لباس مبارک

ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال، دخلت على عائشة رضي الله عنها فأخرجت إلينا إزارا غليظا مما يصنع باليمن وكساء من التي يسمونها الملبدة۔ قال فأقسمت

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۵۸۷۰؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۵۲۰۳۔

[2] بخاری، رقم الحدیث: ۲۹۳۸؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۴۸۰۔

با لله أن رسول الله ﷺ قبض فی ھذین الثوبین۔ ❶

”میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا وہ ایک موٹی چادر یمن کی بنی ہوئی اور ایک پیوند لگا ہوا کمبل نکال کر لائیں اللہ کی قسم اٹھا کر کہنے لگیں ان دو کپڑوں میں رسول اللہ ﷺ کی روح قبض کی گئی۔“

انگوٹھی مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال: کان خاتم رسول الله ﷺ من ورق وکان فصه حبشیا ❷

”رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس میں نگینہ حبشی طرز کا۔“

عن أنس رضي الله عنه، أن النبي ﷺ کـان خاتمه من فضة ، وکان فصه منه ❸

”حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ اسی کے ساتھ کا تھا۔“

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لما أراد رسول الله ﷺ أن یکتب إلـی روم، قـال: قالوا: إنهم لا یقرء ون کتابا إلا مختوما، قال: فاتخذ رسول الله ﷺ خاتما من فضة کأني أنظر إلی بیاضه فی ید رسول الله ﷺ نقشه، محمد رسول الله۔ ❹

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے روم کے بادشاہ کی طرف خط لکھنا چاہا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ (رومی) لوگ مہر کے بغیر کے خط نہیں پڑھتے پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی گویا میں اس کی چمک آپ کے ہاتھ میں دیکھ رہا ہوں اس پر محمد رسول اللہ کندہ کیا ہوا تھا۔“

---

❶ بخاری، رقم الحدیث: ۵۸۷۸؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۱۷٤۸؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۹۲۔ ❷ بخاری، رقم الحدیث:۵۸۷٤؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث:۵۲۸٤۔ ❸ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۱۷٤٤؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۵۲۸۵۔ ❹ نسائی، السنن، رقم الحدیث:۵۲۱٦۔

عن أنس ﷺ أن ابا بكر ﷺ لما استخلف كتب له وكان نقش الخاتم ثلاثة أسطر محمد سطر ، ورسول سطر ، والله سطر ❶

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے انہیں (انس) کو لکھ کر دیا انگوٹھی کا نقش تین سطروں میں تھا پہلی سطر محمد، دوسری سطر رسول، تیسری سطر میں اللہ لکھا ہوا تھا۔"

عن أنس ﷺ أن النبي ﷺ اصطنع خاتما فقال : إنا قد اتخذنا خاتما ونقشنا عليه نقشا فلا ينقش عليه أحد ، واني لأرى بريقه في خنصر رسول الله ﷺ ❷

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے انگوٹھی بنوائی، پھر ہم نے بھی انگوٹھیاں بنوالیں اور وہی نقش بنوایا اس پر بھی لیکن کسی اور کو یہ اجازت نہ تھی۔ میں اس انگوٹھی کی چمک آپ کی انگلی میں دیکھتا تھا۔"

عن أنس ﷺ قال: أن النبي ﷺ كان يتختم في يمينه ❸

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔"

عن أنس ﷺ قال : أن رسول الله ﷺ كان إذا دخل الخلاء نزع خاتمه ❹

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔"

آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا کبھی حبشی پتھر کا۔ انگوٹھی ہمیشہ داہنے ہاتھ میں پہنی۔ کبھی کبھار بائیں میں بھی۔ درمیانی اور

❶ ابو داود، السنن، رقم الحدیث:۱۶۰۸؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث:۲۴۹۵؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث:۱۸۲۱۔ ❷ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ۱۱۰۷۔

❸ ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ۱۰۹۶۔ ❹ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ۶۵۲۲؛ البداية والنهاية، ۴/ ۳۰۲؛ المعجم الاوسط، ۸/ ۵۱؛ الخصائص الكبرى، ۱/ ۴۳۷۔

شہادت کی انگلی میں پہنتے تھے۔ نگینہ اوپر کی بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔ انگوٹھی پر تین الفاظ محمد رسول اللہ اوپر سے نیچے کو کندہ تھے۔ اس سے حضور ﷺ خطوط پر مہر لگاتے تھے۔

عصا مبارک

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال: دخل علينا رسول الله ﷺ المسجد، وبيده عصا وقد علق رجل قنوا حشفا فطعن بالعصا في ذلك القنو [1]

''رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس مسجد میں تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں عصا تھا ایک آدمی نے ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکایا ہوا تھا آپ نے خوشے پر عصا سے چوکا مارا۔''

عن عبدالرحمن بن سعد أن رسول الله ﷺ كان إذا خطب في الحرب خطب على قوس وإذا خطب في الجمعة خطب على عصا [2]

''سعد بن عمار اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ جنگ میں جب خطبہ ارشاد فرماتے تو کمان پر سہارا لیا کرتے اور جب جمعۃ المبارک میں خطبہ دیتے تو عصا پر ٹیک لگا کر۔''

حدثنا شعيب بن زريق الطائفي قال: جلست إلى رجل له صحبة من رسول الله ﷺ يقال له الحكم بن حزن الكلفي حدثنا، قال: شهدنا فيها الجمعة مع رسول الله ﷺ فقام متوكئا على عصا [3]

''شعیب بن زریق طائفی نے بیان کیا کہ میں ایک آدمی کے پاس بیٹھا جسے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا اسے حکم بن حزن الکلفی رضی اللہ عنہ

---

[1] احمد، المسند، رقم الحديث:۱۸۹۱۹۔

[2] بخاری، رقم الحديث:۲۹۰۸۔ [3] بخاری، رقم الحديث:۲۹۱۲۔

کہا جاتا ہے وہ بتانے لگے کہ ہم جمعۃ المبارک میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر تھے آپ ﷺ لاٹھی پر سہارا لگا کر کھڑے تھے۔"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إن رسول الله ﷺ لما دخل مكة وجد بها ثلاثمائة وستين صنما فأشار بعصا إلى كل صنم وقال ﴿جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقا﴾ فسقط الصنم ولم يمسه ❶

"رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو اس میں ۳۶۰ بت پائے آپ نے ہر بت کی طرف عصا سے اشارہ کیا اور فرمایا حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا بیشک باطل بھاگ جانے والا ہے آپ نے چھوا بھی نہیں کہ بت ٹوٹ گئے۔"

عن البراء بن عازب أن النبي ﷺ خطب على قوس أوعصا۔ ❷

"حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کمان یا عصا پر ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔"

رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا:

قال: كان النبي ﷺ أحسن الناس، وأشجع الناس، ولقد فزع أهل المدينة ليلة فخرجوا نحو الصوت فاستقبلهم النبي ﷺ وقد استبرأ الخبر، وهو على فرس لأبي طلحة عرى و في عنقه السيف، وهو يقول ((لم تراعوا لم تراعوا)) ❸

"نبی ﷺ لوگوں میں حسین ترین اور سب سے بہادر تھے ایک رات اہل مدینہ خوفزدہ ہو گئے اور آواز کی طرف نکلے تو انہیں (سامنے کی طرف سے آتے ہوئے)

❶ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۱۶۹۱؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۲۵۸۳؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۱۰۶۔ ❷ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۱۶۹۰؛ ترمذی، الشمائل المحمدیه، رقم الحدیث: ۱۰۸۔

❸ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۱۶۹۲؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۲۵۹۰۔

نبی ﷺ ملے اور آپ اس خبر کی مکمل آگاہی حاصل کر آئے تھے آپ (اس وقت) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار تھے اور آپ کے گلے مبارک میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے نہ گھبراؤ نہ گھبراؤ۔"

عن قتادة عن أنس رضی اللہ عنہ قال: كانت قبيعة سيف رسول الله ﷺ من فضة۔ ❶

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔"

عن هود بن عبدالله بن سعد، عن جده مزيدة قال دخل رسول الله ﷺ يوم الفتح وعلى سيفه ذهب وفضة قال طالب فسألته عن الفضة فقال كانت قبيعة السيف فضة ❷

"عبداللہ بن سعد نے اپنی دادی مزیدہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگی ہوئی تھی۔ طالب نے کہا میں نے چاندی کے متعلق پوچھا تو کہنے لگے تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔"

عن عبدالله بن زبير عن الزبير بن العوام قال: كان على النبي ﷺ درعان يوم أحد ❸

"عبداللہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ احد کے دن نبی ﷺ پر دو زرہیں تھیں۔"

عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: دخل النبي ﷺ عام الفتح و على رأسه المغفر۔ ❹

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ فتح مکہ کے دن (مکہ میں) داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھی۔"

---

❶ ترمذی، السنن، رقم الحدیث:۱۶۹۳۔
❷ بخاری، رقم الحدیث: ۲۹۱۶۔
❸ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۱۵٦٦۔
❹ بخاری، رقم الحدیث:۴۵۵۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت: توفي رسول الله ﷺ ودرعه مرهونة عند يهودي ثلاثين صاعا من شعير۔ ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو (اس وقت) آپ کی زرہ تیس صاع جو کے بدلے ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔''

عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ كان يخرج العنزة يوم الفطر ويوم الأضحى يركزها فيصلي إليها ❷

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اپنا نیزہ نکالتے اسے زمین پر گاڑتے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے۔''

عن عائشة رضي الله عنها قالت: رأيت النبي ﷺ والحبشة يلعبون بحرابهم ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ اور حبشیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے نیزوں/ برچھوں سے کھیل رہے تھے۔''

عن عمرو بن الحارث قال: ماترك النبي ﷺ إلا سلاحه وبغلة بيضاء وأرضا بخيبر جعلها صدقة ❹

''عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے کچھ نہیں چھوڑا سوائے اپنے ہتھیاروں سفید خچر اور خیبر کی زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا۔''

سواریاں مبارک

رسول اللہ ﷺ کو سواریوں میں گھوڑا سب سے زیادہ پسند تھا۔ فرماتے گھوڑوں کے عیال میں قیامت تک کیلئے برکت ہے گھوڑے کی آنکھ، منہ، ناک اور پیشانی کو اپنے ہاتھ سے

❶ بخاري، رقم الحديث: ۲۸۵۵۔ ❷ بخاري، رقم الحديث: ۲۸۷۱۔
❸ بخاري، رقم الحديث: ۲۸۷۳۔ ❹ بخاري، رقم الباب: ۵۹۔

اہتمام سے صاف کرتے۔ یہ ذوق آپ کو خاندان اور معاشرے سے ورثے میں ملا تھا۔ عرب سارے ہی گھوڑوں کو پالتے سفروں اور جنگوں میں استعمال کرتے عرب میں بہت سارے ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہیں گھوڑوں اور اونٹوں کی سو پشتوں کے نام زبانی یاد ہوتے تھے۔ ہم یہاں نبی کریم ﷺ کے گھوڑوں کے علاوہ باقی سواریوں کا ذکر بھی احادیث کی روشنی میں کرتے ہیں۔ باوجود یہ کہ گھوڑے کا گوشت کھانا حرام نہیں ہے۔

حدثنا أبی بن عباس بن سهل عن ابی عن جده قال: كان للنبی ﷺ فی حائطنا فرس يقال له اللحيف وقال بعضهم اللخيف۔ [1]

''ابی بن عباس بن سہل اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کا گھوڑا ہمارے باغ میں ہوتا تھا۔ جس کا نام لحیف یا لخیف تھا۔''

عن حميد قال: سمعت انسا رضی الله عنه يقول: كانت ناقة النبي ﷺ يقال لها: العضباء [2]

''حمید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے: رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی تھی جسے عضباء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔''

حدثنی ابو اسحاق قال: سمعت عمرو بن الحارث قال: ما ترك رسول الله ﷺ إلا بغلة البيضاء وسلاحه وأرضا جعلها صدقة [3]

''ابو اسحاق سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں چھوڑا سوائے سفید خچر، ہتھیار اور زمین جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔''

---

[1] بیهقی، دلائل النبوة، ١/ ٣٢٩۔ [2] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٤٢٤٥۔

[3] بخاری، رقم الحدیث: ٢٧٤٠؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ١٤٦٧؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢٠٨٣٩۔

وقال ابن عمر رضي الله عنهما أردف النبي ﷺ اسامة على القصواء (وقال المسور قال النبي ﷺ ما خلأت القصواء) [1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو قصویٰ نامی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا۔"

عن ابی بردة رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ يركب الحمار [2]

"حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ گدھے پر سواری فرمالیا کرتے تھے۔"

عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال: كانت ثقيف حلفاء لبنى عقيل فاسرت ثقيف رجلين من اصحاب رسول الله ﷺ وأسر أصحاب رسول الله ﷺ رجلا من بنى عقيل وأصابوا معه العضباء فأتى عليه رسول الله ﷺ وهو فى الوثائق [3]

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف بنی عقیل کا حلیف تھا قبیلہ ثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے دو صحابہ کو قید کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بنی عقیل کا ایک آدمی قید کر لیا اور ان لوگوں نے آپ ﷺ کی عضباء نامی اونٹنی کو پکڑ لیا آپ اپنے صحابی قیدی کے پاس آئے تو وہ جکڑا ہوا تھا۔"

عن عبدالله بن المغفل المزنى قال: رأيت رسول الله ﷺ يوم الفتح على ناقة له يقرأ سورة الفتح [4]

"حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سورۂ فتح پڑھتے دیکھا۔"

عن عبدالرحمن بن ابى بكرة عن ابيه قال: لما كان ذلك اليوم

[1] دارمی، السنن، ۱/ ۳۹۳؛ احمد، المسند، رقم الحدیث:۲۳۸۹۳۔

[2] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۳۱۶۲؛ ابو داود، السنن، رقم الحدیث ۱۹۵۴؛ احمد، المسند، رقم الحدیث:۵۹۸۱۔

[4] احمد، المسند، رقم الحدیث:۲۸۱۲۷۔

قعد النبي ﷺ على بعير لا أدري جمل أو ناقة۔ [1]

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرا اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ جب یوم النحر آیا نبی ﷺ اونٹ پر سوار ہوئے میں نہیں جانتا تھا وہ اونٹ نر تھا یا مادہ۔''

قال (مرة الطيب) حدثني رجل من أصحاب النبي ﷺ في غرفتي هذه حسبت قال: خطبنا رسول الله ﷺ يوم النحر على ناقة له حمراء مخضرمة فقال: ((هذا يوم النحر وهذا يوم الحج الاكبر)) [2]

''حضرت مرہ طیب فرماتے ہیں: مجھے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے میرے اس کمرے میں بیان کیا اور میں نے سمجھا کہ اس نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو خطبہ دیا اپنی سرخ مخضرمہ نامی اونٹنی پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ یوم النحر کا دن ہے۔ اور حج اکبر کا دن ہے۔''

عن اسماء بنت يزيد رضي الله عنها قالت: انى لاخذة بزمام العضباء ناقة رسول الله ﷺ إذا نزلت عليه المائدة كلها فكادت من ثقلها تدق بعضد الناقة [3]

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جس وقت مکمل سورۃ المائدۃ نازل ہوئی اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی جس کا نام عضباء تھا اس کی لگام پکڑے ہوئے تھی۔ (وحی کے) بوجھ کی وجہ سے قریب تھا کہ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ جاتی۔''

حدثني رافع بن عمرو المزني قال: رأيت رسول الله ﷺ يخطب الناس بمنى حين ارتفع الضحى على البغلة شهباء [4]

''حضرت رافع بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے چاشت کے وقت مقام منیٰ میں سیاہی مائل سفید خچر پر سوار ہو کر خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ

[1] ابوداود، السنن، رقم الحديث:١٩٥٦۔ [2] نسائی، السنن، رقم الحديث:١٥٧٤؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث:١٢٨٤۔ [3] كنزالعمال، ٧/ ٩٦، رقم الحديث:١٨١٣٨۔

[4] ابوداود، السنن، رقم الحديث:٩٠٤؛ نسائی، السنن، رقم الحديث:١٢١٥۔

کو دیکھا۔“

عن أبی الکاھل الأحمسی رضی اللہ عنہ قال: رأیت النبی ﷺ یخطب علی ناقة وحبشی أخذ بخطام الناقة [1]

”حضرت ابوالکاہل احمسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹنی پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ایک حبشی آپ کی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے تھا۔“

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کان له فرس اشقر یسمی المرتجز وکان له فرس ادھم یسمی السکب وکان سرج یسمی الراح و کان له بغلة شھباء تسمی الدلدل وکان له ناقة تسمی القصوی وکان له حمار یسمی یعفور [2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا سرخ و زرد رنگ گھوڑا تھا جس کو مرتجز کہا جاتا تھا۔ ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا تھا جسے سکب نام سے پکارا جاتا تھا اور زین تھی جسے راح کہا جاتا تھا ایک سیاہی مائل سفید خچر تھی جسے دلدل کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی ایک اونٹنی تھی جس کا نام قصویٰ تھا اور آپ کے گدھے کا نام یعفور تھا۔“

ہماری جمع کردہ معلومات کے مطابق نبی کریم ﷺ کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف یا لخیف تھا۔ ایک سفید خچر تھا جس کا نام دلدل تھا تین اونٹنیاں تھیں جن کے نام عضباء، قصویٰ اور مخضرمہ تھا ایک گدھا تھا جس کا نام یعفور تھا اور وہ آپ ﷺ کی وفات کے صدمے سے ہلاک ہو گیا۔

خوشبو مبارک

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں خوشبو کے استعمال کا ایک اہم مقام ہے، اس کے بغیر اسوۂ رسول ﷺ کا جمالیاتی پہلو شاید نامکمل ہوتا اور معترضین کو بھی اعتراض کا موقع ملتا کہ یہ کس طرح صفائی اور پاکیزگی کی دعوت کا علمبردار ہے جبکہ خوشبو سے بیزار ہے اور شاید راہبان

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۸۲۶؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث:۱۸؛ ابن ماجه، رقم الحدیث: ۳۰۲؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ۲۴۹۱۴۔

[2] ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث:۳۳۷[ضعیف]

امت کو دنیاوی پاکیزہ اشیاء سے لاتعلقی کا جواز فراہم ہوتا۔ مگر آپ ﷺ کے اسوۂ کاملہ نے ہر طرح کے اعتراضات کا دروازہ بند کرتے ہوئے انسانی فطرت کے اس پہلو سے بھی غفلت نہیں برتی۔ آپ کو خوشبو کا اس قدر اہتمام تھا کہ اس کے لئے آپ نے ایک عطردان رکھا ہوا تھا اور اس سے خوشبو لیا کرتے تھے۔

دوسروں کو یہ درس دیا کہ خوشبودار پھولوں کو رد نہیں کرنا چاہئے بلکہ لے لینا چاہیے

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے یہ روایت کرتے ہیں:

((من عرض علیه ریحان فلا یرده فانه خفیف العمل طیب الریح۔)) [1]

''جس کسی کو نازبو (نیازبو) پیش کردیا جائے تو وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ یہ ہلکا عمل ہے اور اس کی خوشبو اچھی اور پاکیزہ ہے۔''

---

[1] نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۱۴۱۵؛ المستدرک، ۲؛ دلائل النبوۃ، ۱/ ۳۲۹۔

باب چہارم: رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی

فصل اوّل: رسول اللہ کی ازواج مطہرات

تعداد ازواج کے بارے میں مختلف روایات کتب احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ جن کو یہاں درج کیا جاتا ہے اور ہم نے اس فصل میں ستائیس ایسی خواتین محترمات کا ذکر کیا ہے۔ نکاح کے حوالے سے جن کی نسبت نبی ﷺ سے کسی نہ کسی طرح بنتی ہے۔

عن أنس رضي الله عنه قال: كان للنبي ﷺ تسع نسوة فكان إذا قسم بينهن لا ينتهي إلى المرأة الأولى إلا في تسع [1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی نو (۹) بیویاں تھیں۔ آپ جب ان کے درمیان تقسیم کرتے تو پہلی بیوی سے نویں بیوی تک تقسیم فرماتے۔''

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ((ما تزوجت شيئا من نسائي ولا زوجت شيئا من بناتي إلا بوحي جاء ني به جبرائيل عن ربي عزوجل)) [2]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی کسی بیوی سے نکاح نہیں کیا اور نہ ہی اپنی کسی بیٹی کو نکاح میں دیا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل وحی لے کر نہیں آئے۔''

عن أنس رضي الله عنه قال: كان النبي ﷺ يدور على نسا ئه في الساعة الواحدة من الليل والنهار وهن إحدى عشرة [3]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات اور دن میں ایک ہی وقت میں تمام بیویوں کے پاس چکر لگا لیتے اور وہ گیارہ تھیں۔''

أول أزواجه خديجة بنت خويلد فلما ماتت خديجة تزوج

[1] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث:٣٢٦٨۔ [2] عيون الاثر، ٢/ ٣٠٠۔

[3] بخاری، رقم الحديث:٢٦٨؛ طبقات ابن سعد، ٨/ ٢١٦-٢١٧۔

رسول الله ﷺ سودة بنت زمعة ثم تزوج رسول الله ﷺ عائشة بنت أبي بكر الصديق ثم تزوج حفصة بنت عمر ثم تزوج رسول الله ﷺ زينب بنت خزيمه وتزوج أم سلمة وتزوج زينب بنت جحش ثم تزوج رسول الله ﷺ جويرية بنت الحارث ثم تزوج أم حبيبة ثم تزوج صفية بنت حيي ثم تزوج ميمونة بنت الحارث۔ [1]

''رسول اللہ ﷺ کی پہلی بیوی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا پھر حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے اس کے بعد زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پھر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے پھر جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے پھر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے، پھر صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے اور پھر میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے نکاح کیا۔''

عن عائشة رضي الله عنها أن النبي ﷺ تزوجها وهى بنت ست سنين وأدخلت عليه وهى بنت تسع ومكثت عنده تسعًا [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر آباد ہوئیں تو اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور نو سال کا عرصہ آپ کے ساتھ گزارا۔''

زوجیت رسول ﷺ کا تمغہ افتخار حاصل کرنے والی خواتین

1 حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا:

خديجة بنت خويلدبن أسد بن عبدالعزى بن قصى القرشية الأسدية زوج النبي ﷺ وأول من صدقت ببعثته مطلقًا [3]

---

[1] بخاری، رقم الحدیث:۵۱۳۳۔

[2] طبقات ابن سعد، ۸/ ۵۲۔ [3] ایضاً، ۸/ ۵۳۔

''حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی وہ بیوی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔''

فلما أخبرها ميسرة خبره بعثت إلى رسول الله ﷺ وقالت إني قدرغبت فيك۔ ذكر ذالك لأعمامه فخرج معه حمزة بن عبدالمطلب عمه حتى دخل على خويلدبن أسد فخطبها إليه فزوجها من رسول الله ﷺ۔

''جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو میسرہ نے آپ ﷺ کے متعلق خبر دی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف میسرہ کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ میں آپ ﷺ میں رغبت رکھتی ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس بات کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ساتھ چلے اور خویلد بن اسد کے پاس جا کر منگنی کی اور رسول اللہ ﷺ سے نکاح کیا۔''

2 حضرت سودہ رضی اللہ عنہا:

سودة بنت زمعه رضی اللہ عنہا بن قيس بن عبدشمس القرشية العامرية ...... كان تزوجها السكران بن عمرو أخو سهيل بن عمرو فتوفي عنها فتزوجها رسول الله ﷺ وكانت أول إمراة تزوجها بعد خديجة۔ [1]

''سودۃ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کا نکاح ہوا وہ فوت ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے ان (سودہ رضی اللہ عنہا) سے نکاح کرلیا یہ پہلی عورت تھی جن کے ساتھ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح کیا۔''

3 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

عائشة بنت أبى بكر رضی اللہ عنہما أن النبي ﷺ تزوجها وهى بنت ست وقيل سبع ويجمع بأنها كانت أكملت السادسة ودخلت في

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۵۸۔

السابعة [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے چھ سال کی عمر میں نکاح کیا یا سات سال کی عمر میں۔ (جب وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آباد ہوئیں تو اُن کی عمر سات سال تھی) ان دو روایات میں تطبیق یوں ہوگی کہ آپ ﷺ نے چھٹا سال مکمل کر لیا تھا اور ساتویں سال میں قدم رکھا۔''

4 حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

حفصة بنت عمر هي أم المؤمنين تزوج رسول الله ﷺ حفصة بعد عائشة۔ [2]

''حضرت ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد نکاح کیا۔''

عن حسين بن أبي حسين قال: تزوج رسول الله ﷺ حفصة في شعبان على رأس ثلاثين شهرا قبل أحد۔

''حضرت حسین بن ابو حسین کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شعبان میں احد سے تیس ماہ قبل نکاح کیا۔''

5 حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

زينب بنت خزيمة بن عبدالله بن عمر بن عبدمناف بن هلال بن عامر بن صعصعة الهلالية أم المؤمنين زوج النبي ﷺ يقال لها أم المساكين لأنها كانت تطعمهم و تصدق عليهم خطب رسول الله ﷺ إلى نفسها فجعلت أمر ها إليه فتزوجها في شهر رمضان سنة ثلاث فأقامت عنده ثمانية أشهر وماتت في ربع الآخر سنة أربع [3]

''حضرت ام المومنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مساکین کو کھانا کھلاتی تھیں اور ان

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۸۳۔ [2] ایضًا، ۸/ ۱۱۵۔ [3] ایضًا، ۸/ ۹۳۔

پر صدقہ کرتی تھیں۔ آپ نے منگنی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے معاملہ رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ آپ نے ماہ رمضان ۳ھ میں ان سے نکاح کیا وہ آپ کے پاس آٹھ ماہ رہی۔ ۴ ہجری کے آخری ربع میں فوت ہوگئیں۔"

6 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

عن أم سلمة أن رسول الله ﷺ تزوج أم سلمة وأقام عندها ثلاثا ثم قال ((ليس بك على أهلك هوان إن شئت سبعت لك)) [1]

"حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ نے ان سے نکاح کیا تو ان کے پاس تین دن ٹھہرے پھر آپ نے فرمایا: تیرے لیے تیرے گھر والوں کا کوئی مسئلہ نہیں اگر تو چاہے تو میں تیرے لیے سات دن ٹھہرنے کی مدت رکھ لوں تو اپنی باقی بیویوں کے لیے بھی سات سات دن رکھوں گا۔"

7 حضرت ہند (رملہ) رضی اللہ عنہا:

أم المؤمنين إسمها هند۔ وقال أبو عمر يقال إسمها رملة وليس بشيء وإسم أبيها حذيفة فتزوج النبي ﷺ في جمادي الآخرة سنة أربع وقيل سنة ثلاث وكانت ممن أسلم قديمًا۔ [2]

"حضرت ام المومنین ہند رضی اللہ عنہا کے متعلق ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: (انہیں رملہ بھی کہا جاتا تھا) لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ان کے والد کا نام حذیفہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سن ۴ھ میں جمادی الثانیہ میں ان سے نکاح کیا یہ بھی کہا گیا کہ سن ۳ ہجری میں نکاح ہوا۔ یہ قدیم الاسلام خواتین میں سے تھیں۔"

8 حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

زينب بنت جحش أم المؤمنين زوج النبي ﷺ وأمها أميمة عمة النبي ﷺ تزوجها النبي ﷺ سنة ثلاث وقيل سنة خمس ونزلت بسببها آية الحجاب۔ [3]

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۹۲۔ [2] ایضًا، ۸/ ۱۰۱۔ [3] ایضًا، ۸/ ۱۱۷۔

”حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو کہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی تھیں آپ نے زینب سے سن ۳ ہجری میں نکاح کیا بعض نے کہا سن ۵ ہجری میں۔ انہی کی وجہ سے پردے کی آیات نازل ہوئیں۔“

9 حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا:

جويرية دخلت على رسول الله ﷺ وقالت: يا رسول الله ﷺ إن جويرية بنت الحارث سيد قومه وقد أصابني من البلايا ماله يخفى عليك وقد كاتبت على نفسي فأعني علي كتابتي فقال ((أوخير من ذلك أودى عنك كتابتك وأتزوجك)) فقالت: نعم: ففعل ذالك فبلغ الناس أنه قد تزوجها فقالوا أصهار رسول الله ﷺ فأرسلوا ما كان في أيدهم من بني المصطلق فلقد أعتق الله بها مائة أهل بيت من بني المصطلق۔[1]

”حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہاں داخل ہوئیں کہنے لگیں اللہ کے رسول ﷺ بے شک (جویریہ بنت حارث جو اپنی قوم کی سردار تھیں) مجھ پر مصیبتیں آئیں جو آپ پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں نے اپنی مکاتبت کی ہے اور آپ نے میری مکاتبت پر مدد فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اس سے بھی بہتر صورت تجھے نہ بتادوں تیری مکاتبت کرلوں اور تجھ سے نکاح کرلوں؟ کہنے لگی: ہاں۔ آپ نے ایسے ہی کیا یہ بات لوگوں تک پہنچ گئی۔ آپ نے نکاح کر لیا ہے تو کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال ہیں۔ تو ان کے ہاتھ میں بنی مصطلق کے جتنے لوگ تھے سب کو چھوڑ دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی مصطلق کے ۱۰۰ آدمی آزاد فرمائے۔“

10 حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا:

أم حبيبة بنت أبي سفيان صخر بن حرب بن أمية القرشية

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۹۶۔

الأموية زوج النبي ﷺ وإسمها رملة۔ ❶

''حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی اور نبی ﷺ کی بیوی تھی ان کا نام رملہ تھا۔''

⑪ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا:

عن أنس قال: أقام النبي ﷺ بين خيبر والمدينة ثلاثا يبنى عليه بصفية بنت حيي فدعوت المسلمين على وليمته فما كان فيها من خبز ولا لحم۔ ❷

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے خیبر اور مدینہ کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا آپ نے صفیہ بنت حي سے نکاح کیا پھر میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی دعوت دی تو اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی نہ تھی۔''

⑫ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا:

قالت ريحانة: فلما أسلمت أعتقني رسول الله ﷺ وتزوجني وأصدقني إثنتي عشرة أوقية ونشا كما كان يصدق نساء ه۔ ❸

''حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب میں مسلمان ہوئی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے آزاد کردیا اور میرے ساتھ نکاح کرلیا اور مجھے بارہ اوقیہ اور ایک نش مہر دیا جس طرح باقی بیویوں کو آپ نے مہر دیا۔''

⑬ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا:

ميمونة بنت الحارث بن حزن الهلالية أخت أم الفضل لبابة هي أم المؤمنين كان إسمها برة فسما ها النبي ﷺ ميمونة تزوجها النبي ﷺ ❹

''حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ام الفضل کی بہن اور مسلمانوں کی ماں تھی

❶ طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۲۱۔ ❷ ایضًا، ۸/ ۱۲۹۔

❸ ایضًا، ۸/ ۱۳۲۔ ❹ ایضًا، ۸/ ۱۴۷۔

ان کا نام برہ تھا آپ ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا اور ان سے نکاح کیا۔''

یہ وہ کائنات کی خوش بخت ترین خواتین ہیں جن کو ازواج النبی ﷺ بن کر آغوش نبوت کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے اور زندگی گزارنے کا تمغہ افتخار ملا۔ ان کی تعداد تیرہ ہے۔ جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اگرچہ بعض لوگ تعداد میں اختلاف بھی کرتے ہیں اور تیرہ میں سے گیارہ (۱۱) آزاد خواتین تھیں اور دو لونڈیاں بن کر آئی تھیں۔ لیکن شفقت نبوت سے حظ وافر حاصل کر کے امہات المومنین میں ہی شامل ہو گئیں۔ اب ان خواتین کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے نبی کریم ﷺ کا نکاح تو ہوا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر رخصتی نہیں ہو سکی۔

بغیر رخصتی کے نکاح کا شرف حاصل کرنے والی خواتین

1 قتیلہ بنت قیس:

جن کا پورا نام قتیلہ بنت قیس اخت الاشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ بن جبہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ الاکرمین بن الحارث بن معاویہ بن الحارث ابن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ ہے۔

اخبرنا هشام بن محمد بن السائب عن ابيه عن ابى صالح عن ابن عباس قال: لما استعاذت أسماء بنت نعمان من النبى ﷺ خرج والغضب يعرف فى وجهه فقال له الأشعث بن قيس: لا يضرك الله يا رسول الله ﷺ! الا أزوجك من ليس دونها فى الجمال والحسب؟ قال ((من؟)) قال أختى قتيلة، قال: قد تزوجتها۔[1]

''اسماء بنت نعمان نے جب نبی ﷺ سے پناہ طلب کی تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا تو اشعث بن قیس نے کہا اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ آپ کو دکھ نہ پہنچائے کیا میں آپ کا نکاح ایسی عورت سے نہ کروا دوں جو حسب ونسب اور حسن وجمال میں اس سے کم

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۲۸۔

نہیں آپ نے پوچھا کون؟ کہنے لگے: میری بہن قتیلہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں نے اس سے نکاح کرلیا۔"

أخبرنا محمد بن عمر عن يحيي بن النعمان عن يزيد بن قيس أن قتيلة بنت قيس أخت أشعث كانت ممن وهبت نفسها للنبي ﷺ أخبرنا محمد بن عمر حدثني ابن أبى الزناد وأبو الخصيب عن هشام بن عروة عن أبيه أنه كان ينكر ذلك ويقول: لم يتزوج رسول الله ﷺ قتيلة بنت قيس ولا تزوج كندية إلا أخت بنى الجون ملكها وأتي بها فلما نظر إليها طلقها ولم يبن بها۔ [1]

"یزید بن قیس سے روایت ہے کہ قتیلہ بنت قیس جو کہ اشعث کی بہن تھی۔ ان عورتوں میں سے تھی جنہوں نے نبی ﷺ کو اپنی جان ہبہ کی تھی۔ لیکن ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے قتیلہ سے نکاح نہیں کیا اور نہ کندیہ سے، سوائے ابن جون کی بہن کے اس نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس آئے جب اس کی طرف دیکھا تو اسے طلاق دے دی۔ اس کے قریب نہیں گئے۔"

2 فاطمہ بنت ضحاک:

أخبرنا محمد بن عمر، حدثنا محمد بن عبدالله عن الزهري قال: هى فاطمة بنت الضحاك بن سفيان فاستعاذت منه، فطلقها فكانت تلقط البعر، وتقول: أنا الشقية۔ وتزوجها رسول الله ﷺ في ذي القعدة سنة ثمان من الهجرة وتوفيت سنة ستين۔ [2]

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۴۱۔ [2] ایضاً، ۸/ ۲۳۳۔

''محمد بن عبداللہ نے زہری کے حوالے سے بیان کیا کہ فاطمہ بنت ضحاک نے آپ ﷺ سے اللہ کی پناہ طلب کی۔ آپ نے اسے طلاق دے دی۔ وہ گوبر اکٹھا کیا کرتی تھی اور کہتی تھی: میں بدنصیب ہوں۔ آپ ﷺ نے آٹھ ہجری ذوالقعدہ میں اس سے نکاح کیا اور وہ سن ساٹھ ہجری میں فوت ہوئی۔''

3 حضرت کلابیہ:

أخبرنا محمد بن عمر، حدثني محمد بن عبدالله عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت :تزوج رسول الله ﷺ الكلابية فلما دخلت عليه فدنامنها قالت :إني أعوذبالله منك فقال رسول الله ﷺ: ((لقد عذت بعظيم إلحقي بأهلك۔)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے کلابیہ سے نکاح کیا جب رخصتی ہوئی تو آپ اس کے قریب ہو گئے تو اس نے کہا" اعوذ باللہ منک" آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے عظیم ذات سے پناہ لی ہے اب اپنے گھر چلی جا۔ تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ فاطمہ بنت ضحاک، کلابیہ اور سناء بنت سفیان بنت سفیان اور عمرہ بنت زید ایک ہی عورت ہے۔''

4 اسماء بنت نعمان حویہ:

اخبرنا هشام بن محمد حدثنى ابن الفيل عن حمزة بن أبى أسيد الساعدى عن أبيه وكان بدريا قال: تزوج رسول الله ﷺ أسماء بنت النعمان الحوية فلما دخلت عليه وأغلق الباب وأرخى الستر مديديه إليها فقالت أعوذبالله منك۔ [2]

''ابو اُسید ساعدی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں اور وہ بدری تھے، کہ آپ ﷺ نے اسماء بنت نعمان حویہ سے نکاح کیا جب آپ ﷺ ان کے ہاں گئے دروازہ بند کیا پردا لٹکایا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا:

[1] الاصابه، رقم الحديث: ٥٧۔ [2] طبقات ابن سعد، ٨/ ١٤٨۔

اعوذباللہ منك (میں آپ سے اللہ کی پناہ میں آتی ہوں)۔"

5 ملیکۃ بنت کعب اللیثی:

اخبرنا محمد بن عمر، حدثنی ابومعشر قال: تزوج النبی ﷺ ملکیة بنت کعب وکانت تذکر بجمال بارع، فدخلت علیها عائشة رضی اللہ عنہا فقالت لها أما تستحین أن تنکحی قاتل أبیك؟ فاستعاذت من رسول الله ﷺ فطلقها، فجاء قومها إلى النبی ﷺ فقالوا یا رسول الله ﷺ إنها صغیرة وإنها لا رأی لها وأنها خدعت، فارتجعها فأبى رسول الله ﷺ فاستأذنوه أن یتزوجها قریب لها من بنی عذرة فاذن لهم فتزوجها العذری وکان ابوها قتل یوم فتح مكة قتله خالد بن الولید باخدمه۔ [1]

قال محمد بن عمر، ممایضعف هذا الحدیث ذکر عائشة أنها قالت لها ألا تستحین، وعائشة لم تکن مع رسول الله ﷺ فی ذلك السفر۔

عن عطاء بن یزید الجندعی قال تزوج رسول الله ﷺ ملیکة بنت کعب اللیثی فی شهر رمضان سنة ثمان ودخل بها فماتت عنده، قال محمد بن عمر وأصحابنا ینکرون ذلك ویقولون لم یتزوج کنانیة قط۔ [2]

"آپ ﷺ نے ملیکۃ بنت کعب سے نکاح کیا جس کے حسن و جمال کی بڑی شہرت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے پاس گئیں اور کہا: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو نے اپنے باپ کے قاتل سے نکاح کرلیا ہے؟ اس نے نبی ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ نے اسے طلاق دے دی۔ اس کی قوم کے لوگ آپ ﷺ کے

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱٤۹۔ [2] ایضاً، ۸/ ۱٤۹۔

پاس آئے اور کہا کہ اس کی عمر کم ہے۔ اس کی اپنی کوئی رائے تو ہے نہیں، اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے آپ رجوع فرمالیں، آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو انھوں نے آپ سے اجازت چاہی کہ اس کا نکاح بنی عذرہ کے ایک قریبی رشتہ دار سے کر دیں، تو آپ نے اجازت دے دی۔ تو اس نے اس عذری سے شادی کر لی۔"

اس کا والد فتح مکہ کے وقت مارا گیا تھا اور اسے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے خادموں سے مل کر مارا تھا۔

محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ضعف کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ انھوں نے اس عورت سے یہ بات کہی۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس سفر میں ہی نہیں تھیں۔ عطاء بن یزید کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ملکیہ بنت کعب سے نکاح کیا سنہ ۸ھ میں رمضان کا مہینہ تھا اور ہم بستری بھی کی اور اس کی وفات آپ ﷺ کے ہاں ہی ہوئی۔

6 بنت جندب بن ضمرہ الجندعی:

عن یزید بن بکر أن رسول الله ﷺ تزوج بنت جندب بن ضمرة الجندعي قال محمد بن عمرو: أصحابنا ینکرون ذلك ویقولون لم یتزوج رسول الله ﷺ کنانیة قط۔ [1]

محمد بن عمر کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب اس بات کی تردید کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کنانی عورت سے شادی نہیں کی۔"

7 سناء بنت صلت بن حبیب السلمیہ:

یہ وہ خاتون جس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ یہ نکاح کے بعد اور رخصتی سے قبل فوت ہوگئی تھی۔

قال (هشام بن محمد) حدثني رجل من رهط عبدالله بن

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۰۹۔

خازم السملی أن رسول اللهﷺ تزوج سناء بنت الصلت بن حبیب السلیمة فما تت قبل أن یصل الیها۔ ❶

''اس روایت کے آگے لکھا ہے کہ بنی سلیم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ میری بیٹی خوبصورت اور دانش مند ہے میں آپ کے سوا کسی پر رشک نہیں کرتا آپ سمجھ گئے کہ وہ چاہتا ہے کہ آپ اس سے نکاح کریں، اس نے دوسری بات یہ کہی کہ وہ کبھی بھی بیمار نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے آپ کی ایسی بیٹی کی ضرورت نہیں جو اپنے گناہ لے کر ہمارے پاس آئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس مال میں خیر نہیں جس میں کوئی تکلیف یا نقصان نہیں ہوا اور نہ اس جسم میں کوئی خیر ہے جسے کوئی بیماری نہیں پہنچی۔''

یہ وہ قابل صد احترام خواتین ہیں جو نکاح کے بعد نبی کریم ﷺ کی زوجیت میں لحات جاوداں بسر کرنے کا شرف حاصل نہیں کر سکیں۔ ان کی تعداد سات (۷) ہے۔

نبی ﷺ کی طرف پیغامِ نکاح سے منسوب خواتین

❶ لیلیٰ بنت الخطیم

یہ قیس بن الخطیم بن عدی بن عمرو بن سوار بن ظفر بن حارث بن الخزرج بن عمر کی بہن تھی۔

عن ابن أبی عون أن لیلی بنت الخطیم وهبت نفسها للنبیﷺ ووهبن نساء أنفسهن فلم یسمع أن النبیﷺ قبل منهن أحداً۔ ❷

عن أم هانی بنت ابی طالب قالت خطبنی رسول اللهﷺ فاعتذرت إلیه فعذرنی ثم أنزل الله: ﴿**إنا احللنا لك ازواجك اللاتی آتیت أجورهن حتی بلغ اللاتی هاجرن معك**﴾ قالت: فلم أکن أحل لم أهاجر معه کنت مع الطلقاء۔ ❸

---

❶ طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۵۱۔ ❷ ایضًا، ۸/ ۱۵۳۔ ❸ ایضا، ۸/ ۱۵٤۔

ضباعة بنت عامر بن قرط بن سلمة بن قشير بن كعب بن ربيعة بن عامر بن صعصعة۔

''رسول اللہ ﷺ نے ضباعہ کے بیٹے سلمہ بن ہشام بن مغیرہ کو ضباعہ سے نکاح کرنے کا پیغام بھیجا سلمہ نے کہا میں اپنی والدہ سے مشورہ کرلوں پھر وہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کے نکاح کا پیغام بتایا۔ضباعہ نے پوچھا تم نے کیا جواب دیا انہوں نے کہا میں نے مشورہ کرنے کی بات کی ہے۔ضباعہ نے کہا کیا نبی ﷺ کے بارے میں مشورہ کیا جائے گا؟واپس جاؤ اور آپ ﷺ سے نکاح کی بات کرو۔''

فرجع الى النبى ﷺ فسكت عنه۔ ❶

''وہ نبی ﷺ کے پاس آئے نکاح کی بات اور آپ خاموش رہے۔''

❷ صفيه بنت بشامة بن نضلة العنبرى

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال خطب النبى ﷺ صفية بنت بشامة بنت نضلة العنبرى ، وكان اصابها سباء فخيرها رسول الله ﷺ فقال ((إن شئت أنا وإن شئت زوجك)) فقالت بل زوجى فأرسلها فلعنتها بنو تميم۔ ❷

''ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے صفیہ بنت بشامہ بنت نضلہ بنت عنبری کو پیغام نکاح بھیجا آپ نے اسے بطور لونڈی حاصل کیا تھا۔آپ نے اسے اختیار دیا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرا نکاح آگے کر دیتا ہوں۔اس نے کہا آپ آگے نکاح کر دیں،تو آپ نے اسے آزاد چھوڑ دیا۔بنو تمیم نے اس پر اسے لعن طعن کی۔''

❸ عزية بنت جابر

ام شريك واسمها عزية بنت جابر بن حكيم قال (محمد بن

❶ طبقات ابن سعد،۸/ ۱۵٤۔ ❷ ایضًا،۸/ ۱۵٤۔

ابـراهيم) كانت ام شريك امرأة من بني عامر بن لؤى معيصية۔ وإنها وهبت نفسها لرسول الله ﷺ فلم يقبلها رسول الله ﷺ فلم تتزوج حتى مات۔ [1]

"محمد بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ام شریک بنو عامر کی ایک عورت تھی اس نے آپ ﷺ پر اپنے آپ کو ہبہ کیا۔ آپ ﷺ نے قبول نہ کیا تو اس نے تا موت نکاح نہ کیا۔"

4 خولة بنت حكيم

خـولة بنت حكيم بن أمية بن حارثة بن الاوقص بن مرة بن هلال بن فالج بن ثعلبة بن ذكوان بن امرء القيس بن بهتة بن سليم۔ قـال (مـحـمـد) كـانـت خـولة بـنـت حكيم من اللاتي وهبن أنـفسهـن لـلنبى ﷺ فـأرجـأ هـا وكـانـت تخدم النبى ﷺ وتزوجها عثمان بن مظعون فمات عنها۔ [2]

"محمد کہتے ہیں کہ خولہ بنت حکیم بھی ان عورتوں میں سے تھی جنھوں نے اپنا آپ نبی ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ آپ نے اسے مؤخر کیا وہ آپ کی خدمت کرتی تھی۔ آخر عثمان بن مظعون نے اس سے نکاح کیا اور پھر اسے بیوہ چھوڑ گیا۔"

5 امامة بنت حمزہ رضی اللہ عنہ

قال على رضي الله عنه لرسول الله ﷺ الا تزوج بنت عمك حمزة فانها قال سفيان أجمل وقال إسماعيل أحسن فتاة فى قريش فقال يا على! أما علمت أن حمزة أخى من الرضاعة وأن الله حرم من الرضاعة ماحرم من النسب۔ [3]

"حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ اپنے چچا حمزہ کی بیٹی سے شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ سفیان کہتا ہے کہ وہ بہت خوبصورت ہے اسماعیل

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۵۸۔ [2] ایضاً، ۸/ ۱۵۹۔ [3] ایضاً، ۸/ ۱٦۰۔

کے الفاظ ہیں کہ وہ قریش میں سب سے حسین لڑکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ! شاید تمہیں علم نہیں کہ حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ اس لئے ان سے حرمت کا رشتہ ہے۔"

6 خولة بنت الهذيل

أن رسول الله ﷺ تزوج خولة بنت الهذيل فهلكت في الطريق قبل أن تصل إليه۔ [1]

"آپ ﷺ نے خولہ بنت ہذیل سے نکاح کیا اور آپ ﷺ تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئی۔"

7 شراف بنت خليفة

قال (عبدالرحمن:) خطب رسول الله ﷺ امرأة من كلب فبعث عائشة تنظر إليها فذهبت ثم رجعت فقال لها رسول الله ﷺ ((ما رأيت؟)) فقالت: ما رأيت طائلاً۔ فقال لها رسول الله ﷺ: **((لقد رأيت طائلا۔ لقد رأيت خالاً بخدها اقشعرت كل شعرة منك))** فقالت: يا رسول الله ﷺ ما دونك سر۔ [2]

"عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کلب قبیلہ کی ایک عورت کو پیغام نکاح بھیجا اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کیلئے بھیجا۔ وہ واپس آئیں تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: مجھے تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے خاص بات دیکھی ہے تو نے اس کے رخسار پر تل دیکھا جس سے تیرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آپ سے تو کوئی بات پوشیدہ نہیں۔"

یہاں تک مختلف احادیث کی روشنی میں یہ بات بیان کی گئی ہے، کہ ہمارے مطالعہ میں

---

[1] طبقات ابن سعد، ۸/ ۱۶۱۔ [2] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ۳٤۸۹؛ جوامع السيره، ص ۳۷؛ الطبقات الكبرى، ۸/ ۱۶۱۔

ایسی ستائیس خواتین ہیں جن کی نسبت نبی ﷺ سے شادی کے حوالہ سے ہوئی ہے۔ان میں سے سات صرف ایسی ہیں جن سے منگنی ہوئی اور سات ایسی ہیں جن سے منگنی کے ساتھ نکاح بھی ہوا۔لیکن رخصتی نہیں ہوئی اور تیرہ خوش نصیب ایسی عظیم المرتبت خواتین ہیں جن کو نکاح کے بعد نبی ﷺ کی صحبت میں لمحات زندگی گزارنے کا موقع ملا اور ان تیرہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی میں اکیلی ہی زوجۃ النبی ﷺ رہی ہیں۔ان کی وفات تک رسول اللہ ﷺ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔نبی ﷺ کی وفات کے وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

حق مہر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا:

كم كان صداق رسول الله ﷺ قالت: كان صداقه لأزواجه ثنتي عشرة أوقية ونشا قالت أتدري ماالنش قال: قلت: لا، قالت: نصف أو قية فتلك خمس مائة درهم فهذا صداق رسول الله ﷺ لازواجه۔ [1]

”رسول اللہ ﷺ کا حق مہر کتنا تھا آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی بیویوں کے لئے بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا کیا تو جانتا ہے کہ نش کیا ہے۔فرمایا کہ یہ آدھے سے تھوڑا ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کا مہر تھا۔“

عن انس رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ أعتق صفية وتزوجها وجعل عتقها صداقها [2]

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور اس سے نکاح کیا اور اس کی آزادی کو مہر قرار دیا۔“

قال عمر بن الخطاب لا تغالوا صداق النساء فأنها لو كانت مكرمة فى الدنيا أوتقوى عندالله كان اولا كم وأحقكم بها

[1] البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۸۷۔ [2] الترمذی، الجامع السنن، رقم الحدیث: ۱۱۱۴؛ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ۲۱۰۶؛احمد المسند، ۱/ ۴۰؛الدارمی، السنن، ۲/ ۱۴۱؛ابن ماجه السنن، رقم الحدیث: ۱۸۸۷؛الطبقات الکبری، ۸/ ۱۲۲۔

محمد ﷺ ما اصدق امراة من نسائه ولا اصدقت امراة من بناته أكثر من اثنتي عشرة أوقية۔ ❶

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عورتوں کے مہر میں خیانت اور مبالغہ آمیزی نہ کرو اگر یہ دنیا میں مکرم ہوتے اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کا معیار ہوتے تو محمد ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے لیکن محمد ﷺ کی کوئی بیوی اور بیٹی ایسی نہیں تھی کہ جس کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ ہو۔''

اوقات کی تقسیم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ:

ان النبی ﷺ کان یقسم بین نسائه فیعدل ویقول ((اللهم هذه قسمتي فيما املك فلا تلمني فيما تملك ولا املك))۔ ❷

''نبی ﷺ اپنی بیویوں کے درمیان تقسیم کرتے پھر اس میں عدل فرماتے اور دعا کرتے۔ اے! یہ میری تقسیم ہے جس میں میں اختیار رکھتا ہوں، اے اللہ! جس میں اختیار نہیں رکھتا بلکہ تو اختیار رکھتا ہے اس پر ملامت نہ کرنا۔''

قالت عائشة یاابن اختی کان رسول الله ﷺ لا یفضل بعضنا علی بعض فی القسم من مکثه عندنا۔ وکان قل یوم الا وهو یطوف علینا جمیعاً فیدنو من کل امرأة من غیر مسیس حتی یبلغ الی التی هو یومها فیبیت عندها ولقد قالت سودة بنت زمعة حین اسنت وخافت أن یفارقها رسول الله ﷺ یا رسول الله ﷺ! یومی لعائشة فقبل ذلك رسول الله ﷺ منها قالت نقول: فی ذلك انزل الله عزوجل وفی اشباهها ﴿وان امرأة

❶ الترمذی، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۱۳۵؛ سنن نسائی، رقم الحدیث: ۳۳۹۵؛ ابن ماجه، رقم الحدیث: ۱۹۷۱؛ المستدرك، ۲/ ۱۸۷۔

❷ ابو داود، السنن، رقم الحدیث:۲۱۳۸۔

خافت من بعلها نشوزا﴾ ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں اے بھانجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ٹھہرنے کی تقسیم میں کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے کوئی دن ایسا نہ گزرا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر ایک کے گھر نہ آئے ہوں اور ہمارے قریب نہ بیٹھے ہوں کسی کو ہاتھ لگائے بغیر یہاں تک کہ پھر اس بیوی صاحبہ کے پاس جا کر رات گزارتے جس کی باری ہوتی، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب عمر رسیدہ ہو گئیں اور انھیں کچھ اندیشہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بے رخی اختیار فرمائیں گے کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس طرح کے واقعے کے متعلق یہ آیت اتری:

﴿ان امرأة خافت......الخ﴾ ❷

سفر میں بیویوں کا انتخاب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ:

کان رسول اللہ اذا اراد سفرا اقرع بین نسائه فأیتهن خرج سهمها خرج بها معه وکان یقسم لکل امرأة منهن یومها ولیلتها غیر ان سودة بنت زمعة وهبت یومها ولیلتها لعائشة زوج النبی تبتغی بذلك رضا لرسول الله ﷺ ❸

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے جس کا قرعہ نکل آتا آپ اسے اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ نے ہر ایک بیوی کے لیے دن اور رات تقسیم کی ہوئی تھی سوائے حضرت سودہ کے۔ اس لیے کہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو ہبہ کر دی تھی۔ اس سے

---

❶ بخاری، رقم الحدیث: ۲۵۹۳؛ ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ۲۱۳۸۔

❷ ٤/ النساء: ۱۲۸۔ ❸ بخاری، رقم الحدیث: ٥٢١٦۔

حضرت سودہ رسول اللہ ﷺ کی خوشی حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

عصر کے بعد کا معمول

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیل ونہار کی تقسیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے بہت احسن انداز میں کی ہوئی تھی، تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ جس کی ایک مثال آپ ﷺ کا یہ عمل مبارک تھا کہ گیارہ یا تیرہ بیویوں کے خاوند ہونے کے باوجود ہر روز نماز عصر کے بعد سب بیویوں کے گھر میں تشریف لایا کرتے تھے۔ جیسا کہ کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

كان رسول الله ﷺ اذا انصرف من العصر دخل على نسائه فيدنو من إحداهن فدخل على حفصة فاحتبس أكثر ما كان يحتبس۔ [1]

"جب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہوتے تو اپنی ہر بیوی کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیادہ دیر ٹھہرتے۔"

عن عائشة قالت: يا ابن اختي كان رسول الله ﷺ لا يفضل بعضنا على بعض في القسم من مكثه عندنا وكان قل يوم الا وهو يطوف علينا جمعياً فيدنو من كل امرأة من غير مسيس حتى يبلغ إلى التي هو يومها فيبيت عندها۔ [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھانجے رسول اللہ ﷺ ہم میں سے بعض کو بعض پر تقسیم میں فضیلت نہیں دیتے تھے اور کم ہی ایسا ہوتا کہ جس دن رسول اللہ ﷺ ہم سب کے پاس نہ آتے۔ رسول اللہ ﷺ ہر بیوی کے قریب بیٹھتے حتیٰ کہ اس کے پاس چلے جاتے کہ جس کی باری ہوتی پھر اس کے پاس رات گزارتے۔"

[1] ابو داود، السنن رقم الحدیث: ۲۱۳۵۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ۲۵۱۵۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یطوف علی نسائه فی لیلة واحدة وله یومئذ تسع نسوة۔ [1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ایک ہی رات میں اپنی تمام بیویوں کے پاس جاتے اوران دنوں آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔''

خوراک کا اہتمام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

ان النبی ﷺ کان یبیع نخل بنی النضیر و یحبس لأ هله قوت سنتهم۔ [2]

''نبی ﷺ بنی نضیر والی کھجوریں فروخت کر کے اپنے اہل خانہ کے لیے ایک سال کا غلہ رکھ لیتے۔''

عن عمر رضی اللہ عنہ كانت اموال بنی النضیر مما أفاء الله علی رسوله ﷺ مما لم یوجف علیه المسلمون بخیل ولا ركاب، فكانت للنبی ﷺ خاصة فكان ینفق علی اهله نفقة سنة۔ [3]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بنی نضیر کا مال عطا فرمایا جس پر مسلمانوں نے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے یہ مال نبی ﷺ کے لیے خاص تھا آپ ﷺ اپنے اہل خانہ پر سال بھر خرچ کرتے۔''

كان رسول الله ﷺ ینفق علی نسائه كل سنة عشرین وسقا من شعیر وثمانین وسقا من تمر۔ [4]

''رسول اللہ ﷺ سال بھر میں اپنے بیویوں پر بیس وسق جو اور ۸۰ وسق کھجور خرچ فرمایا کرتے تھے۔''

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۵۳۵۷۔ [2] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۴۵۷۵۔
[3] جوامع السیرہ، ص ۳۸۔ [4] بخاری رقم الحدیث:۶۱۳۰۔

بیویوں سے حسن سلوک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ:

کنت ألعب بالبنات عند النبی ﷺ وکان لی صواحب یلعبن معی وکان رسول اللہ ﷺ اذا دخل یتقمعن منه فیسرب بهن إلی فیلعبن معی۔ [1]

''میں نبی ﷺ کے ہاں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی میری بہت سی سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتیں تو جب آپ گھر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں پھر آپ انہیں میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتیں۔''

عن عائشة قالت: کان الحبش یلعبون بحرابهم فیسترنی رسول اللہ ﷺ وانا انظر فما زلت انظر حتی کنت انا انصرف فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن تسمع اللهو۔ [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ حبشی اپنی برچھوں سے کھیلتے تو رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے پیچھے چھپا لیتے اور میں (کھیل) دیکھتی رہتی۔ میں اسے دیر تک دیکھتی رہتی اور خود ہی لوٹ کر آتی۔ اندازہ کریں کہ ایک کم عمر لڑکی کتنی دیر تک کھیل دیکھ سکتی ہے۔''

عن انس رضی اللہ عنہ قال: کان النبی ﷺ عند بعض نسائه، فارسلت إحدی امهات المؤمنین بصحفة فیها طعام، فضربت التی النبی ﷺ فی بیتها یدالخادم فسقطت الصحفة فانفلقت، فجمع النبی ﷺ فلق الصحفة ثم جعل یجمع فیها الطعام الذی کان فی الصحفة ویقول: ((غارت امکم)) ثم حبس

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٦١٣٠۔ [2] ایضًا، رقم الحدیث: ٥٢٢٥؛ ابو داود السنن، رقم الحدیث: ٣٥٤٢؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ١٣٥٩؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ٣٤٥٧؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ٢٣٣٣؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ١٢٠٥٠۔

الخادم حتى أتى بصحفة بصحفة من عند التى هو فى بيتها فرفع الصحفة الصحيحة إلى التى كسرت صحفتها وأمسك المكسورة فى بيت التى كسرت فيها۔ [1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ اپنی کسی بیوی کے پاس تھے، تو کسی دوسری بیوی (ام المومنین) نے کھانے کی ایک پلیٹ بھیجی، جس ام المومنین کے پاس آپ تشریف فرما تھے اس نے خادم کے ہاتھ پر پلیٹ ماری وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، آپ ﷺ نے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اکٹھے کیے پھر آپ کھانے کو اکٹھا فرمانے لگے اور فرمایا: ''تمہاری ماں کو غیرت آ گئی۔'' اور خادم کو روکے رکھا یہاں تک کہ صحیح سالم پلیٹ جس نے توڑی تھی اس سے لے کر خادم کو دی اور ٹوٹی ہوئی اسے دے دی جس نے توڑی تھی۔''

عن انس رضی اللہ عنہ قال: كان رسول الله ﷺ فى بعض اسفاره و غلام اسود يقال له انجشة يحدو فقال له رسول الله ﷺ: ((يا انجشة! رويدك سوقا بالقوارير۔)) [2]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ کسی سفر میں تھے، ایک حبشی غلام جسے انجشہ کہا جاتا تھا حدی پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے انجشہ! آہستہ آہستہ چل اونٹوں کو شیشے لدے اونٹوں کی طرح ہانک۔''

حدثنا هشام بن عمار، حدثنا سفيان بن عيينة، عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: سابقتنى النبى ﷺ فسبقته۔ [3]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی اور میں آپ سے آگے نکل گئی۔''

عن عائشة أنها سألت كيف كان رسول الله ﷺ اذا دخل فى

---

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٣٠٣٦۔ [2] ابن ماجه السنن، رقم الحدیث: ١٩٧٩؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ١٨٦٦؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢٥٤٩٥۔

[3] الطبقات الکبری، رقم الحدیث: ٣٦٥۔

بیتہ؟ قالت: ألین الناس وأکرم الناس وکان رجلا من رجالکم إلا أنه کان ضحا کا بساما [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیسے ہوتے تھے؟ کہنے لگیں تمام انسانوں میں نرم، سب لوگوں سے بڑھ کر عزت وقار والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں کی طرح ایک مرد تھے مگر یہ کہ آپ زیادہ ہنستے مسکراتے رہتے۔''

گھریلو کام میں معاونت

اسود بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سألت عائشة ماکان النبی ﷺ یصنع فی البیت؟ قالت: کان یکون فی مهنة اهله فاذا سمع الاذان خرج [2]

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے انہوں نے کہا کہ گھر والوں کی خدمت کرتے تھے۔ پھر جب اذان سنتے باہر چلے جاتے۔''

عن عمرة قیل لعائشة ماذا کان رسول الله ﷺ یعمل فی بیته؟ قالت: کان بشرا من البشر یغلی ثوبه ویحلب مشاقه۔ [3]

''عمرہ فرماتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ایک عام بشر تھے اپنے کپڑوں کو خود سی لیتے تھے اور بکری کا دودھ دوہتے تھے۔''

عن هشام عن ابی قال: سألت عائشة ماکان النبی ﷺ یصنع

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۵۳۴۲؛ ترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۸۹؛ ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۶۴۷؛ بیهقی، ۱/ ۳۲۷۔

[2] بخاری رقم الحدیث: ۵۴۱؛ ترمذی، شمائل ترمذی، رقم الحدیث: ۳۴۳؛ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ۵۴۴۶؛ دلائل النبوۃ ۲/ ۳۲۸۔

[3] بخاری، رقم الحدیث: ۵۴؛ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ۵۶۴۸؛ دلائل النبوۃ، ۱/ ۳۲۸۔

فی بیته؟ قالت: ما یصنع احدکم فی بیته یخصف النعل و یرقع الثوب ویخیط۔ [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کاج کیا کرتے تھے۔ فرمانے لگیں، جو تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں کرتا ہے، جوتا سی لیا کرتے، کپڑے کو پیوند لگا لیتے اور سی لیتے۔''

عن عروة عن أبيه قال: قلت لعائشة ماكان رسول الله ﷺ يصنع فی بیته؟ قالت:کان یخیط ثوبه ویخصف نعله، ویعمل ما تعمل الرجال فی بیوتهم [2]

''حضرت عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں کیا کام کرتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ اپنے کپڑے سی لیتے اپنا جوتا گانٹھ لیتے اور ہر کام کرتے جو مرد گھروں میں کرتے ہیں۔''

ناراضگی برائے اصلاح (ایلاء)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان النبی ﷺ آلی من نسائه شهراً فلما مضی تسعة وعشرون یوما غدا او راح فقیل له:انك حلفت ان لا تدخل شهراً فقال: ((ان الشهر یکون تسعة وعشرین یوما)) [3]

''نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک ماہ تک ایلاء کیا۔ جب انتیس دن مکمل ہوئے تو آپ صبح یا شام کو تشریف لائے آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایک مہینے

---

[1] الادب المفرد، رقم الحدیث: ٥٤١؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٣٤٣؛ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ٥٦٤٦؛ دلائل النبوة، ٢/ ٣٢٨؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢٦٧٢٤۔ [2] ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ٥٦٤٨؛ دلائل النبوة ١/ ٣٢٨؛ الادب المفرد، رقم الحدیث: ٥٤۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ٥٢٠٢؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٢٥٢٣۔

تک کی قسم اٹھائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

عن انس بن مالك رضي الله عنه قال: آلى رسول الله ﷺ من نسائه وكانت انفكت رجله فاقام في مشربة تسعا وعشرين ليلة ثم نزل فقالوا: يا رسول الله ﷺ آليت شهرا فقال: ((ان الشهر يكون تسعا وعشرين۔)) ❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایلاء کیا اپنی بیویوں سے جب آپ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا آپ انتیس کی رات کو آئے آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

عن عائشة قالت: لما مضى تسع وعشرون ليلة: دخل على رسول الله ﷺ بدأ لي۔ فقلت: يا رسول الله! انك اقسمت ان لا تدخل علينا شهراً وانك دخلت من تسع وعشرين اعدهن فقال: ((ان الشهر تسع وعشرون۔)) ❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے انتیس دن پورے کیے میرے پاس آئے میں نے کہا آپ نے ایک مہینے کی قسم اٹھائی ہے میں شمار کرتی رہی انتیس دن ہوئے فرمایا: ''عائشہ! مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

عن عائشة قالت: آلى رسو ل الله ﷺ من نسائه و حرم فجعل الحرام حلالا وجعل في اليمين كفارة۔ ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایلاء کیا اور حرام کیا۔ پھر حلال کیا حرام کیے ہوئے کو اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔''

عن عائشة قالت: اقسم رسول الله ﷺ ان لا يدخل على نسائه

---

❶ بخاری، رقم الحديث: ١٩١١؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٣٤٨٦؛

❷ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٣٦٩٦۔

❸ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ١٢٠١ [ضعيف]۔

شهرا فمكث تسعة وعشرين يوماً حتى اذا كان مساء ثلاثين دخل على فقلت: انك اقسمت ان لا تدخل علينا شهراً فقال (الشهر كذا) وارسل اصابعه كلها امسك اصبعاً واحدًا فى الثالثة۔ 1

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قسم اٹھائی کہ ایک مہینہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ انتیس دن مکمل کیے تیس کی رات کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ میرے پاس آئے میں نے کہا کہ آپ نے ایک مہینہ کی قسم اٹھائی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ آپ نے تمام انگلیاں کھڑی کیں لیکن تیسری بار ایک روک لی۔''

اولاد النبی ﷺ

كل اولاده ﷺ من ذكر وانثى فمن خديجة بنت خويلد، حاشا ابراهيم فانه من مارية القبطية التى اهداها له المقوقس لم يولد له من غيرها فالذكور من ولدهـ القاسم: وبه كان يكنى هو اكبر ولده عاش اياما يسيرة ولد له قبل النبوة۔ و ولدان آخران اختلف فى اسم احدهما الا انه لا يخرج الرواية فى ذلك عن "عبدالله" و الطاهر والطيب اما ابراهيم فولد بالمدينة وعاش عامين غير شهرين ومات قبل موت ابى ﷺ بثلاثة اشهر۔ وبناته: زينب اكبر بناته تزوجها ابو العاص رقية: تزوجها عثمان بن عفان، فاطمة: تزوجها على بن ابى طالب ام كلثوم: فهى اصغر بناته تزوجها عثمان بن عفان۔ 2

''آپ ﷺ کی تمام اولاد بیٹے اور بیٹیاں خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تھیں سوائے ابراہیم کے وہ ماریہ قبطیہ سے تھے۔ جو آپ کو شاہ مقوقس نے تحفتاً دی تھی۔''

---

1 بخاری، رقم الحدیث:۵۹۹۶۔ 2 زادالمعاد، ۱/ ۱۰۳۔

''قاسم، اسی کے ساتھ آپ ﷺ کی کنیت تھی آپ کی اولاد میں سب سے بڑا تھا۔ چند دن زندہ رہے نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ دو اور بیٹے ان میں ہر ایک کے ناموں میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں کوئی روایت نہیں آئی۔ عبداللہ، طاہر اور طیب۔ ابراہیم مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور دو ماہ کم دو سال زندہ رہے اور اپنے باپ کی وفات سے تین مہینے پہلے فوت ہوئے۔''

آپ ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ہے۔ آپ نے اس کا نکاح ابوالعاص سے فرمایا۔ دوسری بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ ان کا نکاح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ تیسری بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے۔ جو کہ آپ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی ان کا نکاح عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کیا۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے لقب سے مشہور ہوئے۔ پیارے نبی کی سب سے پیاری اور چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہے ان کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کے بیٹوں کے متعلق تفصیلات مختلف احادیث میں یوں ہیں۔

أولهم القاسم وبه كان يكنى ، مات طفلا ، وقيل: عاش إلى أن ركب الدابة و سار على النجيبة۔ ثم زينب و قيل هي أسن من القاسم ثم رقية وأم كلثوم وفاطمة ، وقد قيل في كل واحدة منهن إنها أسن من أختيها او قد ذكر عن ابن عباس أن رقية أسن الثلاث و أم كلثوم أصغر هن۔

ثم ولد له عبدالله و هل ولد بعد النبوة أو قبلها؟ فيه اختلاف و صحيح بعضهم انه ولد بعد النبوة وهل هوا لطيب والطاهر أوهما غيره؟ على قولين والصحيح أنهما لقبان له والله أعلم وهولاء كلهم من خديجة ولم يولد له من زوجة غير ها۔ ثم ولدله ابراهيم بالمدينة من سريت "مارية القبطية" سنة ثمان من الهجرة۔ [1]

[1] تهذيب الاسماء واللغات ص ٣/ ٣٢١۔

''پہلا بیٹا قاسم جس کے نام سے آپ ﷺ نے کنیت رکھی بچپن میں فوت ہو گئے بعض کے ہاں سواری کے قابل ہونے تک زندہ رہے اور بجیر تک گئے تھے۔ اس کے بعد زینب ہیں کہتے ہیں کہ یہ قاسم سے بڑی تھیں پھر رقیہ ہیں پھر ام کلثوم اور فاطمہ۔ ان میں سے ہر ایک کے بارہ میں یہ روایت ہے کہ وہ اپنی دونوں بہنوں سے بڑی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رقیہ تینوں سے بڑی تھیں اور ام کلثوم سب سے چھوٹی، اس کے بعد عبداللہ پیدا ہوا۔ یہ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے یا بعد میں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے صحیح کہا کہ نبوت ملنے کے بعد پیدا ہوئے۔ کیا طیب اور طاہر ہیں۔ یا یہ دونوں اور ہیں۔ دونوں قول ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ یہ عبداللہ ہی کے دو لقب ہیں واللہ اعلم۔ یہ ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی پیدا ہوئی۔ کسی اور بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔ اس کے بعد مدینہ میں آپ ﷺ کی لونڈی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے ۸ ہجری میں۔''

له ثلاثة بنين: القاسم وبه كان يكنى ولد قبل النبوة وتوفي وهو ابن ستين ۔ وعبدالله و سمي الطيب والطاهر لأنه ولد بعد النبوة وقيل الطيب والطاهر غيرعبدالله و الصحيح اول ، والثالث ابراهيم ولد بالمدينة سنة ثمان ومات بها سنة عشر ....وكان له اربع بنات زينب ، فاطمة ، رقية وأم كلثوم۔ [1]

''آپ ﷺ کے ۳ بیٹے تھے۔ قاسم، جس کے نام پر آپ ﷺ کی کنیت تھی۔ یہ نبوت سے پہلے پیدا ہوئے اور ۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ عبداللہ انہیں طیب اور طاہر بھی کہتے ہیں کیونکہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے بعض نے کہا کہ طیب اور طاہر اور ہیں۔ لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے۔ تیسرے ابراہیم ہیں جو مدینہ

[1] ابن ماجه، ۲۰۵۹؛ ابن ماجه، صحيح ابن ماجه، رقم الحديث: ۲۰۸۹۔

میں پیدا ہوئے ۸ ہجری میں اور ۱۰ ہجری میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔ آپ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم۔''

عن عبدالله بن سلام قال: ولد لرسول الله ﷺ من خديجة القاسم و الطاهر وهو عبدالله وام كلثوم ورقية و زينب وفاطمة وتزوج على بن ابى طالب فاطمة وتزوج ابوالعاص بن الربيع وهو رجل من بنى أمية زينب۔ وتزوج عثمان بن عفان ام كلثوم و ماتت ولم يدخل بها ولما ساروا الى بدر زوجه رسول الله ﷺ رقية۔ ❶

''عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے ہاں قاسم، طاہر (یہی عبداللہ ہیں) ام کلثوم، رقیہ، زینب، فاطمہ پیدا ہوئے۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص بن ربیع جو کہ بنوامیہ سے تھے اس نے زینب رضی اللہ عنہا سے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ ابھی ان سے ہم بستری نہیں ہوئی تھی کہ وفات پا گئیں تو جب آپ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ نے رقیہ رضی اللہ عنہا کی ان سے شادی کر دی۔''

اولاد سے شفقت و پیار

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

اخذ النبى ﷺ ابراهيم فقبله وشمه۔ ❷

''نبی ﷺ نے (اپنے بیٹے) ابراہیم کو لیا اسے بوسہ دیا اور سونگھا۔''

عن ابى هريرة رضی اللہ عنہ قال: قبل رسول الله ﷺ الحسن بن على وعنده الاقرع بن حابس التميمى جالسا فقال الاقرع: ان لى عشرة من الولد ماقبلت منهم احدا فنظر اليه رسول الله ﷺ

❶ كتاب الخصائل، ص۳۷۵؛ تاریخ یعقوبی، ۲/ ۲۰؛ مروج الذهب، ۲/ ۲۹۸۔

❷ بخاری، كتاب الادب، رقم الباب:۱۸۔

ثم قال: ((من لا یرحم لا یرحم)) [1]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی کو پیار کیا اور آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھا ہوا تھا اقرع نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں۔ میں نے کبھی کسی کو نہیں پیار کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

قال ابو قتادة رضی اللہ عنہ: خرج علینا النبی ﷺ وامامة بنت ابی العاص علی عاتقه فصلی فاذا رکع وضع واذا رفع رفعها [2]

''ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ ہماری طرف تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپ ﷺ کے کندھے پر تھی آپ نے نماز پڑھی جب آپ رکوع کرتے تو اسے (زمین پر) رکھ دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔''

خدامِ رسول

یوں تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکار دو جہاں ﷺ کی خدمت کو اپنے لیے سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔ لیکن کچھ خوش نصیب وہ تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت سرکارِ مدینہ ﷺ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ ان صفحات پر ان کا ذکر خیر کیا جاتا ہے۔

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: خدمت رسول الله ﷺ عشر سنین، والله: ما قال: لی أف قط ولا قال لی لشيء لم فعلت كذا؟ وهلا فعلت كذا؟ [3]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے مجھے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ تو نے ایسا

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۹۷۔ [2] جوامع السیرة، ص۳۸تا۴۱؛ اسوۂ حسنہ، ص۷۲؛ الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۸۵؛ رحمة للعالمین ۲/ ۹۳۔

[3] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:۲۰۱۱۔

کیوں کیا؟ اور ایسا کیوں نہیں کیا؟"

اخبرنا محمد بن عمر اخبرنا فايد مولى عبدالله بن على ابن ابى رافع عن جدته سلمى قالت: كان خدم رسول الله ﷺ أنا وخضرة ورضوى وميمونة بنت سعد أعتقهن رسول الله كلهن۔ ❶

"عبداللہ بن علی بن ابی رافع نے اپنی دادی سلمہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے خادموں میں میں، خضرة، رضوی اور میمونہ بنت سعد تھیں رسول اللہ ﷺ نے تمام کو آزاد فرما دیا۔"

قال عتبة بن جبيرة الأشهلى: كتب عمر بن عبدالعزيز الى ابى بكر بن حزم أن أفحص لى عن أسماء خدم رسول الله ﷺ من الرجال والنساء ومواليه، فكتب إليه يخبره أن أم أيمن و اسمها بركة كانت لأبى رسول الله ﷺ فورثها رسول الله ﷺ فأعتقها، وكان عبدالخزرجى قدتزوجها بمكة فولدت أم ايمن، ثم ان خديجة ملكت زيد بن حارثة اشتراه لها حكيم بن حزام بن خويلد بسوق عكاظ بأربعمائة درهم، فسأل رسول الله ﷺ خديجة أن تهب له زيد بن حارثة وذلك بعد أن تزوجها، فوهبته له، فاعتق رسول الله ﷺ زيد بن حارثة وأعتق بركة امرأته وكان ابو كبشة من مولدى مكة فأعتقه وكان أنسه من مولدى السراة فأعتقه، وكان صالح شقران غلاماً له فأعتقه وكان سفينة غلاماً له فأعقته، وكان ثوبان رجلاً من اهل اليمن ابتاعه رسول الله ﷺ بالمدينة فأعتقه ولد نسب فى اليمن، وكان رباح أسود فأعتقه وكان

❶ الطبقات الكبرىٰ، ١/ ٤٩٧۔

يسار عبداً نوبياً أصابه في غزوة بني عبد بن ثعلبة بني عبدبن ثعلبة فأعتقه ، وكان أبورافع للعباس فوهبه لرسول الله ﷺ فلما أسلم العباس بشر أبو رافع رسول الله ﷺ باسلامه ، فسر به فأعتقه وإسمه أسلم ، وكان فضالة مولى له يمانيا نزل الشام بعد ، وكان ابو مويهبة مولداً من مولدي مزينة فأعتقه ، وكان رافع غلاماً لسعيد بن العاص فورثه ولده فأعتقه بعضهم نصيبه في الاسلام وتمسك بعض فجاء رافع إلى النبي ﷺ يستعينه فيمن لم يعتق حتى يعتقه فكلمه فيه فوهبه للنبي ﷺ فأعتقه رسول الله ﷺ ، فكان يقول: أنا مولى رسول الله ﷺ وكان مدعم غلاماً للنبي ﷺ وهبه له رفاعة بن زيد الجذامي وكان من مولدي حسمى۔[1]

''عتبہ بن جبیرہ اشہلی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر بن حزم کی طرف لکھا کہ مجھے آپ ﷺ کے خادموں کے نام تلاش کر کے دیں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا غلام۔ انہوں نے لکھ کر بھیجا کہ ام ایمن جن کا نام برکہ تھا یہ آپ ﷺ کے والد کی لونڈی تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں وراثت میں پایا اور پھر آزاد کر دیا۔ عبداللہ بن خزرجی نے مکہ میں ان سے شادی کی جس سے اُم ایمن پیدا ہوئی۔ اس کے بعد زید بن حارثہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت میں آئے۔ حکیم بن حزام بن خویلد نے انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کیلئے عکاظ کے بازار سے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ زید بن حارثہ مجھے ہبہ کر دو۔ یہ شادی سے بعد کی بات ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے زید کو بھی آزاد کر دیا اور ان کی بیوی برکہ کو بھی۔ ابو کبشہ مکہ میں غلام بنے تھے۔ انہیں بھی آزاد کر دیا۔ ثوبان اہل یمن سے ایک

[1] الطبقات الكبرىٰ، ١/ ٤٩٧۔

آدمی تھا جسے آپ ﷺ نے مدینہ میں خریدا تھا اسے بھی آزاد فرمادیا۔ صالح سقران ایک غلام تھا اسے بھی آزاد کر دیا یا سفینہ غلام تھے اسے بھی آزاد کر دیا۔ رباح اسود کو بھی آپ ﷺ نے آزاد کیا۔ ایک غلام یسار تھا جو غزوہ بنی عبد بن ثعلبہ میں زخمی ہوا تھا۔ اور ثعلبہ بھی (آپ ﷺ کے حصہ میں آئے) اسے بھی آزاد کر دیا۔ ابو رافع جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، انہوں نے آپ ﷺ کو ہبہ کیا تھا اسے بھی آزاد کر دیا۔ اس کا نام اسلم تھا ایک یمنی غلام فضالہ تھا جو بعد میں شام آگیا تھا۔ ابو مویھبہ مزینہ کے غلاموں سے ایک غلام تھا۔ جسے آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ رافع سعید بن عاص کا غلام تھا۔ جو وراثت میں ان کی اولاد کو ملا بعض نے اسلام لانے کے بعد اپنا حصہ آزاد کر دیا بعض نے نہ کیا۔ رافع کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا کہ ان لوگوں کے معاملہ میں صفوان نے آزاد نہیں کیا آپ مدد کریں اور میں آزاد ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے بات کی۔ انہوں نے اپنا حصہ آپ کو ہبہ کیا اور آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں آپ ﷺ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔ مدعم بھی آپ ﷺ کا ایک غلام تھا رفاعہ نے وہ آپ ﷺ کو ہبہ کیا تھا۔ یہ حسمی غلاموں میں سے تھا۔"

بعض صحابہ کی خدمت وسعادت

انس بن مالک، عبداللہ بن مسعود، عقبۃ بن عامر الجہنی، اسلع بن شریک، ابوذر غفاری، ایمن عبیدۃ، بلال بن رباح المؤذن، سعد۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ [1]

فصل في خدام رسول الله ﷺ منهم انس بن مالك وكان على حوائجه، وعبدالله بن مسعود صاحب نعله و سواكه، وعقبة بن عامر الجهني صاحب بغلته، يقود به في الأسفار، وأسلع بن شريك وكان صاحب راحلته، وبلال بن رباح المؤذن، و

[1] زادالمعاد، ۱/ ۱۰۷۔

سعد، مولى أبي بكر الصديق، و أبو ذر الغفاري، وأيمن بن عبيد، وأمه أم ايمن مولى النبي ﷺ وكان أيمن على مطهرته وحاجته۔❶

''رسول اللہ کے خداموں کے بارے میں! انس بن مالک رضی اللہ عنہ: یہ آپ کی ضروریات کے لیے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما صاحب مسواک اور جوتوں کے لیے پھرتے تھے۔ عقبہ بن عامر جہنی خچر کے لیے تھے سفروں میں ساتھ راہنمائی کرتے تھے۔ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ یہ سواری کے لیے تھے۔ بلال بن رباح رضی اللہ عنہ مؤذن تھے۔ سعد مولیٰ ابوبکر صدیق اور ابوذر غفاری اور اَیمن بن عبید اور ان کی ماں اُم ایمن دونوں رسول اللہ ﷺ کے مولیٰ تھے اور اُم ایمن آپ کی طہارت اور دیگر ضروریات کے لیے تھیں۔''

غلام اور لونڈیاں

غلام زيد بن حارثة، أسلم أبو رافع، ثوبان، ابو كبشة سليم، شقران صالح، رباح نوبى، يسار نوبى، مدعم، كركره نوبى، انجشة الحاوى، سفينة ابن فروخ، (مهران) ابو شروح، انيسة، افلح، عبيدة، طحمان، حسنين، سندر، فضالة۔❷

''یسار نوبی، مدعم، کرکرہ نوبی، انجشۃ الحاوی، سفینۃ ابن فروخ اور غلاموں میں زید بن حارثہ، اسلم ابو رافع، ثوبان، ابو کبشہ سلیم، شقران صالح، رباح نوبی ابو شروح، انیسہ، افلح، عبیدہ، طعمان، حسنین۔''

ام ايمن، سلمى ام رافع، ميمونة بنت سعد، خضيرة، رضوى، ريشحة، ريحانة۔❸

---

❶ ابن القيم، زاد المعاد، ١/ ١١٦۔ ❷ اسوۂ حسنہ مترجم، ص٧٦۔

❸ الطبقات الكبرى، ١/ ٤٩٩۔

''ام ایمن، سلمیٰ ام رافع، میمونہ بنت سعد، خضیرۃ، رضویٰ، ریشحہ، ریحانہ۔''

حجرات مبارک

عبداللہ بن زید ہذلی نے بیان کیا کہ:

رأيت بيوت أزواج النبي ﷺ حين هدمها عمر بن عبدالعزيز، كانت بيوتاً باللبن ولها حجر من جريد مطرورة بالطين، عددت تسعة أبيات............ [1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر دیکھے جب عمر بن عبدالعزیز نے انہیں گرایا گھر (کی دیواریں) کچی اینٹوں کی تھیں اور کمروں (کی چھت) کھجور کی ٹہنیوں کی تھی جن پر گارے سے لپائی کی گئی تھی۔ میں نے (آپ ﷺ) کے نو گھر شمار کیے)۔

مذکورہ بالا تمام تفصیل اس بات کی غماز ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی تمام زندگی دنیاوی جاہ وحشمت اور مادی رفعت کی فکر بے فائدہ سے ہمیشہ خالی رہی۔ دنیاوی بادشاہوں کی طرح نہ آپ کا کوئی محل عالیشان تھا نہ ہی دروازہ پر کوئی دربان، نہ کوئی حفاظتی دستہ اور نہ ہی وزیروں کی فوج ظفر موج، نہ بیٹھنے کے لیے کوئی شاہانہ تخت، نہ استراحت کے لیے کوئی نرم ریشمی بستر، بلکہ سرکار دو عالم ﷺ مجسم قناعت وسادگی نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پشت مبارک پر رسیوں کے نشان دیکھے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ قدرت کی جولانیاں دیکھیں ایک طرف شرک ومعصیت کے پہاڑ ہیں تو دوسری طرف توحید وعبدیت کے علمبردار۔ ادھر سیم وزر کی بارش اور ادھر سونے کے لیے آرام دہ بستر بھی میسر نہیں۔ سب سے بڑھ کر اس زہد وفقر پر مطمئن اور قانع رہنا ہی اصل دولت سمجھا جاتا تھا۔ خدا طلبی کا یہ ذوق آپ ﷺ سے آپ کے جاںنثاروں اور ساری امت میں منتقل ہوگیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو اسلام کے قالب میں اس انداز میں ڈھال دیا تھا، کہ ان میں جسم کی ساخت کے علاوہ کسی چیز میں بھی اپنے ماضی سے مماثلت باقی نہ تھی۔ اس تربیت یافتہ جماعت کا ہر فرد، ایک ہی وقت

---

[1] سیرت المصطفیٰ، ۱/ ۴۳۰۔

میں متقی وزاہد، سپاہی اور مجاہد، معاملہ فہم اور دین کا خدمت گار تو تھا، لیکن تکبر وغرور، نمود ونمائش اور تصنع وریاکاری سے بالکل الگ اور جدا تھا۔ انہی اوصاف حمیدہ کی ضرورت آج ہمارے معاشرہ میں شدید تر ہے۔ لہٰذا افراد امت اور مذہبی وسیاسی زعماء اور قائدین کو چاہیے کہ وہ کونین کے تاجدار اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کو اوڑھنا بچھونا بنائیں اور زندگی سے تمام لایعنی تکلفات کا خاتمہ کریں اور گھریلو تعیشات سے مکمل احتراز کریں۔ قرآن حکیم بھی یہی راہنمائی کرتا ہے۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [1]

”بے شک تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

---

[1] الاحزاب ۳۳/ ۲۱۔

فصل دوئم: رسول اللہ ﷺ کے معمولاتِ زندگی

فراش مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كان وسادة رسول ﷺ التي يتكئ عليه من أدم حشوه ليف [1]

''رسول اللہ ﷺ کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

عن عائشة قالت: انما كان فراش رسول الله ﷺ الذي ينام عليه أدما حشوه ليف [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک جس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

عن علي أن رسول الله ﷺ أتى عليا وفاطمة وهما في خميل لهما والخميل القطيفة البيضاء من الصوف قدكان رسول الله ﷺ جهزهما بها ووسادة محشوة إذخر و قربة۔ [3]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے وہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک سفید اونی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو انھیں رسول اللہ ﷺ نے جہیز میں دی تھی۔ ایک تکیہ جو اِذخر گھاس سے بھرا ہوا اور ایک مشکیزہ پانی کے لیے تھا۔''

أخبرنا جعفر بن محمد عن أبيه قال: سئلت عائشة ما كان فراش رسول الله ﷺ في بيتك قالت: من أدم حشوه ليف و

---

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٥٤٤٦؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ١٢٤٤٤۔

[2] بخاری، رقم الحدیث: ٦٤٥٦؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٥٤٤٧؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ٤١٤٧؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ١٧٦١؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ٤١٥١؛ دلائل النبوه، ١/ ٣٤٤؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٣٢٩۔

[3] ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ٤١٥٢۔

سئلت حفصة قالت: مسحا نثنيه ثنيتين فينام عليه فلما كان ذات ليلة قلت: لو ثنيته أربع ثنيات فلما أصبح قال: ((ما فرشتم لي الليلة)) قالت: قلنا: هو فراشك إلا أنا ثنيناه بأربع ثنيات قلنا: هو أوطأ لك قال: ((ردوه لحالته فانه منعتني وطاء ته صلاتي الليلة)) [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ کا بستر کیسا تھا انہوں نے بتایا کہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا جس کو ہم دوہرا کر کے بچھا دیتے آپ ﷺ اس پر سو جاتے۔ ایک دن میں نے سوچا کہ اس کی چار تہیں بنا دیں جب آپ ﷺ نے صبح کی تو پوچھا آج رات تم نے میرے لیے کون سا بستر بچھایا تھا۔ ہم نے جواب دیا وہ آپ والا ہی بستر تھا ہم نے اس کی چار تہیں کر دیں، تا کہ آپ ﷺ کے لیے زیادہ آرام دہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے پہلی حالت میں کردو اس نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا۔''

چٹائی مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أن النبي ﷺ كان له حصير يبسطه بالنهار ويحتجره بالليل [2]

''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چٹائی تھی جسے آپ دن کو بچھاتے اور رات کو اس کا پردہ بنا لیتے۔''

عن أبي سعيد الخدري أنه دخل على النبي ﷺ قال: فرأيته يصلي على حصير يسجد عليه قال: ورأيته يصلي في ثوب

---

[1] ترمذی، الشمائل محمدیه، رقم الحديث: ۳۳۰؛ البداية والنهاية، ۶/ ۵۳؛ الجامع الصغير، رقم الحديث: ۳۷۲؛ زاد المعاد، ۱/ ۱۵۵۔ [2] بخاری، رقم الحديث: ۷۳۰؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ۷۶۳؛ احمد، المسند، رقم الحديث: ۲٤۸۲٦۔

واحد متوشحأ به۔❶

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو دیکھا آپ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے میں کندھے پر کپڑا ڈالے نماز پڑھ رہے تھے۔''

عن عمر بن الخطاب قال: لما اعتزل النبي ﷺ نساءه ....دخلت على رسول الله ﷺ وهو مضطجع على حصير فجلست فأدني عليه إزاره وليس عليه غيره وإذا الحصير قد أثر في جنبه❷

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار کی میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے میں نے آپ کی چادر آپ کے قریب کی آپ پر اس کے علاوہ کوئی چادر نہ تھی چٹائی نے اپنے نشانات آپ کے پہلو پر ظاہر کیے ہوئے تھے۔''

عن عبدالله قال : نام رسول الله ﷺ على حصير فقام وقد أثر في جنبه فقلنا: يا رسول الله ﷺ لو اتخذ نا لك وطاء فقال: ((مالي وللدنيا ما أنا في الدنيا إلا كراكب استظل تحت شجرة ثم راح وتركها۔))❸

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوئے پھر جب اٹھے تو آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان تھے ہم نے عرض کیا اجازت ہو تو ہم آپ کے لیے گدا تیار کر لیں آپ فرمانے لگے میرا اس دنیا سے صرف اتنا

---

❶ مسلم ، الجامع الصحيح ، رقم الحديث: ۱۱۵۹۔ ❷ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ۳٦۹۱؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٤۱۵۳۔

❸ ترمذي، السنن، رقم الحديث: ۲۳۷۷؛ المعجم الكبير، رقم الحديث: ۱۰۳۲۷؛ شعب الايمان، رقم الحديث: ۱۰٤۱۳۔

تعلق ہے جیسے ایک سوار کسی درخت تلے آرام کرے اور بیدار ہو کر چھوڑ کر چلا جائے۔"

بستر کی حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

دخلت علی امرأة من الأنصار فرأت فراش رسول الله ﷺ قطيفة مثنية فبعثت إلى بفراش حشوه الصوف، فدخل عليه رسول الله ﷺ فقال: ((ما هذا يا عائشة!)) قالت: قلت: يا رسول الله ﷺ فلانة الأنصارية دخلت فرأت فراشك فذهبت فبعثت إلى بهذا فقال: **((رديه يا عائشة فوالله لو شئت لأجرى الله تعالى معي جبال الذهب والفضة))** [1]

"ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے رسول اللہ ﷺ کا بستر دیکھا جو کہ مخملی چادر کو دوہرا کر کے بنایا گیا تھا اس نے میرے پاس ایک گدا بھیجا جس میں اون بھری ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا عائشہ یہ کیا ہے میں نے کہا اللہ کے رسول! فلاں انصاری عورت آئی تھی اس نے آپ کا بستر دیکھا اور واپس چلی گئی اس نے یہ بستر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ اسے واپس کر دو۔ اللہ کی قسم اگر میں چاہتا اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔"

چارپائی مبارک

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

دخلت على النبي ﷺ وهو على سرير مرمول بشريط تحت رأسه وسادة من ادم حشوها ليف ما بين جلده وبين السرير ثوب فدخل عليه عمر فبكى فقال له النبي ﷺ: **((ما يبكيك يا**

[1] البداية والنهاية، ٦/ ٥٣؛ الطبقات الكبرى، ١/ ٤٦٥؛ سبل الهدى والرشاد، ٧/ ٣٥٦۔

عمر؟)) قال: أما والله ما أبكي يا رسول الله! إلا أكون أعلم أنك أكرم على الله من كسرى وقيصر فهما يعيشان فيما يعيشان فيه من الدنيا وانت يا رسول الله ﷺ بالمكان الذى أرى فقال النبي ﷺ ((أما ترضى يا عمر أن تكون لهم الدنيا ولنا الاخرة۔)) قلت: بلى يا رسول الله ﷺ! قال: ((فأنه كذالك)) [1]

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا آپ کھجور کی رسی کی بنی ہوئی چارپائی پر آرام فرماتے تھے آپ کے سر مبارک کے نیچے کھجور کی چھال کا بنا ہوا تکیہ تھا۔ آپ ﷺ (کے جسم) اور چارپائی کے درمیان کوئی کپڑا نہیں تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے تو رونے لگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ تجھے کس چیز نے رلایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ میں نہیں رو رہا مگر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کس قدر عزت و شان والے ہیں قیصر و کسریٰ کی نسبت وہ دنیا میں عشرت کی زندگی گزار رہے ہیں آپ کی حالت ہے جو میں دیکھ رہا ہوں پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اے عمر! تو اس پر راضی نہیں ان کے لیے دنیا اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔''

تکیہ مبارک

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ:

دخلت على رسول الله ﷺ فرأيته متكئا على وسادة على يساره [2]

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٤٩١٣؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ١٢٤٤٤؛ الادب المفرد، رقم الحدیث: ١١٦٣؛ دلائل النبوہ، ١/ ٣٣٧؛ الطبقات الکبری، ١/ ٤٦٦؛ شعب الایمان، رقم الحدیث: ١٠٤١٤؛ ابو عوانہ، المسند، ٣/ ١٦٦، رقم الحدیث: ٤٥٧٣۔

[2] ابن حبان، الصحیح، ٢/ ٢٩٧، رقم الحدیث: ٥٨٩؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢١٢٨٥؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٢٧٧٠؛ ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ٤١٤٣۔

''میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بائیں طرف تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔''

عن سماك أنه سمع جابر بن سمرة يقول:أتي النبي ﷺ بماعز بن مالك رجل قصير في إزار ما عليه رداء و رسول الله ﷺ متكئ على وسادة على يساره ❶

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ ماعز بن مالک کو جو چھوٹا قد آدمی تھا ایک چادر میں آپ کے پاس لایا گیا اور آپ اس حالت میں بائیں طرف تکیے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔''

عن البراء بن عازب قال:كان رسول الله ﷺ إذا أوى إلى فراشه نام على شقه الأيمن۔ ❷

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹ جاتے تو اپنے دائیں پہلو (تکیے) پر آرام فرماتے۔''

سونے کی تیاری

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

أن النبي ﷺ كان إذا قام للتهجدمن الليل يشوص فاه بالسواك ❸

''نبی ﷺ جب تہجد کے لیے اٹھتے تو مسواک سے اپنا منہ مبارک صاف فرماتے۔''

عن عائشة أن النبي ﷺ كان لا يرقد ليلا ولا نهارا فيستيقظ إلا تسوك ❹

❶ دارمی، السنن، رقم الحديث: ۲۲۲۱۔ ❷ بخاری، رقم الحديث: ۶۳۱۵۔

❸ بخاری، رقم الحديث: ۲۴۵؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ۵۹۳۔

❹ احمد، المسند، رقم الحديث: ۲۵۴۱۲۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رات اور دن کو جب بھی سوکر اٹھتے مسواک استعمال فرماتے۔''

عن عائشة حدثتها، أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن يرقد توضأ وضوءه للصلوة ثم يرقد ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے وضو کرتے پھر سوتے۔''

عن عائشة حدثتها ان رسول الله ﷺ كان لا يرقد من ليل ولا نهار فيستيقظ الا استاك قبل الوضوء ❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رات اور دن کے وقت رسول اللہ ﷺ جب بھی نیند سے بیدار ہوتے وضو سے پہلے مسواک کرتے۔''

عن ابن عباس قال: استيقظ رسول الله ﷺ فاستن ❸

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے پھر آپ نے مسواک کی۔''

مسنون اذکار

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان النبي ﷺ إذا أوى إلى فراشه قال: ((**اللهم باسمك أموت وأحي**)) وإذا قام قال: ((**الحمدلله الذى أحيانا بعد ما أماتنا واليه النشور**)) ❹

''نبی ﷺ جب اپنے بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھتے، "اَللّٰھم بِاسْمِكَ أَمُوْتُ

❶ احمد، المسند، ٢٥٤١٤۔ ❷ ایضًا، ٢٥٧٨٧۔

❸ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ١٧٠٧۔ ❹ بخاری، رقم الحدیث: ٦٣١٢؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦٨٨٧؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٣٤١٧؛ ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ٥٠٤٩؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ٣٨٨٠؛ دارمی، السنن، رقم الحدیث: ٢٦٨٩؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢٣٦٧٠۔

وَأَحْيَ" اور بیدار ہوتے تو پڑھتے "اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔"

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

أن رسول الله ﷺ كان إذا أخذ مضجعه نفث في يده وقرأ بالمعوذات ومسح بها جسده [1]

"رسول اللہ ﷺ جب استراحت فرماتے تو معوذات پڑھ کر اپنے ہاتھ پر پھونک مارتے اور جسم پر پھیر لیتے۔"

أن النبي ﷺ كان إذا أوى إلى فراشه كل ليلة جمع كفيه ثم نفث فيهما فقرأ فيهما قل هو الله أحد، قل أعوذبرب الفلق، قل أعوذبرب الناس، ثم يمسح بهما ما استطاع من جسده يبدأ بهما على رأسه ووجهه وما أقبل من جسده يفعل ذلك ثلاث مرات [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی ﷺ ہر رات جب بستر پر لیٹتے دونوں ہتھیلیاں ملا کر قل هو الله أحد، قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس" پڑھتے سامنے کی طرف سے اپنے سر اور چہرے سے شروع کر کے جہاں تک ہاتھ پہنچتا تین بار پھونک مارتے۔"

عن أنس أن رسول الله ﷺ كان إذا أوى إلى فراشه قال:

((الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وكفانا وآوانا فكم ممن لا كافي له ولا مووى۔)) [3]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر مبارک پر لیٹتے تو پڑھتے۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۶۳۱۹۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ۵۰۱۶؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۳۴۰۲۔ [3] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۶۸۹۴؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۳۳۹۶۔

وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ"۔

عن حذيفة بن سلمان أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن ينام وضع يده تحت رأسه ثم قال: ((**أللهم قني عذابك يوم تجمع عبادك أو تبعث عبادك**)) ❶

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ مبارک سر کے نیچے رکھ لیتے پھر دعا پڑھتے اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا جس دن کہ تو اپنے بندوں کو جمع فرمائے گا یا تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔"

عن جابر، أنَّ النبی ﷺ كَانَ لا ينام حتی يقرأ بتنزيل السجدة وبتبارك الذی ❷

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تنزیل سجدہ اور تبارک الذی پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔"

قالت عائشة: كان النبی ﷺ لا ينام حتی يقرأ الزمر و بني إسرائيل ❸

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ سورۃ زمر اور بنی اسرائیل پڑھے بغیر نہیں سوتے تھے۔"

عن العرباض بن سارية أن النبي ﷺ كان لا ينام حتى يقرأ المسبحات ويقول فيها آية خير من الف آية ❹

"حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ مسبحات پڑھ کر سویا کرتے تھے۔ اور فرمایا ان میں ایک ایسی آیت ہے جو ہزار آیات سے بہتر ہے۔"

---

❶ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۳۳۹۸۔ ❷ ایضاً، ۳۴۰۴۔
❸ ایضاً، ۳۴۰۵۔ ❹ ایضا، ۳۴۰۶۔

حـدثـنـي ربيعة بن كعب الأسلمي قال : كـنـت أبيت عند باب النبي ﷺ فـأعـطيه وضوء ه فأسمعه الهوى من الليل سمع الله لـمـن حـمده وأسمعه الهوى من الليل يقول : الـحمد لله رب العالمين۔ ❶

’’ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نبی ﷺ کے دروازے کے پاس رات گزارتا۔ میں آپ ﷺ کو آپ کے وضو کا پانی دیتا۔ میں سن رہا ہوں آپ ﷺ رات کے وقت کہہ رہے تھے سمع الله لمن حمده اور میں سن رہا ہوں اور آپ پڑھ رہے تھے الحمد الله رب العالمين۔‘‘

عن ابن عباس قال: كان النبی ﷺ إذا قام من الليل يتهجد قال:

((أللهـم لك الحـمد أنت نور السموت والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت قيم السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت ملك السموات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد، ووعدك الحق، والجنة حق، والنار حق والساعة حق، والنبيون حق، و محمد حق، لك أسلمت وعليك توكلت وبك آمنت وبك خاصمت وإليك حاكمت اغفرلي ما قدمت وما أخرت وما أعلنت أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت ولا حول ولا قوة إلا بالله)) ❷

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ نبی ﷺ رات کو جب تہجد کے وقت بیدار ہوتے تو یہ دعائیں پڑھتے: ((اللهم لك الحمد أنت نور السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت قيم السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت ملك السموات والأرض ومن فيهن، ولك الحمد حق، ووعدك الحق،

❶ ترمذی، السنن، ٣٤١٦۔ ❷ ایضًا، ١٦٢٠۔

والجنة حق، والنار حق، والساعة حق، والنبيون حق، و محمد حق، لك أسلمت وعليك توكلت وبك آمنت وبك خاصمت وإليك حاكمت اغفرلي ما قدمت وما أخرت وما أعلنت أنت المقدم وأنت المؤخر لا إله إلا أنت ولا حول ولا قوة إلا بالله۔

عن ابي هريرة عن النبي ﷺ أنه كان يقول إذا أوى إلى فراشه :

((أللهم رب السموات ورب الأرض ورب كل شيء فالق الحب والنوى منزل التوراة والإنجيل والقران العظيم، أعوذبك من شر كل دابة أنت آخذ بنا صيتها انت الأول فليس قبلك شيء وانت الآخر فليس بعد ك شيء وأنت الظاهر فليس فوقك شيء وأنت الباطن فليس دونك شيء اقض عني الدين واغنني من الفقر)) [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آرام فرماہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

((اللهم رب السموات ورب الأرض ورب كل شيء فالق الحب والنوى منزل التوراة والإنجيل والقران العظيم، أعوذبك من شر كل دابة أنت آخذ بناصيتها أنت الأول فليس قبلك شيء وأنت الآخر فليس بعدك شيء وأنت الظاهر فليس فوقك شيء وأنت الباطن فليس دونك شيء اقض عنى الدين واغننى من الفقر۔))

مسنون طریقہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

كان النبي ﷺ إذا أخذ مضجعه من الليل وضع يده تحت خده، وفي رواية: نام على شقه الأيمن [2]

---

[1] ترمذی، السنن، ۳۸۷۳۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ۶۳۱۴۔

''نبی ﷺ جب رات کو بستر پر لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیتے، دوسری روایت میں ہے دائیں کروٹ سوتے۔''

عن حذيفة بن اليمان قال: إن رسول الله ﷺ إذا أراد أن ينام وضع يده تحت رأسه وفي رواية كان يتوسد يمينه عند المنام [1]

''رسول اللہ ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھتے۔ دوسری روایت میں ہے کہ سوتے وقت دائیں ہاتھ کو تکیہ بناتے۔''

عن حفصة زوج النبي ﷺ أن رسول الله ﷺ كان إذا أراد أن يرقد وضع يده اليمنى تحت خده ثم يقول: **((اللهم قني عذابك يوم تبعث عبادك ثلاث مرات))** [2]

''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے تو دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھتے پھر جب (بستر سے) کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔ تین بار۔ اے اللہ! مجھے اس دن کے اپنے عذاب سے بچا جس دن تو لوگوں کو کھڑا کرے گا۔''

نیند کے اوقات

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان رسول الله ﷺ يفطر من الشهر حتى نظن أن لا يصوم منه ويصوم حتى نظن أن لا يفطر وكان لا تشاء أن تراه من الليل مصليا إلا رأيته، ولا نائما إلا رأيته۔ [3]

''رسول اللہ ﷺ کسی مہینے میں اتنے زیادہ نفلی روزے چھوڑتے کہ ہم گمان کرتے کہ آپ ﷺ روزہ نہیں رکھیں گے پھر کسی مہینے اتنے روزے رکھتے کہ

[1] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۳۳۹۸۔ [2] ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ۵۰۴۵؛ ابن ماجہ، السنن، رقم الحدیث: ۳۸۷۷؛ ترمذی، الشمائل المحمدیۃ، رقم الحدیث: ۲۵۵؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ۲۳۶۳۳؛ الادب المفرد، رقم الحدیث: ۱۲۱۵؛ ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث: ۵۴۹۷۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۶۱۔

ہم گمان کرتے کہ آپ نہیں چھوڑیں گے اسی طرح ہم اگر رسول اللہ ﷺ کو رات کے قیام میں دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے اسی طرح آرام فرماتے دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔"

عن أم سليم أن النبي ﷺ كان يأتيها فيقيل عندها۔ [1]

"ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے۔"

عن عائشة قالت : ما ألقاه السحر عندى إلا نائما تعنى النبي ﷺ۔ [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے میرے پاس جب بھی صبح کی تو میں نے آپ ﷺ کو سوئے ہوئے پایا۔"

عن الأسود قال: سألت عائشة كيف صلوة رسول الله ﷺ بالليل قالت: كان ينام أوله و يقوم آخره۔ [2]

" اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کیسی تھی۔ وہ کہنے لگیں آپ ﷺ رات کے پہلے حصے میں سویا کرتے تھے اور آخری حصے میں قیام فرماتے تھے۔"

عن ابن عباس قال : إنه قال: نمت عند ميمونة زوج النبي ﷺ ورسول الله ﷺ عندها تلك الليلة وصلى في تلك الليلة ثلاث عشرة ركعة ثم نام رسول الله ﷺ حتى نفخ۔ [4]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

[1] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٦٠٥٧؛ احمد، المسند، رقم الحديث: ١٦١٠٥؛ دلائل النبوه، ١/ ٢٥٨۔ [2] بخارى، رقم الحديث: ١١٣٣۔

[3] بخارى، رقم الحديث: ١١٤٦؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ١٧٢٨۔

[4] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ١٧٩١۔

رسول اللہ ﷺ کی بیوی کے گھر ایک رات سویا اس رات رسول اللہ ﷺ بھی اس گھر میں تھے آپ ﷺ نے (تہجد) کی ۱۳ رکعت پڑھی پھر سو گئے یہاں تک آپ خراٹے لینے لگے۔''

عن عبداللہ بن عباس أنه رقد رسول الله ﷺ فاستيقظ، فتسوك وتوضأ وهو يقول: ﴿إن في خلق السموت والأرض واختلاف الليل والنهار لايٰت لاولي الالباب﴾ فقرأ هؤلاء الأيات حتى ختم السورة ثم قام فصلى ركعتين فاطال منهما القيام والركوع والسجود ثم انصرف فنام حتى نفخ ثم فعل ذلك ثلاث مرات [1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سو کر بیدار ہوئے تو مسواک کی اور وضو کیا اور یہ دعا پڑھی۔ ﴿إن في خلق السموت والأرض ....﴾ پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اس میں قیام و رکوع و سجود لمبا کیا اس کے بعد سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ ﷺ نے تین بار ایسا کیا۔''

تقاضۂ بشری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

بت عند ميمونة فقام النبي ﷺ يصلي فقمت عن يساره فأخذ بأذني فأدارني عن يمينه فتمت صلاته ثلاث عشرة ركعة ثم اضطجع فنام حتى نفخ وكان إذا نام نفخ۔ [2]

''میں نے ایک رات (اپنی خالہ) میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری۔ نبی ﷺ

---

[1] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ١٧٩٣۔

[2] بخاري، رقم الحديث: ٦٣٢٢؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ١٧٩٣؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٢٥٩۔

کھڑے ہوئے (اور) نماز پڑھنے لگے میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھے کان سے پکڑ کر دائیں جانب گھما دیا۔ ۱۳ رکعت نماز مکمل ہو گئی پھر آپ ﷺ لیٹ کر سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ آپ ﷺ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیا کرتے تھے۔"

عن ابن عباس قال: بت في بيت خالتي ميمونة فصلى النبي ﷺ أربعا ثم نام ثم قام يصلي فقمت عن يساره فأدارني فا قامني عن يمينه فصلى خمسا ثم نام حتى سمعت غطيطه۔ ❶

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) کے گھر رات گزاری نبی ﷺ نے چار رکعت پڑھی پھر سو گئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنے لگے میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ نے مجھے گھما کر دائیں جانب کر دیا پھر آپ نے پانچ رکعت پڑھی پھر سو گئے یہاں تک میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔"

عن ابن عباس أنه رأى النبي ﷺ نام وهو ساجد حتى غط أو نفخ۔ ❷

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ سجدہ کرتے ہوئے سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔"

عن صفوان بن يعلى بن امية عن ابيه قال: ليتني ارى رسول الله ﷺ وهو ينزل عليه..........إذا أنزل عليه الوحي فجعل النبي ﷺ يغط لذلك۔ ❸

"یعلی بن امیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ کاش! میں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی دیکھتا.......... جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو نبی ﷺ اس وجہ سے خراٹے لینے لگے۔"

---

❶ ابو داود، السنن، رقم الحديث: ۱۳۵۷۔ ❷ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ۷۷۔
❸ نسائی، السنن، رقم الحديث: ۲۶۶۹؛ احمد، المسند، رقم الحديث: ۱۸۱۳۰۔

مختلف حالتوں میں سونا

الف: سفر میں سونا

عبداللہ بن ابوقتادہ نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ:

عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه قال: سرنا مع النبي ﷺ ليلة فقال بعض القوم: ((لو عرست بنا يا رسول الله ﷺ قال أخاف أن تناموا عن الصلوة)) قال بلال: أنا أوقظكم فاضطجعوا واسند بلال ظهره إلى راحلة فغلبت عيناه فنام فاستيقظ النبي ﷺ وقد طلع حاجب الشمس۔ [1]

''ہم نبی ﷺ کے ساتھ ایک رات (سفر پر) چلے بعض لوگوں نے کہا اگر آپ ﷺ ہمارے ساتھ رات بسر کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ تم نماز کے وقت سوئے رہو گے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کو جگاؤں گا۔ سب لوگ سو گئے بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر سواری کے ساتھ لگائی کہ آنکھوں میں نیند کا غلبہ ہو گیا تو سو گئے۔ نبی ﷺ بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔''

عن نافع أن عبدالله بن عمر أخبره أن رسول الله ﷺ كان ينزل بذى الحليفة حين يعتمر وفي حجته حين حج تحت سمرة في موضع المسجد الذي بذى الحليفة ــــ أناخ بالبطحاء التي على شفير الوادي الشرقية فعرس ثم نام حتى يصبح۔ [2]

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع رحمۃ اللہ علیہ کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ مقام ذوالحلیفہ پر اترتے جب عمرہ کرتے اور حج کے وقت بھی ببول کے درخت کے نیچے مسجد ذوالحلیفہ کے مقام پر وادی بطحاء کے شرقی کنارے پر پڑاؤ ڈالا پھر سو گئے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔''

عن عمار بن ياسر أن رسول الله ﷺ عرس بأولات الجيش ومعه عائشة فانقطع عقد لها [3]

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٥٩٥؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ٦٢٢؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٢٣٦٩۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ٤٨٤۔ [3] ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: ٣٢٠۔

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے ساتھ رات گزاری آپ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ ان کا ہار ٹوٹ گیا تھا۔''

ب: حالت جنابت میں سونا

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

سألت عائشة أكان النبي ﷺ يرقد وهو جنب قالت: نعم ويتوضأ۔ [1]

''میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں اور وضو کر کے۔''

عن عبدالله بن أبي قيس قال:سألت عن وتر رسول الله ﷺ فذكر الحديث قلت: كيف كان يصنع في الجنابة ؟ أكان يغتسل قبل أن ينام أم ينام قبل أن يغتسل؟ قالت: كل ذلك قد كان يفعل ربما اغتسل فنام وربما توضأ فنام قلت: الحمد لله الذي جعل في الأمر سعة۔ [2]

''عبداللہ بن قیس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق سوال کیا (پھر انہوں نے حدیث ذکر کی) پھر میں نے پوچھا آپ جنابت میں کیا کرتے تھے۔ کیا آپ سونے سے پہلے غسل فرمایا کرتے تھے یا غسل سے پہلے سو جایا کرتے تھے (تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) نے بیان فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو طرح سے کر لیا کرتے تھے کبھی غسل کر کے سو جاتے اور کبھی وضو کر کے سو جاتے۔ میں نے کہا تعریف اللہ کی ذات کے لائق ہے جس نے امر (دین) میں وسعت فرمائی۔''

عن عائشة كان رسول الله ﷺ إذا أراد أن ينام ، وهو جنب

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۲۸۶۔ [2] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۷۰۵۔

توضأوضوءه للصلوة۔ ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سونے کا ارادہ فرماتے اور حالت جنابت میں ہوتے تو نماز کے وضو کی طرح وضو فرما لیتے۔''

عن عائشة رضي الله عنها قالت :كان رسول الله ﷺ يجنب ثم ينام ولا يمس ماء حتى يقوم بعد ذلك فيغتسل۔ ❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جنبی ہوتے پھر سو جاتے پانی کو نہ چھوتے یہاں تک آپ ﷺ بیدار ہو جاتے اور پھر غسل فرماتے۔''

سونے والوں کو سلام کہنا

مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أقبلت أنا وصاحبان لي، وقد ذهبت أسماعنا وأبصارنا من الجهد، فجعلنا نعرض أنفسنا على أصحاب رسول الله ﷺ، فليس أحد منهم يقبلنا، فأتينا النبي ﷺ فانطلق بنا إلى أهله، فإذا ثلاثة أعنز، فقال النبي ﷺ ((احتلبوا هذا اللبن بيننا،)) قال: فكنا نحتلب فيشرب كل إنسان منا نصيبه، ونرفع للنبي ﷺ نصيبه، قال فيجيء من الليل، فيسلم تسليما لا يوقظ نائما۔ ❸

''میں اور میرے دو ساتھیوں کی قوت سماع اور بینائی مشکل کی وجہ سے جاتی رہی۔ ہم خود کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کے سامنے پیش کرتے لیکن ہمیں کوئی قبول نہ کرتا۔ پھر نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ہمارے ساتھ اپنے گھر والوں کی طرف چل پڑے۔ اتفاقاً تین بکریاں (موجود) تھیں۔ آپ ﷺ

❶ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٥٨٤۔ ❷ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٥٨١۔

❸ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٥٣٦٢؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢٧١٩۔

نے فرمایا کہ ان کا دودھ نکال کر آپس میں تقسیم کرو۔ ہم دودھ نکالتے، ہم میں سے ہر آدمی اپنا حصہ پیتا۔ ہم نبی ﷺ کا حصہ انہیں پیش کرتے۔ آپ ﷺ رات کو آتے، آپ سلام کرتے لیکن سونے والے کو جگاتے نہیں تھے۔''

عن المقداد بن الأسود قال: كان النبي ﷺ يجيء من الليل فيسلم تسليما لا يوقظ نائما ويسمع اليقظان ❶

''حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو تشریف لاتے اور سلام کرتے سونے والے نہ جاگتے اور جاگنے والا سن لیتا۔''

خوابِ رسول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ:

قال النبی ﷺ: **((أعطيت مفاتيح الكلم ونصرت بالرعب وبينا أنا نائم البارحة إذ أتيت بمفاتيح خزائن الأرض حتى وضعت في يدي.))** ❷

''نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جامع کلمات کی چابیاں دی گئی ہیں اور رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔ اس اثنا میں کہ میں گزشتہ رات سویا ہوا تھا، مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں حتی کہ میرے ہاتھ پر رکھ دی گئیں۔''

عن ابن عمر قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: **((بينا أنا نائم أتيت بقدح لبن فشربت منه حتى إني لأرى الري يخرج في اظافيري، ثم أعطيت فضلي -يعني- عمر-))** قالوا: فما أولته يا رسول الله ﷺ؟ قال **((العلم))** ❸

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ''اس اثنا میں کہ میں سویا ہوا تھا میرے پاس ایک دودھ کا

---

❶ الادب المفرد، رقم الحديث: ١٠٢٨۔ ❷ بخاری، رقم الحديث: ٦٩٩٨۔

❸ بخاری، رقم الحديث: ٧٠٠٠؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢٢٨٤۔

پیالہ لایا گیا میں نے اس سے پیا حتی کہ میں نے ایک چشمہ دیکھا جو میرے ناخنوں سے نکل رہا ہے۔ پھر میں نے اپنا باقی ماندہ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا، انہوں نے پوچھا آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: علم۔"

عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ: **((رأيت ذات ليلة فيما يرى النائم كأنا في دار عقبة بن رافع فاتينا برطب من رطب ابن طاب فاولت الرفعة لنا في الدنيا والعاقبة في الاخرة وأن ديننا قد طاب))** ❶

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک رات میں نے ایک خواب دیکھا جس طرح کہ عام سونے والا دیکھتا ہے۔ گویا کہ ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں۔ ہمیں تازہ کھجور دی گئی ابن طاب کی کھجوروں میں سے۔ تو میں نے اس کی تعبیر دنیا میں عروج اور آخرت میں بہتر انجام سے کی اور بیشک ہمارا دین بہتر ہو گیا۔"

عن نافع أن عبدالله بن عمر حدثه أن رسول الله ﷺ قال: **((أراني في المنام أتسوك بمسواك فجذبني رجلان أحدهما أكبر من الآخر فناولت السواك الأصغر منهما فقيل لي كبر فدفعته إلى أكبر۔))** ❷

نافع رحمۃ اللہ علیہ کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث سنائی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں۔ مجھے دو آدمیوں نے دبایا ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا تو میں نے مسواک چھوٹے کو دے دی۔

❶ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۹۳۲؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۵۰۲۵۔

❷ بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۲؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۸۳۱؛ ابو داؤد، السنن، رقم الحدیث: ۴؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۵؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۱۹؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ۲۹۸؛ احمد، المسند، رقم الحدیث: ۱۱۹۶۹؛ دارمی، السنن، رقم الحدیث: ۶۷۵۔

مجھے کہا گیا بڑے کو دیں میں نے وہ بڑے کی طرف لوٹا دی۔‘‘

عن أبی أمامة بن سهل بن حنيف عن بعض أصحاب النبي ﷺ أن النبي ﷺ قال: **((بينا أنا نائم رأيت الناس يعرضون علی وعليهم قمص منها ما يبلغ الثدی و منها ما يبلغ أسفل من ذلك))** قال: **((فعرض علی عمرو عليه قميص يجره۔))** قالوا فما أولته يا رسول الله ﷺ؟ قال: **((الدين۔))** [1]

’’ابو عمامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اس حال میں کہ میں سویا ہوا تھا۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس پیش کیے جاتے ہیں۔ ان پر قمیصیں ہیں۔ ان میں سے کچھ چھاتی تک پہنچتے ہیں اور ان میں کچھ اس سے نیچے۔ میرے سامنے حضرت عمر لائے گئے۔ ان پر قمیص تھا جسے وہ گھسیٹے جا رہے تھے ہم نے پوچھا اس کی تعبیر کیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: دین۔‘‘

عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: **((رأيت في يدي سوارين من ذهب فنفختهما فأولتهما هذين الكذابين مسيلمة والعنسی))** [2]

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے (خواب میں) دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں میں نے پھونک مار کر اڑا دیے۔ میں نے ان دونوں کی تعبیر ان دو جھوٹوں سے کی ہے مسیلمہ اور اسود عنسی۔‘‘

تعبیر الرؤیا باقاعدہ ایک علم ہے جس کا آغاز دور نبوت میں ہو چکا تھا اور آج تک اس علم پر تجربات اور مشاہدات ہو رہے ہیں اور کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔

---

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث: ۳۰؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ۷؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ۳۰۰؛ دارمی، السنن، رقم الحديث: ٦٨٦۔

[2] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ۳۰۱۔

آدابِ قضائے حاجت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء قال: ((أللهم إني أعوذبك من الخبث والخبائث۔)) [1]

رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو پڑھتے: ((اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))"

عن عائشة فسمعتها تقول: كان رسول الله ﷺ إذا خرج من الغائط قال: ((غفرانك۔)) [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ بیت الخلا سے نکلتے تو پڑھتے: غُفْرَانَكَ۔"

عن أنس بن مالك قال: كان النبي ﷺ إذا خرج من الخلاء قال: ((ألحمد لله الذي أذهب عني الأذى وعافاني۔)) [3]

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بیت الخلاء سے نکلتے تو پڑھتے: ((ألحمد الله الذي أذهب عني الأذى وعافاني))۔"

اس فصل میں سرورِ دوجہاں کے بستر مبارک اور سونے جاگنے کے انداز واطوار کو پیش کیا گیا جس میں بتایا گیا کہ بستر چمڑے کے گدے پر مشتمل تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ٹاٹ کا بستر بھی استعمال میں رہا۔ زمین پر چٹائی بچھا کر بھی لیٹنے کا معمول تھا۔ یعنی سادگی اور عاجزی وانکساری کی انتہا تھی۔ بستر کی سختی اور کھردری چارپائی کے نشان اگر جسم مبارک پر دیکھے جاتے تھے۔ جنہیں دیکھ کر آپ ﷺ کے رفقا رو پڑتے تھے خصوصاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر پیچھے ہو چکا ہے۔ ذرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چشم دید نقشہ سامنے لائیے۔ واقعہ ایلاء کے زمانے

---

[1] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٥٩٣٣۔
[2] ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢٢٨٥۔
[2] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٣٩٢٢۔

میں انہوں نے حضور ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ کھردری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے تھے۔ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال کیل سے لٹک رہی تھی یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضور ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی کہ قیصر وکسریٰ تو عیش کریں اور آپ کا یہ حال ہو رہا ہے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تو اس پر خوش نہیں کہ وہ دنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے۔

اس فصل میں دوسرا ذکر بشری حاجت کے تحت بیت الخلا کا کیا گیا ہے۔ اس دور میں گھروں میں بیت الخلا نہ تھے۔ اس لئے حضور ﷺ جنگل جاتے عموماً اتنی دور جاتے دو، دو میل تک کہ نظروں سے اوجھل ہو جاتے ایسی نرم زمین تلاش کرتے کہ چھینٹے نہ پڑیں۔ موقع حاجت پر پہلے بایاں قدم رکھتے پھر دایاں پھر دعا پڑھتے۔ بیٹھتے ہوئے زمین کے بالکل قریب ہو کر مقام ستر سے کپڑا کھولتے کسی ٹیلے وغیرہ کی آڑ ضرور لیتے قبلہ کی طرف منہ پشت کرنے سے اجتناب کرتے، رفع حاجت کے وقت انگوٹھی الگ کر دیتے کیونکہ اس پر اللہ اور رسول ﷺ کا نام کندہ تھا۔ جائے ضرورت سے الگ ہوتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اٹھاتے پھر بایاں، یہ رفع حاجت کے سنہری آداب ہیں، بدقسمتی سے امت ان کو بھول چکی ہے۔ اس جاہلی معاشرے میں تو جانوروں کی سی زندگی گزاری جاتی ہے۔ جیسا کہ آج کل راہ چلتے سڑک کنارے پبلک مقامات پر کھڑے ہو کر رفع حاجت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے یا پھر بس اسٹینڈوں میں گاڑیوں کے ٹائروں کے ساتھ ہی بیٹھ کر رفع حاجت کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے اور پھر اعضا کو دھونا یعنی استنجا ضروری نہیں سمجھتے۔ جب کہ اس حالت میں کپڑوں کے ناپاک ہونے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ امت کے غیر تعلیم یافتہ افراد کو شاید اس بات کا احساس نہیں کہ اس عدمِ طہارت کی وجہ سے قبر کی زندگی میں سخت عذاب ہو سکتا ہے۔ جس کی وعیدیں مختلف احادیث میں موجود ہیں۔

باب پنجم: عباداتُ النبی، کفالتُ النبی، وفاتُ النبی ﷺ

فصل اوّل: گھر میں نفلی عبادات

نمازِ تہجد

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

قام النبی ﷺ حتی تورمت قدماه فقیل: غفر الله لك ماتقدم من ذنبك وما تاخر قال: ((افلا اکون عبدا شکورا؟)) [1]

''رسول اللہ ﷺ (اتنا طویل) قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے قدموں پر ورم آ جاتا آپ سے عرض کیا گیا کہ (اے اللہ کے رسول ﷺ) اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرما رکھا ہے (پھر اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

عن الاسود قال: سألت عائشة کیف صلوة رسول الله ﷺ باللیل؟ قالت: کان ینام اوله ویقوم آخره فیصلی ثم یرجع الی فراشه فاذا اذن المؤذن وثب فان کانت به حاجة اغتسل والا توضأ وخرج [2]

''اسود بن یزید فرماتے ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ رات کے ابتدائی حصہ میں سو جاتے اور پھر کھڑے ہو جاتے پھر نماز پڑھتے پھر سو جاتے جب مؤذن اذان کہتا تو آپ جلدی سے اٹھتے اگر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرما لیتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔''

عن مسروق قال: سألت عائشة عن عمل رسول الله ﷺ فقالت:

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٤٨٣٦؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٧١٢٥؛ الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٢٦٢۔ [2] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ١١٤٦؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ١٧٢٨؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٢٦٥۔

كـان يـحـب الـدائم قال: قلت: اى حين كان يصلى فقالت: اذا سمع الصارخ قام وصلى ❶

"مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے عمل (عبادت) کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ آپ دوام کو پسند فرماتے تھے۔ کہتے ہیں، میں نے پوچھا آپ کس وقت نماز (نفل) ادا فرماتے تھے؟ تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: جب مرغ کی آواز سنتے تو آپ ﷺ قیام میں کھڑے ہو جاتے۔"

عن عبدالله قال: صليت مع النبى ﷺ ليلة فلم يزل قائما حتى همـمت بأمر سوء قلنا: وما هممت قال: هممت ان اقعدو اذر النبى ﷺ ❷

"حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز (نفل) پڑھی آپ ﷺ قیام میں بہت دیر تک کھڑے رہے یہاں تک میں نے برا ارادہ کر لیا ہم نے پوچھا تو نے کیا ارادہ کیا تھا؟ میں نے بتایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ ﷺ کو چھوڑ کر بیٹھ جاؤں۔"

عن عائشة قال: كان رسول الله ﷺ يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس لايجلس فى شيء الا فى آخرها۔ ❸

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ ﷺ رات کو ۱۳ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے پانچ کو وتر بناتے (ان پانچ رکعتوں) میں نہ بیٹھے مگر آخری رکعت میں۔"

عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان يصلى بالليل احدى عشرة

❶ بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۳۲؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۷۳۰؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۱۳۱۷؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۱۶۱۷۔

❷ بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۳۵؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۸۱۵۔

❸ ایضًا، ۳۵۷۔

رکعة یوتر منها بواحدة ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے اور ان میں ایک رکعت وتر ہوتی۔''

عن عبداللہ بن قیس یقول: قالت عائشة: لا تدع قیام اللیل فان رسول اللہ ﷺ کان لا یدعه وکان اذا مرض اوکسل صلی قاعدا ❷

''حضرت عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قیام اللیل نہ چھوڑو اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اس کو نہیں چھوڑتے تھے آپ بیمار ہوتے یا سست ہوتے تو اکثر بیٹھ کر پڑھ لیتے۔''

عن عائشة ان رسول اللہ ﷺ کان اذا فاتته صلوة من اللیل من وجع او غیره صلی من النهار ثنتی عشرة رکعة ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز اگر درد یا کسی اور وجہ سے رہ جاتی تو آپ دن کے وقت ۱۲ رکعات ادا کرتے۔''

نمازِ چاشت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ:

ان کان رسول اللہ ﷺ لیدع العمل وهو یحب ان یعمل به خشیة ان یعمل به الناس فیفرض علیهم وما سبح رسول اللہ ﷺ سبحة الضحی قط وانی لاسبحها ❹

''رسول اللہ ﷺ ایک عمل کے کرنے کو پسند فرماتے لیکن چھوڑ دیتے اس ڈر سے کہ لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں گے پھر وہ ان پر فرض کر دیا جائے گا۔

❶ بخاری، ۱۱۷۰۔ ❷ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۷۲۰۔
❸ ایضًا، ۱۷۱۷؛ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث: ۱۳۰۷۔ ❹ بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۲۸؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۶۶۲؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۱۲۹۳۔

آپ ﷺ نے صلوٰۃ الضحیٰ کبھی نہیں پڑھی۔ لیکن میں وہ پڑھتی ہوں۔"

حدثنا يزيد الرشك ، قال: سمعت معاذة قالت: قلت لعائشة رضي الله عنها أكان النبي ﷺ يصلي الضحى؟ قالت: نعم اربع ركعات ويزيد ماشاء الله عزوجل ❶

"یزید الرشک فرماتے ہیں میں نے سنا معاذہ فرماتی ہیں: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کیا نبی ﷺ نماز چاشت پڑھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا چار رکعات جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا زیادہ پڑھ لیتے۔"

حدثنا محمد بن المثنى حدثني حكيم بن معاوية الزيادي حدثنا زياد بن عبيد الله بن الربيع الزيادي عن حميد الطويل عن انس بن مالك ان النبي ﷺ كان يصلي الضحى ست ركعات ❷

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ چاشت چھ رکعات پڑھتے تھے۔

حدثنا زياد بن ايوب البغدادي ، حدثنا محمد بن ربيعة ، عن فضل بن مرزوق عن عطية العوفي عن ابي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ قال: كان النبي ﷺ يصلي الضحى حتى نقول: لا يدعها ، ويدعها حتى نقول: لا يصليها ❸

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز چاشت (اس تواتر کے ساتھ) پڑھتے کہ ہم کہتے کہ آپ ﷺ اسے نہیں چھوڑیں گے کبھی (ایسے تواتر سے چھوڑتے کہ) ہم کہتے اب نہیں پڑھیں گے۔"

عن عبدالرحمن بن ابی ليلى قال: ما اخبرني احد انه راى رسول

---

❶ مسلم، الصحيح، رقم الحديث: ١٦٦٣؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ١٨٩؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ١٣٨٢۔

❷ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٢٩٠ [ضعيف]

❸ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٤٧٧؛ ابوداود، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ١٦٦٧؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٢٩٣ [ضعيف]

الله ﷺ يصلى الضحى الا ام هانى فانها حدثت ان رسول الله ﷺ دخل بيتها يوم فتح مكة ، فاغتسل فسبح ثمان ركعات ، ما رأيته صلى صلاة قط اخف منها ، غير انه كان يتم الركوع والسجود [1]

"حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے کسی ایک نے بھی نہیں بتایا تھا کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مگر ام ھانی رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے روز میرے گھر تشریف لائے اور غسل کیا اور آٹھ رکعات پڑھی میں نے آپ کو کبھی اتنی ہلکی نماز پڑھتے نہیں دیکھا جتنی ہلکی آپ ﷺ نے اس دن نماز پڑھی۔ ہاں رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔"

سنن کی ادائیگی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

ان رسول الله ﷺ كان يصلى قبل الظهر ركعتين وبعدها ركعتين و بعد المغرب ركعتين فى بيته وبعد العشاء ركعتين ، وكان لا يصلى بعد الجمعة حتى ينصرف ركعتين۔ [2]

"رسول اللہ ﷺ ظہر سے قبل دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت اور مغرب کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھتے اور دو رکعت عشاء کے بعد آپ ﷺ جمعہ کے بعد (مسجد میں) نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ گھر جا کر دو رکعتیں ادا کرتے۔"

عن ابن عمر قال: صليت مع النبى سجدتين قبل الظهر و سجدتين

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ١٦٦٧؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ١٢٩١؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ٤٧٤؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٢٩١۔

[2] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ١٧٤٣۔

بعد الظهر وسجدتين بعد المغرب وسجدتين بعد العشاء وسجدتين بعد الجمعة فاما المغرب والعشاء ففي بيته [1]

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر سے قبل دو رکعات اور اس کے بعد دو رکعات، اور مغرب کے بعد دو رکعت اور عشاء کے بعد دو رکعت اور جمعہ کے بعد دو رکعت گھر میں پڑھیں۔"

عن عائشة ان النبي ﷺ كان اذا صلى سنة الفجر فان كنت مستيقظة حدثني والا اضطجع حتى يؤذن بالصلاة۔ [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر کی دو رکعات گھر میں پڑھتے اگر میں اس وقت جاگ رہی ہوتی تو میرے ساتھ باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے یہاں تک کہ نماز کے لیے اذان ہو جاتی۔"

(1) نفلی روزے

شعبان کے روزے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول لا يفطر ويفطر حتى نقول: لا يصوم وما رأيت النبي ﷺ استكمل صيام شهر الا رمضان وما رأيته اكثر صيام منه في شعبان۔ [3]

"رسول اللہ ﷺ نفلی روزے رکھتے چلے جاتے یہاں تک کہ ہم خیال کرتے کہ آپ نہیں چھوڑیں گے اور آپ لگا تار ایسے چھوڑتے کہ ہمیں خیال ہوتا کہ آپ نہیں رکھیں گے میں نے رمضان کے علاوہ آپ کو پورا مہینہ روزے رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان کے مہینہ میں زیادہ روزے رکھتے تھے۔"

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ۹۳۷۔ [2] ایضًا، ۱۱۷۲۔

[3] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۲۹۹؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۱۲۵۱۔

عـن انس بن مالك يقول: كان رسول الله ﷺ يفطر من الشهر حتـى نـظـن ان لا يـصوم منه و يصوم حتى نظن ان لا يفطر منه شيئـا وكـان لا تشـاء تـراه مـن الليل مصليا الا رأيته ولا نائماً الا رأيته ❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ماہ اتنے زیادہ روزے چھوڑتے کہ ہم گمان کرتے کہ آپ اس ماہ روزہ نہیں رکھیں گے اور آپ لگا تار اتنے روزے رکھتے کہ ہم گمان کرنے لگتے کہ آپ اس ماہ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے تم اگر آپ کو رات قیام میں دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو اور اگر سویا ہوا دیکھنا چاہو تو سویا ہوا بھی دیکھ سکتے ہو۔''

عـن عائشة ام المؤمنين قالت: دخل عليه رسول الله ﷺ يومًا فـقال: ((هـل عنـدكـم شيء؟)) قـالـت: قلت: لا ، قال: ((فاني صائم۔)) ❷

(ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میرے پاس تشریف لائے آپ نے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا نہیں: تو آپ نے فرمایا: تو پھر میں روزے سے ہوں۔''

عـن ابـن عباس قال: كان رسول الله ﷺ يـصوم حتى نقول: لا يـفـطـر ، ويـفـطـر حتى نقول: ما يريد ان يصوم وما صام شهراً متتابعاً غير رمضان منذ قدم المدينة ❸

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفلی) روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ نہ چھوڑیں گے اور آپ نفلی روزے رکھنا چھوڑ دیتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ آپ روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ مدینہ

❶ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٤٣٢؛ صحيح ترمذی، رقم الحديث: ٣٥٥۔

❷ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ١١٦٤؛ صحيح ابن ماجه، رقم الحديث: ١١٧٥۔

❸ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ١٢٦٢۔

منورہ آمد کے بعد آپ نے رمضان کے سوا کسی مہینے کے لگاتار روزے نہیں رکھے۔''

عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول: لا يفطر و يفطر حتى نقول: لا يصوم۔ وما رأيت النبي ﷺ استكمل صيام شهر الا رمضان وما رأيته اكثر صيام منه في شعبان ❶

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے رکھتے حتی کہ ہم کہتے کہ آپ نہیں چھوڑیں گے اور آپ چھوڑ دیتے ہم کہتے کہ آپ نہیں رکھیں گے اور میں نے نبی ﷺ کو رمضان کے علاوہ پورے مہینے کے روزے رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے شعبان کے علاوہ کسی مہینے میں زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔''

عن ام سلمة قالت : ما رأيت النبي ﷺ يصوم شهرين متتابعين الا شعبان و رمضان ❷

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان اور رمضان کے علاوہ مکمل دو مہینوں کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

عن عائشة قالت: كان رسول الله يصوم حتى نقول قد صام ويفطر حتى نقول: قد افطر ولم أره صائما من شهر قط اكثر من صيامه من شعبان كان يصوم شعبان كله ، كان يصوم شعبان الا قليلا ❸

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو شعبان کے

---

❶ بخاری، رقم الحدیث: ۱۹۶۹؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۷۲۱؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث:۳۵۵۳۔ ❷ بخاری، رقم الحدیث: ۱۹۷۲؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۷۲۸؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۳۰۰۔

❸ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۷۳۳۔

علاوہ کسی اور مہینہ میں بکثرت روزے رکھتے نہیں دیکھا آپ شعبان کے مہینہ میں چند دن چھوڑ کر باقی دنوں کے روزے رکھتے بلکہ پورا مہینہ ہی روزے رکھتے۔''

أن عبداللہ بن ابی قیس حدثه ، انه سمع عائشة تقول: كان أحب الشهور الى رسول الله ﷺ أن يصومه شعبان، ثم يصله برمضان۔ [1]

''حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو روزے رکھنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ پسندیدہ مہینہ شعبان تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی رمضان تھا۔''

2 ایام بیض کے روزے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كان رسو ل الله ﷺ يصوم يعنى من غرة كل شهر ثلاثة أيام۔ [2]

''رسول اللہ ﷺ ہر مہینہ میں پہلے تین دن کے روزے رکھتے۔''

عن يزيد الرشك قال: سمعت معاذة قالت: سالت عائشة زوج النبى ﷺ أكان رسول الله ﷺ يصوم من كل شهر ثلاثة أيام؟ قالت: نعم، فقلت لها: من أى أيام الشهر كان يصوم؟ قالت: لم يكن يبالى من اى أيام الشهر يصوم [3]

''یزید الرشک فرماتے ہیں میں نے معاذہ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا اللہ کے رسول ﷺ ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، میں نے عرض کیا آپ ﷺ کن دنوں میں روزے رکھتے تھے فرمایا: کسی خاص دن کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔''

[1] نسائی، السنن، رقم الحديث: ٢٣٤٨۔ [2] بخاری، رقم الحديث: ١٩٦٩؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٧٢١؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٠٧۔

[3] ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٧٣٦؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٠٢۔

عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يصوم من الشهر السبت والاحد والاثنين من الشهر الاخر الثلاثاء والاربعاء والخميس۔ ❶

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مہینے میں ہفتے، اتوار اور سوموار کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔“

عن ابن عباس قال: كان رسول الله ﷺ لا يفطر ايام البيض في حضر ولا سفر ❷

”ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے گھر و سفر میں نہیں چھوڑتے تھے۔“

عن رسول الله ﷺ انه كان يأمر بصيام البيض ❸

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔“

③ عاشوراء کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

ان رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود صيام يوم عاشوراء ، فقال لهم رسول الله ﷺ: **((ما هذا اليوم الذى تصومونه؟))** قالوا: هذا يوم عظيم أنجى الله فيه موسى وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله ﷺ: **((فنحن أحق وأولى بموسى منكم))** فصامه رسول الله ﷺ وأمر بصيامه۔ ❹

❶ بخاری، رقم الحديث: ١٩٧٠؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٧٢٢۔

❷ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ٢٤٣١؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٢٣٥٢۔

❸ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٧٤٤؛ ابن حبان، الصحيح، رقم الحديث: ٣٦٤٩؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٠٥۔

❹ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ٢٤٥٠؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٤٧٢؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٢٤١٥؛ ترمذی، الشمائل المحمديه، رقم الحديث: ٣٠٤ [حسن]

''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں آپ نے پوچھا کہ یہ کیوں رکھتے ہیں؟ بتایا گیا کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کا روزہ رکھا آپ نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں موسیٰ علیہ السلام پر۔ پس آپ نے خود روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

عن عائشة قالت: كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله ﷺ يصومه في الجاهلية فلما قدم المدينة صامه وأمر بصيامه فلما فرض رمضان ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه۔ [1]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں قریش جاہلیت میں عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے تھے اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی دور جاہلیت میں یہ روزہ رکھا کرتے تھے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو صرف رمضان کے روزے فرض رہ گئے اور عاشوراء کے دن کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ جس نے چاہا اس نے روزہ رکھ لیا اور جس نے چاہا چھوڑ دیا۔''

4 ہفتہ وار روزے

أنه انطلق مع اسامة الى وادى القرى فى طلب مال له، فكان يصوم يوم الاثنين ويوم الخميس فقال له مولاه: لم تصوم يوم الاثنين ويوم الخميس وأنت شيخ كبير؟ فقال: إن النبى ﷺ كان يصوم يوم الاثنين ويوم الخميس، وسئل عن ذلك، فقال:

[1] ترمذی، السنن، رقم الحديث:٧٤٦؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث:٣٠٩۔

((إن اعمال العباد تعرض يوم الاثنين ويوم الخميس۔)) ❶

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنے غلام کے ساتھ مال لینے کے لیے وادی قریٰ گئے اور وہ سوموار اور جمعرات کے روزے کے ساتھ تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے ان کے غلام نے پوچھا کہ آپ سوموار اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ ضعیف العمر ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ ان دنوں کے روزے رکھتے تھے۔ آپ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوموار اور جمعرات کے روز بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔''

عن عائشة قالت: كان النبي ﷺ يتحرى صوم الاثنين والخميس ❷

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوموار اور جمعرات کے روزے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔''

عن ابي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: **((تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس فاحب ان يعرض عملي وأنا صائم))** ❸

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو (بارگاہ الٰہی میں) اعمال پیش کیے جاتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل روزے کی حالت میں پیش کیے جائیں۔''

اعتکاف رمضان

عن عائشة أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله عزوجل ثم اعتكف أزواجه من بعده۔ ❹

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری

❶ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٢٣٤٧ [ضعيف] ❷ بخاری، رقم الحديث: ٢٠٠٢؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٦٣٧؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٣١٠۔

❸ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢٦٥٨۔

❹ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ٢٤٣٦۔

عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔"

عن عبداللہ بن عمر قال: كان رسول الله ﷺ يعتكف العشر الاواخر من رمضان [1]

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔"

عن عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ إذا أراده أن يعتكف صلى الفجر ثم دخل في معتكفه [2]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھنے کے بعد اپنے معتکف میں داخل ہوتے۔"

دلکش قراءت

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

سألت أنس بن مالك عن قراءة النبي ﷺ فقال: كان يمد مدا۔ [3]

"میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ الفاظ کو کھینچ کر لمبا کر کے پڑھتے تھے۔"

سئل انس بن مالك كيف كانت قراءة النبي ﷺ؟ فقال: كانت مدا ثم قرأ بسم الله الرحمن الرحيم ويمد بالرحمن ويمد بالرحيم [4]

---

[1] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۷۴۵؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۲۱۸۹؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ۱۷۳۹؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحدیث: ۳۰۶۔

[2] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۷۴۷؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ۱۷۴۰؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحدیث: ۳۰۸۔ [3] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۷۸۴؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۲۴۲۶۔ [4] بخاری، رقم الحدیث: ۲۰۲۵۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کیسی تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ کھینچ کر پڑھتے تھے۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا: بسم اللہ کو لمبا کرتے، پھر الرحمٰن اور الرحیم کو لمبا کر کے پڑھتے۔''

قال عبدالله بن مغفل المزني قراءة النبي ﷺ عام الفتح في مسيرة له سورة الفتح على راحلته فرجع في قراء ته۔ [1]

''عبداللہ بن مغفل نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال دوران سفر اپنی سواری پر سورۃ الفتح کی تلاوت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آواز حلق سے نکال رہے تھے۔''

عن ام سلمة قالت: كان رسول الله ﷺ يقطع قراء ته يقول: ﴿الحمد الله رب العالمين﴾ ثم يقف ثم يقول ﴿الرحمن الرحيم﴾ ثم يقف و كان يقرأها ﴿ملك يوم الدين﴾ [2]

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءت کرتے وقت ہر آیت پر وقف فرماتے: ﴿الحمد لله رب العالمين﴾ پڑھتے تو وقف فرماتے: ﴿الرحمن الرحيم﴾ پڑھتے تو وقف فرماتے اور ﴿مالك يوم الدين﴾ (بغیر الف کے) پڑھتے۔''

عن قتادة قال: ما بعث الله نبيا الا حسن الوجه، حسن الصوت، وكان نبيكم ﷺ حسن الوجه، حسن الصوت وكان لا يرجع [3]

''حضرت قتادہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی خوبصورت چہرے والا خوبصورت آواز دے کر بھیجا۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوبصورت چہرے اور خوبصورت آواز والے تھے لیکن وہ آواز گانے کے انداز میں نہیں تھی۔''

---

[1] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۷۹۱۔ [2] بخاری، رقم الحدیث: ۵۰۴۵؛ ابوداؤد، السنن، رقم الحدیث: ۱٤٦٥؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ۱۰۱۵؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۳۱٦۔ [3] بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۰٤٦۔

عن یعلی بن مملك انه سأل امه سلمة عن قراءة رسول الله ﷺ قالت: ومالکم وصلاته کان یصلی وینام قدر ما صلی، ثم یصلی قدرما نام ثم ینام قدر ما صلی حتی یصبح، ونعتت قراءة فاذاهی تنعت قراءته حرفا حرفا۔ [1]

''ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم اور آپ کی نماز میں کیا نسبت آپ قیام کرتے اور قیام کے برابر آرام فرماتے پھر آرام کرنے کے برابر نماز پڑھتے پھر آپ نماز کے برابر آرام فرماتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی انہوں (ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کی قراءت جدا جدا بیان کی۔''

آوازِ تلاوت

حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سمعت عبداللہ بن مغفل، یقول: رأیت النبی ﷺ علی ناقته یوم الفتح مکة وهو یقرأ سورة الفتح یرجع وقال: لولا ان یجتمع الناس حولی لرجعت کما رجع۔ [2]

''میں نے عبداللہ بن مغفل سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار دیکھا اور آپ ﷺ سورۂ (فتح) کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اور فرمایا: اگر مجھے یہ ڈر نہ ہو کہ لوگ میرے اردگرد جمع ہو جائیں تو میں آپ ﷺ کی طرح خوش الحانی سے پڑھتا۔''

عن ابن عباس فی قوله تعالی ﴿**ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها**﴾ الإسراء۔ قال: نزلت ورسول الله ﷺ متوار بمکة، فکان

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۸۵۳؛ ابوداود، السنن، رقم الحدیث: ۱٤٦۷۔

[2] ابو داود، السنن، رقم الحدیث: ٤٥٥۱؛ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۱۹۲۷؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۳۱۷۔

إذا صلى باصحابه رفع صوته بالقرآن، فإذا سمع ذلك المشركون سبوا القرآن ومن أنزله ومن جاء به فقال الله لنبيه ﷺ: ﴿ولا تجهر بصلاتك﴾ فيسمع المشركون قراء تك ﴿ولا تخافت بها﴾ عن أصحابك:أسمعهم القرآن : ولا تجهر ذلك الجهر ﴿وابتغ بين ذلك سبيلا﴾ بين الجهر والمخافت [1]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول: ''نماز میں اپنی تلاوت کو نہ اونچا کرو اور نہ ہی پست۔'' یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو بلند آواز سے قرآن مجید سنایا۔ اس کو مشرکین نے سنا تو انہوں نے قرآن اور جس نے اس کو نازل کیا اور جو اس کو لے کر آیا، گالیاں دینا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ اپنی آواز کو اتنا اونچا نہ کرو کہ اس کو مشرکین سن لیں اور نہ اپنے اصحاب سے زیادہ پست کریں۔ ان کو قرآن سناؤ اور اس کو بلند آواز سے نہ پڑھو درمیانہ راستہ اختیار کرو نہ زیادہ بلندی اور نہ زیادہ پستی۔''

عن معاوية بن صالح قال: سألت عائشة عن قراءة النبي ﷺ أكان يسر بالقراءة أم يجهر قالت: كل ذلك قد كان يفعل قد كان ربما أسر وربما جهر فقلت: الحمد لله الذي جعل في الأمر سعة [2]

''حضرت عبداللہ بن قیس فرماتے ہیں کہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے متعلق دریافت کیا (رات کی نماز میں) کہ کیا آپ قراءت پوشیدہ کرتے تھے یا بلند آواز سے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح قراءت کیا کرتے تھے کبھی پوشیدہ آواز سے کبھی بلند آواز سے۔ میں نے

[1] ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ۳۲۱[ضعیف]

[2] ابوداود، السنن، رقم الحديث: ۱٤٦٦؛ ترمذی، السنن، رقم الحديث:۱۹۲۳؛ نسائی، السنن، رقم الحديث:۱۰۳۵. ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث:۳۱۵[ضعیف]

کہا الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے معاملہ میں وسعت فرمادی۔"

عن ام هانيء قالت: كنت أسمع قراءة النبى ﷺ بالليل وأنا على عريشي۔

"حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر کی چھت پر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کی قراءت سنتی تھی۔"

عن عفيف بن الحارث قال: أتيت عائشة فقلت: أكان رسول الله ﷺ يجهر بالقرآن أويخافت به؟ قالت: ربما جهر وربما خافت قلت: الله اكبر الحمد لله الذى جعل فى هذاالأمر سعة [1]

"حضرت عفیف بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور میں نے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ قرآن اونچی آواز سے پڑھتے تھے یا پست آواز سے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: کبھی اونچی آواز سے کبھی پست آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ تو میں نے کہا اللہ اکبر ہر قسم کی تعریف اس ذات کے لائق ہے جس نے اس (دین) کے معاملہ میں وسعت دی ہے۔"

رقت تلاوت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قال لى رسول الله ﷺ ((اقرأ على القرآن)) قال: فقلت: يا رسول الله ﷺ اقرأ عليك وعليك أنزل؟ قال: ((إني أشتهي أن أسمعه من غيرى)) قال: فقرأت النساء حتى إذا بلغت ﴿فكيف إذا جئنا من كل أمة بشهيد وجئنا بك على هؤلآء شهيدًا﴾ رفعت رأسى اوغمزنى رجل إلى جنبى فرفعت رأسى، فرأيت دموعه تسيل [2]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا: مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث:١٤٦٧۔ [2] نسائی، السنن، رقم الحديث:١٠١٣۔

اللہ کے رسول ﷺ کیا میں آپ کو پڑھ کر سناؤ؟ حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں قرآن اپنے سوا سے سننا پسند کرتا ہوں۔ میں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کر دی حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا ﴿وجئنا بك علی......الخ﴾ تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا یا کسی آدمی نے میرے پہلو میں مجھے چوکا دیا تو میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری تھے۔"

عن مطرف، عن ابی قال: رأيت رسول الله ﷺ يصلي و في صدره أزيز كأزيز الرحى من البكاء ❶

"مطرف اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تو آپ کے سینے سے رونے کی آواز ایسے آ رہی تھی جیسے ہنڈیا جوش مار رہی ہو۔"

مناجات نبوی ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

كان رسول الله ﷺ يذكر الله على كل أحيانه ❷

"رسول اللہ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔"

عن الحسن بن علي قال: سألت خالي هند بن أبي هالة عن مجلسه فقال: كان رسول الله ﷺ لا يقوم ولا يجلس إلا على ذكر ❸

"حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں نے اپنے خالو ہند بن ابی ہالہ سے رسول اللہ ﷺ کی مجلس کے متعلق دریافت کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ

❶ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢٩٢٤؛ صحیح ترمذی، رقم الحديث: ٣١٠٤۔

❷ نسائی، السنن، رقم الحديث: ١٠١٤؛ ابن ماجه، رقم الحديث: ١٢٧٩ [حسن]۔

❸ ابوداود، السنن، رقم الحديث: ١٣٢٧۔

کی نشست و برخاست کبھی بھی ذکر سے خالی نہیں ہوتی تھی۔"

عن عبد الله بن أبی أوفی ، یقول : كان رسول الله ﷺ یكثر الذكر ، ویقل اللغو ، ویطیل الصلوة ویقصر الخطبة [1]

"حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے اور لغو باتیں کم کرتے تھے اور نماز لمبی کرتے تھے اور خطبہ مختصر کیا کرتے تھے۔"

[1] مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:١٨٦٧۔

فصل دوئم : رسول اللہ ﷺ کی کفالتیں

نبی کریم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم اور خاص پہلو افراد خانہ اور افراد معاشرت کی کفالت ہے۔ جس کی طرف عام طور پر سیرت نگاروں کا رجحان بہت کم رہا ہے۔ سیرت طیبہ کے اس باب سے نبی کریم ﷺ کی جود وسخا، ہمدردی وغمگساری، حق داروں کی خبر گیری وخیر خواہی جیسے اوصاف حمیدہ آشکار ہوتے ہیں۔ حقیقت میں نبی ﷺ کی سیرت پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے آپ ﷺ کی کفالت اس طرح عالمگیر نظر آتی ہے جس طرح آپ جہاں والوں کے لیے رحمت بن کر آئے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ [1]

''اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

آپ ﷺ کی نبوت ورسالت بھی عالمگیر، دعوت وخطابت بھی عالمگیر اسی طرح آپ کی طرف سے انسانوں کی کفالت بھی سارے جہان کی نظر آتی ہے اگر چہ اس کفالت کی صورتیں دو طرح سے بیان کی جاسکتی ہیں۔

مکی دور کی کفالتیں

ایک صورت ایسی ہے جسے ہم بالواسطہ کفالت کا نام دے سکتے ہیں اور اس کا دائرہ بہت وسیع ہے اس میں افراد واشخاص معاشرت اور اجتماعات اقوام وملل کی معاشی کفالت شامل ہے۔ جس کی ساری خیر وبرکت کا سہرا آپ کے سر ہے اور اس کا آغاز آفتاب نبوت کے طلوع ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اس بالواسطہ کفالت سے سب سے پہلے ابولہب کی لونڈی ثویبہ استفادہ کرتی ہے۔ کہ ابولہب اس کو آپ کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آنحضور ﷺ کے تعلق سے کیا کیا فیض پایا (جس کی تفصیل کتب سیرت میں موجود ہے) جو کہ کفالت کا ہی حصہ ہے۔

نبوی کفالتوں کے چشمہ فیضان سے دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب بھی سیراب ہوئے۔ جناب عبدالمطلب کا آپ سے والہانہ لگاؤ صرف پوتے کی نسبت ہی سے نہ تھا بلکہ وہ

[1] ۲۱/ الانبیاء: ۱۰۷۔

آپ کی بے شمار برکتیں دیکھ چکا تھا۔ اسی طرح ابو طالب تو ہمیشہ آپ ﷺ کی کفالت و برکت کا معترف رہا، کہ کہا کرتا تھا: "محمد انك مبارك۔" [1] "اے محمد تو بہت بابرکت ہے۔"

جناب ابو طالب کی کفالت تو بالواسطہ اور بلاواسطہ دونوں طرح سے کی گئی۔ اس گھرانے کی کفالت کے لئے آپ ﷺ کا بکریاں چرانا، تجارت کرنا، مکہ میں خوشبو فروخت کرنا بہت واضح ہے۔ [2] اگر یہ کہا جائے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کو چار چاند بھی اسی بدر منیر کی بدولت لگے تو یہ بھی بعید از حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی نہیں بلکہ مکہ کے کئی تاجروں کی تجارت کو فروغ آپ کی بدولت ہی ملا۔

آپ ﷺ کی کفالت اور برکت سے نہ صرف انسانی معاشرے کا ہر گوشہ اور ہر فرد فیضیاب ہوا بلکہ جانوروں کو بھی آنحضور ﷺ کی کفالت و محبت سے حظ وافر ملا۔

نبی ﷺ کی مکی اور مدنی دور کی وہ کفالتیں جو آپ نے بطور نبی یا حکمران کے فرمائی ہیں ان کی تفاصیل کیلئے تو کئی دفتر درکار ہیں جن میں سر فہرست مظلوم اور غلام مسلمانوں کو کفار کے شکنجہ استبداد سے چھڑانا، نئے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کرنا وغیرہ شامل ہے۔ کفالت نبوت کے حق دار بننے والوں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، لعینہ، زنیرہ، نہدیہ اور ام عبیس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [3]

ان کفالتوں میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعاون بھی بے مثال ہے جس کا ذکر نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں کیا: ((**مانفعني مال احد قط مانفعني مال ابی بکر**)) [4] "مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا ہے۔" حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ اعانت یقیناً اللہ کے دین کی خدمت تھی لیکن آقا علیہ السلام چونکہ قائد اور سربراہ تھے اور یہ ساری ذمہ داریاں آپ ﷺ نے ادا کیں اس لئے آپ سے ہی منسوب ہوں گی۔

مدنی دور کی کفالتیں

مدنی دور کی نبوی کفالتوں کا احاطہ تحریر میں لانے کے لئے کئی تصانیف درکار ہیں، جن

---

[1] طبقات ابن سعد، ۱/ ۱۲۰۔ [2] رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۴۸۔

[3] الرحیق المختوم، ص ۱۳۰۔ [4] ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۶۱۔

میں مہاجرین کی آباد کاری، خانوادہ نبوت کا قیام وطعام، اہل صفہ کی کفالت، مجاہدین، غازیان اسلام اور شہداء فی سبیل اللہ کے ورثاء کی اعانت و کفالت سرفہرست تھی۔ غرض یہ کہ حضور پرنور ﷺ کی ذات گرامی نے بالواسطہ کفالت کو اس احسن انداز سے نبھایا کہ افراد، اقوام اور ملل کی آسودگیوں کا مناسب طور پر خیال رکھا۔ جس کی دوسری کوئی مثال تاریخ انسانیت پیش نہیں کرتی۔

ہم اس فصل میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بلاواسطہ ان افراد کی کفالتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو باقاعدہ طور پر آپ کے گھر میں نبوت کے زیر سایہ رہے، جن کی تعلیم وتربیت کے آپ ﷺ کفیل بنے اور انہیں آپ کی صحبت بابرکت میں رہ کر اطوار حیات کو سمجھنے اور حسن کردار وعمل سے مزین ہونے کا موقع ملا۔

حرم رسالت مآب ﷺ میں جن معزز خواتین کو داخل ہونے اور امہات المومنین کا شرف عظیم حاصل کرنے کا تمغہ افتخار ملا، ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر سب کی سب یا تو مطلقہ تھیں یا بیوہ۔ جن میں سے بعض بیویاں صاحب اولاد بھی تھیں۔ [1] جن کی کفالت اور تربیت کا ذمہ آنحضرت ﷺ نے قبول فرمایا تھا اور وہ سب کے سب آنحضور ﷺ کے زیر نگرانی پروان چڑھے ان تفاصیل سے نبی ﷺ کا اپنی اولاد سے تعلق بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے ان خوش قسمت نفوس کو بھی اپنی اولاد کی ہی طرح پالا پوسا اور تربیت فرمائی۔ جن کے اسماء کی تفصیل یہ ہے:

① حضرت ہند بن نباش بن زرارہ تمیمی

② حضرت ہالہ بن نباش

③ حضرت طاہر بن نباش

④ حضرت ہند بنت عتیق بن عائذ مخزومی (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے) [2]

⑤ حضرت سلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد

⑥ حضرت عمر بن ابی سلمہ

---

[1] نبی کریم ﷺ کے عزیز واقارب، ص، ۲۳۷۔ [2] مقالات سیرت نبوی، ۱/۲۸۸۔

⑦ حضرت درہ بنت ابی سلمہ

⑧ حضرت زینب بنت ابی سلمہ (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے) [1]

⑨ حضرت عبدالرحمٰن بن سکران بن عمرو (حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے) [2]

⑩ حضرت حبیبہ بنت عبداللہ بن جحش (حضرت رملہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے) [3]

تربیتِ اولاد

ازواج مطہرات کی مذکورہ بالا اولاد کی مکمل نگہداشت و پرداخت، تعلیم و تربیت اور کفالت و ذمہ داری کا بار حضرت اقدس ﷺ نے ہی برداشت کیا تھا اور اس حسن و خوبی کے ساتھ پرورش کی گئی تھی کہ ان میں سے ہر ایک صحابیت کے جلیل القدر منصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کا داعی و مبلغ، میدان کارزار کا مجاہد، تعلیمات اسلامی اور ارشادات نبوی کا ناشر، مزاج نبوت کا رمز شناس اور زبان و بیان نبوی کا متبع و پیروکار نظر آتا ہے، جن میں تربیت نبوی ﷺ کا مکمل عکس پایا جا سکتا ہے۔

محسن انسانیت اور معلم کائنات ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ آنے والی اولاد کی صرف کفالت ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے کریمانہ اخلاق، مشفقانہ طبیعت اور تعلیم و تربیت کی عظیم صلاحیت کے ذریعے ان فرزندان ازواج مطہرات کی جس طرح کفالت فرمائی اور ان کے احساس یتیمی کو دور کرنے کے لئے جس تعلق و وارفتگی، شفقت و محبت اور لطف و موانست کا اظہار کیا وہ حیات طیبہ کا انمول حصہ ہے۔

جس طرح محسن انسانیت اور معلم کائنات نے بچوں کی تعلیم و تربیت کو کاروان زیست کی تعمیر و ترتیب میں خشت اول قرار دیا اور اپنے لطف و کرم سے ان کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کی خاص ہدایت فرمائی، نیز زبان معجز بیان سے ایسے ارشادات عالیہ کا ظہور فرمایا، جن کی رعایت اس آب گیتی میں انقلاب برپا کر سکتی ہے اور ایسے معاشرے کا وجود عمل میں آ سکتا ہے۔ جو اقوام عالم کے لئے رشد و ہدایت کا منارہ ثابت ہو، مثلاً: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی:

---

[1] نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب، ص ۲۳۷۔

[2] محمد اشرف شریف ڈاکٹر اشتیاق احمد، ص ۲۴۴۔ [3] امہات المومنین، ص ۷۱۔

((اکرموا اولادکم، واحسنوا أدبھم)) [1]

"اپنی اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرو اور انہیں حسن آداب سے آراستہ کرو۔"

((من عال جاریتین حتی تدرکا دخلت انا وھو فی الجنة کھاتین واشار بالسبابة والوسطی)) [2]

"جس نے اس دنیا میں دو معصوم بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں سن شعور کو پہنچ جائیں تو وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے اور اپنے ہاتھ کی درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا۔"

"امرنا ان نعلم اولادنا الرمی والقرآن" [3]

"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی اولاد کو تیر اندازی اور قرآن کی تعلیم دیں۔"

یہ دونوں علوم وفنون بچوں کی تعلیم وتربیت میں اہم محرکات کا درجہ رکھتے ہیں۔

جس ذات عالی نے فرزندان ملت کی اصلاح وتربیت کیلئے ایسے ارشادات واحکام صادر فرمائے ہوں، اس نے خود نونہالوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش و پرداخت میں کیا کردار ادا کیا ہوگا جن کی پرورش کی ذمہ داری خود انہیں کے دوش مبارک پر رہی ہو۔

اس فکر واحساس کے ساتھ کتب احادیث کا مطالعہ ایسی روایتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا امہات المومنین کی سابقہ اولاد کے ساتھ معاملہ کی نگرانی وذمہ داری اور تعلیم وتربیت کے نازک فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دینے اور فکر سلیم، علم عمیق اور حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ جس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ان نفوس قدسیہ کو ربائب النبی کے معزز ترین لقب سے سرفراز ہونے کا شرف عظیم حاصل ہوا۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی تربیت وکفالت

اس عمل نبوی سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد (ہند، ہالہ اور طاہر) کو دیگر اولاد ازواج مطہرات کے مقابلہ میں مستفید ہونے کا موقع نسبتاً کم ملا۔ کیونکہ یہ حضرات جس وقت

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث: ٣٦٧١۔ [2] الادب المفرد، رقم الحديث: ٨٩٤۔

[3] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال از علامہ علاؤالدین علی المتقی الهندی: ١٦/ ١٤٩۔

آنحضرت ﷺ کی کفالت میں آئے عمر کی اس منزل میں داخل ہو چکے تھے جو تعلیم وتربیت کے اس انداز کو عبور کر چکی تھی، تاہم ان کی عمر اور ذہن ومزاج کے اعتبار سے حضرت اقدس ﷺ کا معاملہ ان کے ساتھ بھی مربیانہ اور مشفقانہ رہا اور آپ انہیں اپنی قربت ورفاقت سے نوازتے رہے۔ مثلاً: حضرت ہند بن ابی ہالہ کی روایت:

مر النبی ﷺ بالحکم ابی مروان فجعل الحکم یغمز بالنبی ویشیر باصبعه فالتفت الیه النبی وقال: ((اللهم اجعل له وزغا)) فرجف مکانه" [1]

"یعنی جب نبی ﷺ مروان کے باپ حکم کے پاس سے گزرے (جو مکہ کا شدید ترین مخالف تھا) تو وہ آپ ﷺ کو نشانہ لگانے اور انگلیوں سے اشارہ کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس پر لرزہ طاری فرمادے۔ تو وہ اپنی جگہ پر ہی حیرانی کے ساتھ لرزنے اور کپکپانے لگا۔"

یہ روایت حضرت ہند کا خانہ اندرون کے علاوہ باہر بھی آپ ﷺ کا اس کو ساتھ ساتھ رکھنے اور اپنے ساتھ ساتھ لے کر چلنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے یہ واقعہ بعثت نبوی کے بعد ابتدائی زمانہ کا ہے اور یہ روایت صرف حضرت ہند سے ہی ملتی ہے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد کہ آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے کہ اس دوران حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہالہ آئے آپ نے گفتگو کے دوران ہی ان کے آنے کی آہٹ سنی تو فرط محبت سے کہنے لگے ہالہ آگئے، ہالہ آگئے۔ اس میں جہاں آپ کی محبت وتعلق ظاہر ہوتا ہے وہیں اس کے اظہار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کے ذریعہ تعلقات میں پختگی اور مضبوطی پیدا ہو اور اس سے اصلاح وتربیت کا بڑا کام لیا جائے۔ حضرت طاہر بن ابی ہالہ کو ابتدائی عمر میں ہی مرتدین کی سرکوبی کیلئے یمن کی طرف بھیجنا مستقبل میں کسی بڑے مقصد کے لئے تیار کرنے پر دلالت کرتا ہے۔

[1] اسد الغابة، ۵/ ۷۳۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کی تربیت وکفالت

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فرزندان ودختران کے ساتھ آپ کا معاملہ مختلف تھا، کیونکہ یہ حضرات جس وقت آپ کی کفالت میں آئے سب کے سب چھوٹے اور کم سن تھے۔ اس لئے ان کی تربیت بھی ان کی عمروں کے مطابق کی گئی۔

مثلاً: حضرت عمر بن ابی سلمہ کی یہ روایت

كنت غلاماً في حجر النبي ﷺ وكانت يدي تطيش في الصحفة فقال لي رسول الله ﷺ: **((يا غلام! قل بسم الله و كل بيمينك و كل مما يليك۔))** [1]

"میں نبی اکرم ﷺ کی گود کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میرا ہاتھ پلیٹ میں چاروں طرف پھر رہا تھا۔ آپ نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھو، اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور جو کچھ تمہارے نزدیک ہے وہ کھاؤ۔"

آپ کی تربیت اور تعلیم کا دلکش اسلوب پیش کرتی ہے۔

اسی طرح حضرت ام سلمہ کی ہی سب سے چھوٹی اولاد حضرت زینب بنت ابی سلمہ کے ساتھ کھیلنا اور فرط محبت سے زینب کے بجائے زوینب کہنا جہاں آپ ﷺ کا ان سے غایت درجہ تعلق اور انسیت ومحبت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہیں اس کا بھی سبق ملتا ہے کہ بچوں کی تربیت اور پرورش میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو ان کے مزاج وذہن سے ہم آہنگ ہو اور جس میں فطرت وطبیعت کا پورا خیال رکھا گیا ہو، تاکہ بچہ تربیت کی پہلی منزل میں انداز بیان اور نفس مضمون کی سختی ودرشتگی سے متنفر ہونے کی بجائے اپنے مزاج اور ذوق کے مطابق کلام کو پا کر اس سے دلچسپی کا مظاہرہ کرے اور شوق ورغبت کے ساتھ فکر وذہن کی اصلاح وتربیت کا اہم فریضہ انجام پاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

ان النبي ﷺ كان يلاعب زينب بنت ابي سلمة ويقول: **((يا زوينب يا زوينب۔))** [2]

---

[1] ابن ماجه، رقم الحديث: ٣٢٦٧۔ [2] كنز العمال، ٧/ ٨٥۔

''کہ رسول اللہ زینب بنت ابی سلمہ سے کھیلتے تھے اور کہتے تھے: اے زوینب اے زوینب۔''

نیز حضرت زینب سے ہی مروی یہ روایت:

كانت امى اذا دخل رسول الله ﷺ يغتسل تقول: ادخلى عليه، فاذا دخلت عليه نضح فى وجهى من الماء ويقول: ((ارجعى۔)) [1]

''یعنی جب آپ ﷺ غسل فرماتے تو میری والدہ (ام سلمہ) کہتیں آپ کے قریب جاؤ جب میں جاتی تو آپ میرے چہرے پر پانی اچھالتے اور فرماتے: جاؤ جاؤ۔''

رسول اکرم ﷺ کا ان سے بے حد تعلق اور دلجوئی و دلبستگی کے ساتھ آپ کے انداز تربیت کا شاہکار بھی ہے، جو یہ باور کراتا ہے کہ بچوں کی عمر اور ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے پیش آنا چاہیے۔

کم عمری میں ہی سلمہ بن ابی سلمہ کا اپنی چچا زاد بہن امامہ بنت حمزہ سے نکاح فرما کر جہاں ام المومنین حضرت ام سلمہ کی دلجوئی مقصود تھی وہیں احساس ذمہ داری اور فرائض کی ادائیگی میں عجلت بھی پیش نظر متصور ہوتی ہے نیز رخصتی سے قبل ہی امامہ بنت حمزہ۔ کے انتقال پر آپ ﷺ کا یہ فرمانا ((هل جزيت سلمة)) ''کیا تو نے سلمہ کا حق دے دیا ہے۔'' [2] حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی محبت پر غماز ہے۔

اس کے علاوہ ان اولا و ازواج مطہرات کا دیگر امہات المومنین سے ربط و تعلق ان کے گھروں میں جانا ان سے روایت کرنا مثلاً: حضرت حبیبہ بنت ام حبیبہ کا ام المومنین حضرت زینب بنت جحش سے روایت کرنا، حضرت زینب بنت ابی سلمہ کا حضرت ام حبیبہ سے روایت کرنا اور حضرت عائشہ کا ہالہ بن ابی ہالہ کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا ''ہالہ آ گئے ہالہ آ گئے'' کا قول نقل کرنا وغیرہ جیسے واقعات میں بھی آپ کی تعلیم و تربیت کا اثر واضح طور پر نظر آتا ہے۔ جس نے اپنے اور غیر کے

[1] اسد الغابة، ٥/ ٤٦١۔ [2] الاستيعاب، ٢/ ٦٤۔

فرق کو ختم کر کے تمام امہات المومنین سے ربط و تعلق کو اس طرح استوار کر دیا تھا کہ ان میں سے کسی کے چہرے پر کسی کے سلسلہ میں ناگواری کی شکن ابھرتی اور نہ زبان پر حرفِ شکایت آتا۔

تربیتِ رسول ﷺ کے اثرات

یہ سب کے سب رسول اقدس ﷺ کی تربیت کا کرشمہ ہیں۔ جنہیں ان کے اخلاق و اعمال کی درستگی، فکر و نظر کی اصلاح اور علم و فن سے وابستگی کی طرف راہنمائی اس انداز سے فرمائی کہ ان میں سے ہر ایک اخلاق و مروت رشد و ہدایت، تبلیغ و دعوت اور فقہ و بصیرت کے بلند مقام پر فائز ہے جن سے علم و فن کا چراغ روشن ہوا اور رشد و ہدایت کی ایسی کرنیں نمودار ہوئیں جن کی روشنی میں دنیا آج تک علم و تحقیق اور فکر و فن کے جواہر پارے تلاش کر رہی ہے۔ مذکورہ بالا واقعات و روایات سے نبی ﷺ کی نجی زندگی کا ایک منفرد باب سامنے آتا ہے۔ جس میں آپ کی بچوں سے محبت و شفقت اور انداز تربیت بہت دلنشیں انداز میں نظر آتا ہے۔ آپ کا یہ مربیانہ رویہ اساتذہ کرام، مصلحین قوم اور معمار ملت کے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کی نجی زندگی کے اس پہلو میں رشتہ داروں سے مروت و مودت کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کی بہت تاکید و تعلیم موجود ہے۔ جس کی اسلام میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ لہٰذا ہمیں ہادی کائنات اور رحمت عالم کی تعلیمات کو دل و جان سے قبول کرنا چاہیے اور اپنے گھروں، خاندانوں اور معاشرے کی اصلاح کے لئے انہی سنہری اصولوں پر عمل کرنا چاہیے، تاکہ ہمارا اسلامی معاشرہ جنت کا گہوارہ بن سکے۔

اس باب میں بہت سارے حالات اور کارنامے کتب احادیث اور سیر میں موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے ان نفوس قدسیہ جنہیں کاشانہ نبوت میں پروان چڑھنے اور آغوش رسالت میں پلنے اور بڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، جن کی پرورش و پرداخت میں رحمت عالم ﷺ کی شفقت و محبت، لطف و موانست، دانائی و حکمت کا بڑا حصہ سمٹ کر جمع ہو گیا ہے۔ یہ مخفی پہلو اس بات کا مستحق ہے کہ اسے سیرت النبی ﷺ کے پاکیزہ اور مقدس صفحات پر باقاعدہ جگہ دی جائے۔ جس کے مطالعہ سے حضرت محبوب اقدس ﷺ کے طرز تعلیم و تربیت اور اصول اصلاح و درستگی کا انوکھا انداز سامنے آتا ہے۔ جسے کتاب زیست کا درخشندہ و تابندہ باب قرار دیا جاسکتا ہے۔ جن افراد کی تعلیم و تربیت کے آپ کفیل بنے اور انہیں آپ کی صحبت بابرکت میں رہ

کر اطوار حیات کو سمجھنے اور حسن کردار و عمل سے مزین ہونے کا موقع ملا، یہ سب اسی صحبت نبوی کا فیض ہے جن کی پاکیزہ زندگی میں عظمتوں کے اتنے نقوش موجود ہیں جنہیں اختیار کر کے آج بھی کامرانی اور کامیابی سے سرفراز ہوا جا سکتا ہے۔

؎ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

باب ششم: بعداز وفات النبی ﷺ ازواج النبی ﷺ کے گزراوقات

فصل اوّل: نبی کریم ﷺ کی وفات

آخری ایام

محمد بن سیرین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا:

أخضب النبی ﷺ؟ قال: لم یبلغ الشیب الا قلیلا۔ ❶

''کیا رسول اللہ ﷺ نے خضاب استعمال فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ بہت کم بڑھاپے کو پہنچے تھے۔''

عن ابی رمثة التیمی تیم الرباب قال: أتیت النبی ﷺ ومعی ابن لی قال: فأریته فقلت: لما رأیته هذا نبی الله وعلیه ثوبان اخضران ولا شعر اِلاء قد علاه الشیب و شیبه أحمر۔ ❷

''حضرت ابورمثہ تیمی فرماتے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا اور مجھے آپ ﷺ دکھائی دیے جب میں نے آپ کو دیکھا تو اسے (بیٹے) کو کہا یہ اللہ کے نبی ہیں اور آپ پر سبز رنگ کی دو چادریں تھیں اور آپ کے بالوں پر سفیدی کا غلبہ تھا اور آپ کے سفید بال سرخ تھے۔''

عن سماك بن حرب قال: قیل لجابر بن سمرة: ماکان فی رأس رسول الله ﷺ شیب؟ قال: لم یکن فی رأس رسول الله ﷺ شیب إلا شعرات فی مفرق رأسه إذا ادهن وارهن الدهن ❸

''سماک بن حرب کہتے ہیں کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سر میں سفید بال بھی تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول

---

❶ بخاری، رقم الحدیث:٥٨٩٤؛مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث:٦٠٧٥۔

❷ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث:٤٣۔ ❸ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦٠٨٣؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث:٤٤۔

اللہ ﷺ کے سر مبارک میں مانگ نکالنے کی جگہ میں چند بال سفید تھے۔ جب آپ تیل لگاتے تو تیل ان کو چھپا دیتا۔"

عن ابن عباس قال: قال ابوبکر: یا رسول الله ﷺ قد شبت۔ قال: ((شیبتنی هود والواقعة والمرسلات وعم یتسآءلون واذا الشمس کورت۔)) ❶

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جناب ابوبکر نے کہا اللہ کے رسول آپ بوڑھے ہو گئے ہیں! فرمایا: مجھے سورۂ ہود، واقعہ، مرسلات، عم یتساءلون (النباء) اور اذا الشمس کورت (التکویر) نے بوڑھا کر دیا ہے۔"

عن ابن عمر قال: عددت شیب رسول الله ﷺ نحو من عشرین شعرة۔ ❷

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کے (آثار بڑھاپا میں) تقریباً بیس سفید بال گنے۔"

بخار کی حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ما رأیت احد اشد علیه الوجع من رسول الله ﷺ ❸

"میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ سخت درد میں نہیں دیکھا۔"

عن عبید الله بن عبدالله قال: سألت عائشة فقلت: أی أمه أخبرینی عن مرض رسول الله ﷺ قالت: اشتکی فعلق ینفث فجعلنا نشبه نفسه بنفثة آکل الزبیب ❹

"حضرت عبیداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

❶ ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ۳۲۹۷؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٤١۔
❷ احمد، المسند، رقم الحدیث: ٥٢٣٣۔ ❸ بخاری، رقم الحدیث: ٥٦٤٦۔
❹ ابن ماجه، السنن، رقم الحدیث: ١٦١٨؛ صحیح ابن ماجه، رقم الحدیث: ١٦٤١۔

کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا حال بیان کرو تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بیمار ہوئے تو آپ پھونکنا شروع کرتے اپنے بدن پر۔ تو ہم نے آپ کے پھونکنے کو انگور کھانے والے کے پھونکنے سے مشابہت دی۔''

عن أم سلمة أن رسول الله ﷺ كان يقول في مرضه الذي توفي فيه: ((الصلوة وما ملكت ايمانكم۔)) ❶

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس بیماری میں فوت ہوئے۔ فرماتے تھے: نماز اور غلاموں کا خیال رکھنا۔''

بیماری کی شدت

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ:

دخلت على رسول الله ﷺ وهو يوعك فقلت: يا رسول الله ﷺ انك توعك وعكا شديدًا قال: ((اني اوعك كما يوعك رجلان منكم)) قلت: ذالك بأن لك اجرين۔ ❷

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ کو بہت تیز بخار تھا میں نے کہا کہ آپ کو سخت بخار ہے آپ نے فرمایا: مجھے دو آدمیوں کے برابر بخار ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کے لیے دو اجر ہیں۔''

علاج کروانا (سینگی لگوانا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

عن النبي ﷺ احتجم وأعطى الحجام أجره واستعط۔ ❸

''رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی اور حجام کو اس کی اجرت دی اور ناک میں دوائی ڈالی۔''

عن ابن عباس قال: احتجم النبي ﷺ في رأسه وهو محرم من

---

❶ ابن ماجه، السنن، ١٦٢٥؛ ایضًا، ١٦٤٨۔ ❷ بخاری، رقم الحديث: ٥٦٤٨۔

❸ ابو داود، السنن، رقم الحديث: ٣٨٦٧۔

وجع كان به بماء ❶

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تکلیف کی وجہ سے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔''

عن علی بن عبید الله عن جدته سلمة وكانت تخدم النبی ﷺ قالت: ما كان يكون برسول الله ﷺ قرحة ولا نكبة إلا أمرنی رسول الله ﷺ أن أضع عليها الحنا ❷

''حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتی تھی وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی زخم وغیرہ ہو جاتا تو مجھے رسول اللہ ﷺ اس پر مہندی لگانے کا حکم دیتے۔''

عن حميد قال: سئل انس بن مالك عن كسب الحجام وقال انس: احتجم رسول الله ﷺ حجمه ابو طيبة فأمرله بصا عين من طعام وكلم أهله فوضعوا عنه من خراجه ❸

''حضرت حمید فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سینگی لگوانے کی کمائی کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی تھی اور آپ کو سینگی لگانے والا ابوطیبہ رضی اللہ عنہ تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور اس کے آقا سے بات بھی کی انہوں نے اس کا کچھ ٹیکس کم کر دیا۔''

عن انس بن مالك أن رسول الله ﷺ إحتجم وهو محرم بملل على ظهر القدم ❹

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں ملل کے مقام پر پاؤں کی پشت پر سینگی لگوائی۔ (الملل مدینہ سے مکہ

---

❶ ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢٠٥٤؛ صحيح ترمذی، السنن، رقم الحديث: ٢١٤٤۔
❷ بخاری، رقم الحديث: ١٦٠٥۔ ❸ ايضًا، ٢٠٥٨۔ ❹ ايضًا، ٢١٠٢؛ مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٤٠٣٨؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٦١۔

کی جانب ایک مقام کا نام ہے)۔"

حجامت (سینگی لگوانے) کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

عن حميد قال: سئل انس بن مالك عن كسب الحجام وقال انس: احتجم رسول الله ﷺ حجمه أبو طيبة فأمر له بصا عين من طعام و كلم أهله فوضعوا عنه من خراجه وقال: ((ان افضل ماتداويتم به الحجامة)) [1]

"حضرت حمید فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سینگی لگوانے کی کمائی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوائی تھی اور آپ کو سینگی لگانے والا ابوطیبہ رضی اللہ عنہ تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو دو صاع غلہ دینے کا حکم دیا اور اس کے آقا سے بات بھی کی انہوں نے اس کا کچھ ٹیکس کم کر دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ سینگی لگوانا بہترین علاج ہے۔"

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے:

عن ابن عباس أظنه قال: ان النبی ﷺ إحتجم فی الأخدعين وبين الكتفين واعطى الحجام اجره ولو كان حراماً لم يعطه [2]

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے گردن کی رگوں پر اور کندھوں کے درمیان سینگی لگوائی اور سینگی لگانے والے کو اجرت دی، اگر یہ حرام ہوتی تو آپ ﷺ اس کو اجرت نہ دیتے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حجامت کے متعلق جو روایت موجود ہے وہ اس طرح ہے:

عن انس بن مالك قال: كان رسول الله ﷺ يحتجم فی الأخدعين والكاهل وكان يحتجم سبع عشرة وتسع عشرة واحدى وعشرين۔ [3]

---

[1] ابو داود، السنن، رقم الحديث: ١٨٣٧؛ نسائی، السنن، رقم الحديث: ٢٨٥٢؛ صحيح نسائی رقم الحديث: ٢٨٤٩۔ [2] بخاری، رقم الحديث: ١٢٠٣؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٦٣۔ [3] ابو داود، السنن، رقم الحديث: ٣٨٦٠؛ ابن ماجه، السنن، رقم الحديث: ٣٤٨٣؛ ترمذی، الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٦٥۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گردن کی دونوں رگوں اور کندھوں کی رگوں میں سینگی لگواتے تھے۔آپ چاند کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سینگی لگواتے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح ہے۔''

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ احتجم وهو محرم بملل على ظهر القدم [1]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں ملل مقام پر پاؤں کی پشت پر سینگی لگوائی۔''

عمر مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ان النبی ﷺ توفی وهو ابن ثلاث وستين۔ [2]

''نبی ﷺ نے تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔''

عن ابن عباس قال: مكث النبی ﷺ بمكة ثلاث عشرة سنة يوحى اليه وبالمدينة عشرا وتوفى وهو ابن ثلاث وستين۔ [3]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں تیرا سال نزولِ وحی کے ساتھ گزارے اور دس سال مدینہ میں اور آپ نے کل تریسٹھ سال کے عمر میں وفات پائی۔''

وفات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

آخر نظرة نظرتها الى رسول الله ﷺ كشف الستارة يوم الاثنين فنظرت الى وجهه كانه ورقة مصحف والناس يصلون خلف

---

[1] بخاری، رقم الحدیث: ٦٨٠؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٩٤٤؛ نسائی، السنن، رقم الحدیث: ١٨٣٢۔ [2] ایضًا، ٣٩٠٢؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ٦٠٩٦؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ٣٩٠۔

[3] ترمذی، السنن، رقم الحدیث: ١٠١٨؛ صحیح ترمذی، رقم الحدیث: ١٠٢٩۔

ابی بکر فکاد الناس ان یضطربوا فاشار الی الناس ان اثبتوا وابوبکر یؤمهم والقی السجف وتوفی رسول الله ﷺ من آخر ذالك الیوم۔ [1]

''رسول اللہ ﷺ پر میری آخری نظر جو پڑی وہ سوموار کا دن تھا، آپ نے پردہ اٹھایا تو میں نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھا گویا کہ وہ قرآن کا ورق ہے۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے قریب تھا کہ لوگ اپنی جگہوں سے حرکت کر جاتے لیکن آپ نے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت کر رہے تھے آپ نے پردہ کو نیچے گرا دیا اور آپ اسی دن کے آخر میں وفات پا گئے۔''

عن عائشة قالت: لا اغبط احداً بهون موت بعد الذی رأیت من شدة موت رسول الله ﷺ [2]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر شدت و تکلیف کا مشاہدہ کرنے کے بعد کسی آدمی کی موت کی آسانی پر رشک نہیں ہوا۔''

عن عائشة قالت: لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا فی دفنه فقال ابو بکر: سمعت من رسول الله ﷺ شیئا ما نسیته قال: ما قبض الله نبیاً إلا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیه ودفنوه فی موضع فراشه۔ [3]

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے تو صحابہ کرام نے آپ کے دفن کے بارے میں اختلاف کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے جو مجھے بھولا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کو فوت ہی اس جگہ پر کرتا ہے جہاں پر

---

[1] صحیح ترمذی، ۳۶۱۸؛ ایضا، ۳۸۷۹۔ [2] ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۳۸۱۔ [3] بخاری، رقم الحدیث: ۳۹۰۲؛ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۶۰۹۶؛ ترمذی، الشمائل المحمدیة، رقم الحدیث: ۳۹۰۔

اس کا دفن ہونا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو بھی اسی جگہ دفن کیا جہاں آپ کا بستر مبارک تھا۔"

عن انس بن مالك قال: لما كان اليوم الذى دخل رسول الله ﷺ فى المدينة اضاء منها كل شىء فلما كان اليوم الذى مات فيه اظلم منها كل شىء وما نفضنا عن رسول الله ﷺ وانا لفى دفنه حتى انكرنا قلوبنا۔ [1]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ جس دن مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز خوشی سے روشن تھی اور جس دن وہ فوت ہوئے تو ہر چیز غم کی وجہ سے تاریک تھی ہم نے ابھی ہاتھوں سے خاک نہ جھاڑی تھی اور دفن میں مشغول تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تبدیلی محسوس کی۔"

تکفین وتدفین

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ان عائشة زوج النبى ﷺ أخبرته أن رسول لله ﷺ حين توفى سجى ببرد حبرة [2]

"رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے تو آپ ﷺ کو یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔"

عن عائشة قالت: لما قبض رسول الله ﷺ اختلفوا فى دفنه فقال ابو بكر: سمعت من رسول الله ﷺ شيئا ما نسيته قال: ((ما قبض الله نبيًّا إلا فى الموضع الذى يحب ان يدفن فيه)) فدفنوه فى موضع فراشه۔ [3]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے تو صحابہ

---

[1] ترمذی، الشمائل ترمذی، باب ماجاء فی وفات رسول الله ﷺ رقم الحديث، ۸۔

[2] ترمذی، رقم الحديث: ۹۹۶۔ [3] الشمائل رقم الحديث: ۵ مؤطا، رقم الحديث: ۵۴۳۔

کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے دفن کے بارے میں اختلاف کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ سنا ہے جو مجھے بھولا نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نبی کو فوت ہی اس جگہ پر کرتا ہے جہاں پر اس کا دفن ہونا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو بھی اسی جگہ دفن کیا جہاں آپ کا بستر مبارک تھا۔"

عن ابن عباس قال: لما ارادوا ان يحفروا لرسول الله ﷺ بعثوا إلى ابى عبيدة بن جراح وكان يحفر كحفر اهل مكة وبعث الى ابى طلحة وكان هو الذى يحفر لاهل مدينة وكان يلحد فبعثوا اليها ما رسول لين فقالوا: اللهم اختر لى رسولك فوجه ابا طلحة فجيئ به ولم يوجد ابو عبيده فلحد لرسول ﷺ قال: فلما فرغوا من جهاز ه يوم الثلاثاء وضع على سريره فى بيته ثم دخل الناس على رسول ارسالاً يصلون عليه [1]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کھودنے کا ارادہ کیا تو ابو عبیدہ بن جراح کو پیغام بھیجا جو مکہ والوں کی طرح صندوقی قبر کھودتے تھے اور حضرت ابوطلحہ کو پیغام بھیجا جو مدینہ والوں کی طرح قبر کھودتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دونوں کے پاس قاصد بھیجے اور دعا کی یا اللہ تو اختیار کر لے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے اچھا ہے حضرت ابوطلحہ مل گئے اور وہ آ گئے اور حضرت ابوعبیدہ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے لیے بغلی قبر کھودی گئی جب منگل کے دن آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے صحابہ کرام فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ کی چارپائی گھر میں رکھی گئی اور صحابہ فوج در فوج اندر آنا شروع ہو گئے یہ لوگ آپ ﷺ پر درود پڑھتے جاتے تھے۔

عن عائشة قالت: كفن رسول الله ﷺ فى ثلاثة اثواب بيض سحولية [2]

---

[1] ابن ماجه، السنن، رقم الحديث:١٦٢٨ [ضعيف]؛ابن ماجه، رقم الحديث: ٦٥١ [ضعيف]

[2] مسلم، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٢١١٧٩۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔“

ورثۃ النبی ﷺ

کتب احادیث میں میراث النبی ﷺ کے ابواب موجود ہیں جن کے مطالعہ سے دو چیزوں کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے:

① نبی ﷺ نے دنیاوی بادشاہوں کی طرح جاگیریں جائیدادیں اور محلات ورثہ میں نہیں چھوڑے بلکہ چند چیزوں کا ذکر احادیث سے ملتا ہے جن میں آپ ﷺ کے ہتھیار، سواری کا خچر، ٹکڑا زمین اور چند کپڑے شامل ہیں۔

② نبی ﷺ کا چھوڑا ہوا مال وراثت نہیں ہوتا بلکہ صدقہ ہوتا ہے۔

((کل مال نبی صدقة الا ما اطعمه انا لا نورث))

”نبی ﷺ کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے مگر جو اس نے اپنے اہل وعیال کو کھلایا۔ ہم انبیا کسی کو وارث نہیں بناتے۔“ [1]

((ماترکنا فهو صدقة)) ”ہم انبیاء کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔“ [2]

آپ ﷺ نے درہم و دینار جانور اور مویشی لونڈی اور غلام کچھ ترکہ میں نہیں چھوڑا۔ اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے کہ انبیا کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اس کی مفسرین نے مختلف وجوہ درج کی ہیں۔ جن میں سے چند مختصراً بیان کی جاتی ہیں:

① انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ زندگی دنیاوی زندگی کے مماثل نہیں ہے، لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی بیویوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن مجید میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

② نبی ﷺ کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں۔ صوفیہ میں بھی یہ مقولہ مشہور ہے، الصوفی لا یملك (یعنی صوفی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا)۔

---

[1] الشمائل المحمدية، رقم الحديث: ٣٧٤۔

[2] بخاری، الجامع الصحيح، رقم الحديث: ٣٨٥۔

کیونکہ وہ اپنے آپ کو ان ناپائیدار چیزوں کا مالک نہیں سمجھتا۔

③ دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے۔

④ اگر نبی کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا تمنا کرلے اور دونوں چیزیں اس کی بربادی کا سبب ہونگی۔

⑤ لوگوں کو یہ وہم نہ گزرے کہ نبوت کا دعویٰ اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مال جمع کرنے اور انہیں مالدار چھوڑ جانے کے لئے ہے۔

⑥ نبی تمام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہیں لہٰذا اس کا تمام مال تمام لوگوں کے لئے ہے۔

⑦ یہ اصول اور ضابطہ نبی کی ذات مقدس کو مال کے زنگ اور میل کچیل سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی ہوسکتا ہے باقی اصل حکمتیں تو اللہ رب العالمین ہی جانتا ہے۔ جس کا علم وحکمت ساری کائنات پر حاوی ہے۔ [1]

---

[1] شمائل ترمذی، (مترجم) ص۔٤٠٤۔

فصل دوئم: بعد از وفات ازواج النبی ﷺ و بنات النبی ﷺ کے گزر اوقات

اس فصل میں ان نوخوش نصیب خواتین، جن کو حرم رسالت مآب ﷺ میں کچھ لمحات جاودانی گزرانے اور امہات المومنین کا شرف حاصل کرنے کا تمغہ افتخار ملا۔ ان کے حالات زندگی کے ان ایام کو پیش کیا ہے جو انہوں نے بیوگی کے دور میں بسر کیے، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ آغوش نبوت ﷺ میں فیض تربیت حاصل کرنے والیوں پر اسلام کے اثرات کتنے گہرے نقش ہو چکے تھے کہ پھر گردش لیل ونہار بھی اسے مٹا نہ سکی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات قدرے تفصیلی ہیں کیونکہ ان کی آقائے نامدار ﷺ سے محبت اور بیوگی کا عرصہ، وقت اور امورِ امت میں شرکت بھی سب سے زیادہ تھی۔

محمد ﷺ (فداہ ابی وامی) کی رحلت کے وقت آپ کی قابل صد احترام نو فاضلہ ازواج محترمات حیات تھیں اور صرف ایک بیٹی محترمہ حیات تھیں۔ اس لیے آخر میں ان کا تذکرہ بھی ہوگا۔ ان کی بقیہ زندگی کے حالات مختصراً الگ الگ زینت قرطاس کیے جاتے ہیں۔ آغاز کیا جاتا ہے خاتونِ جنت، حرم نبوت، مخدومہ کائنات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات وواقعات سے کیونکہ صدیقہ کائنات میں سب بیویوں سے کم سن اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کے انتقال کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۱۸ برس تھی۔ [1] بیوگی زندگی کے ۴۰ سال آپ رضی اللہ عنہا نے آقا علیہ السلام کی محبت میں آپ کے منبر اقدس کے پاس اسی حجرے میں گزار دیے ضابطہ خداوندی کے تحت زوجہ نبی ﷺ کی دوسری شادی تو ہو نہیں سکتی تھی جس کا ذکر سورۃ الاحزاب کی آیت (۱،۷) میں ہے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیوگی زندگی کے بقیہ ایام امت کی ماں بن کر آیات الٰہی اور اسوۂ رسول کی عملی تصویر بن کر گزار دیے وفات

[1] شمائل ترمذی، ص۔ ٤٠٥۔

النبی ﷺ کے بعد سب سے پہلے سیدنا ابو بکر صدیق خلیفہ بلا فصل تھے اور سب جانتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ عائشہ کے باپ تھے لیکن اس خلافت پدری میں بھی ان سے کوئی شر سرزد نہیں ہوا بلکہ آپ رضی اللہ عنہا ہمیشہ خیر کا حصہ بنی رہیں۔

جب دیگر امہات المومنین نے چاہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر خلیفۃ الرسول کے پاس بھیجیں اور وراثت کا مطالبہ کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سب کو یاد دلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں فرما گئے تھے کہ ''میرا کوئی وارث نہیں ہوگا اور میرا تمام متروکہ صدقہ ہوگا'' سن کر سب خاموش ہوگئیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے باپ کی خلافت کے دور میں بھی گھریلو ضروریات کے لئے وہی کچھ ملتا رہا جو نبی ﷺ کے زمانہ میں ملتا تھا البتہ کچھ جائیداد بیٹی کو دی تھی اور وہ بھی آخری وقت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دی تھی۔ عہد صدیقی صرف دو سال قائم رہا۔ جلد ہی اس بیوہ کو یتیمی کا صدمہ بھی سہنا پڑا چنانچہ وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نبی ﷺ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت نظم و نسق اور فتوحات کے لحاظ سے عروج کا زمانہ تھا۔ اس دور میں عام مسلمانوں کی طرح امہات المومنین کے وظائف بھی مقرر کیے گئے۔ دیگر ازواج کے لئے دس دس ہزار اور عائشہ صدیقہ کے لئے بارہ ہزار مقرر کیا۔ اس ترجیح کا سبب خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا کہ میں ان کو دو ہزار اس لیے زیادہ دیتا ہوں کہ وہ آنحضرت ﷺ کو محبوب تھیں۔ ازواج مطہرات کی تعداد کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نو پیالے تیار کروائے جب کوئی چیز آتی تو ایک ایک پیالہ میں ڈال کر سب امہات کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیہ ہاتھ آئی۔ سب کو موتیوں کی تقسیم مشکل نظر آرہی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مشورہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دی۔ انہوں نے قبول فرمایا کھول کر دیکھا تو فرمانے لگیں۔ آنحضور ﷺ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ پر بڑے بڑے احسان کیے ہیں خدایا مجھے آئندہ ان کے عطیات کے لیے زندہ نہ رکھنا۔

---

[1] رحمۃ للعالمین: ۱/ ۱۶۹۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عامۃ المسلمین اور امہات المومنین کی خدمت تقریباً (۱۱) گیارہ سال کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور ان کی خواہش پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایثار کرتے ہوئے حجرے میں اپنے دفن کی جگہ پر دفنانے کی اجازت دے دی اور اس حجرہ مقدس میں خلافت کا دوسرا چاند بھی نگاہوں سے دور ہو کر غروب ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خواب بھی سچا ہو گیا۔ جو انہوں نے دیکھا تھا کہ ان کے حجرہ میں تین چاند ٹوٹ کر گرے ہیں انہوں نے اس کا ذکر اپنے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جب نبی ﷺ اس حجرہ میں دفن ہوئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان تین میں سے ایک چاند یہ ہے اور باقی تینوں میں سب سے افضل ہے۔ [1] خلیفہ ثالث داماد رسول ﷺ عثمان بن عفان کا دور اقتدار خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ طویل ہے جو کہ بارہ برس ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ تم کو خلافت کا جامہ پہنائے تو اس کو نہ اتارنا۔ [2] عام مسلمانوں اور صحابہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ کبائر صحابہ آپ رضی اللہ عنہا سے اہم امور میں مشورہ فرماتے تھے اور مسائل بھی حل کرواتے اور فتویٰ بھی حاصل کرتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارے دور عثمانی میں شب و روز اللہ کی رضا کے حصول میں گزاری جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا حج کے لیے مکہ مکرمہ گئی ہوئی تھیں واپسی پر جب اطلاع ملی تو بہت غمزدہ ہوئیں اور بعد میں ہمیشہ عثمان ذوالنورین کو اچھے کلمات سے یاد کرتی رہیں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف میں آپ رضی اللہ عنہا کی مثالی تقریر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جزء خلق العباد میں موجود ہے۔ [3]

حج سے واپسی پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس لوگوں کے وفود آتے اور مشورہ کرتے تھے حالات کی نزاکت پر غور و خوض اور مسئلہ کے حل کے لیے توجہ دلاتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بنیادی طور پر نہایت بلند حوصلہ، جری اور بہادر تھیں۔ آپ نے جنگ بدر اور احد میں شرکت کی۔ جب بہادروں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے تو حضرت عائشہ زخمیوں کو پانی پلا رہی تھیں۔

---

[1] مؤطا، رقم الحدیث ٥٤٦۔

[2] ترمذی، رقم الحدیث؛ ابن ماجہ، رقم الحدیث۔ [3] مسند احمد: ۲/ ۲٦۲۔

خلفائے راشدین کا دور انتشار کا زمانہ تھا۔ باہمی لڑائیاں عروج پر تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان طویل لڑائی جاری رہی اپنے ذاتی اجتہاد اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے انتقام اور کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے پر آپ رضی اللہ عنہا بھی جنگ جمل میں شریک ہوئیں لیکن یہ سارا کچھ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذاتی رنجش کی وجہ سے نہ تھا بلکہ یہ اتفاقی معرکہ آرائی لوگوں کے پراپیگنڈہ کے نتیجے میں ہوئی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعلقات کی نوعیت سمجھنے کے لئے درج ذیل واقعہ کو دیکھتے ہیں کہ امام طبری نے لکھا کہ جنگ کے اختتام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہا کو دار بصریٰ رئیس کے پاس گھر میں اتارا۔ اس گھر میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج کے زخمی سپاہیوں نے پناہ لی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ۴۰ معزز آدمیوں کے جھرمٹ کی نگرانی میں ان کو حجاز کی طرف رخصت کیا۔ عام مسلمانوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دور تک مشایعت کی یا حفاظت حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک ساتھ گئے چلتے وقت تمام مجمع کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اقرار کیا کہ مجھ کو نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی قسم کی کدورت تھی اور نہ اب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس قسم کے الفاظ دہرائے اور قافلہ حجاز مقدس کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہ کے بیس سالہ دور اقتدار میں پہلے اٹھارہ سال حیات رہی ہیں اس زمانہ میں خاموشی سے گھر کے اندر شب وروز بسر کرتی تھیں۔ ۶۸ سال کی عمر پا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور اقتدار کے آخر میں وفات پائی۔ اپنے آخری وقت میں وصیت کی کہ اس حجرے میں نبی ﷺ کے ساتھ مجھے دفن نہ کرنا۔ بلکہ باقی ازواج کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ۱۳ جون ۶۷۸ء نماز وتر کے بعد رات کو ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں مردوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی مدینہ میں قیامت برپا تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وراثت میں ایک جنگل بھی چھوڑا جو اسماء کو ملا جس کو اسماء نے ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی اور فیاضی بہت مشہور تھی۔ ساری زندگی نبی ﷺ کے اسوہ کے مطابق اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہیں۔ حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری ستر ہزار کی رقم راہ خدا میں دے دی اور دوپٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔

اخلاق وعادات

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بچپن سے جوانی تک کا زمانہ اس ذات اقدس ﷺ کی صحبت میں بسر کیا جو دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے آئی تھی اور جس کے روئے جمال کا غازہ ﴿ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴾ [1] ہے اس تربیت گاہ روحانی یعنی کاشانہ نبوت نے خواتین حرم کو حسن اخلاق کے اس رتبہ تک پہنچا دیا تھا جو انسانیت کی روحانی ترقی کی آخری منزل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا وہ نہایت سنجیدہ، فیاض، قانع، عبادت گزار اور رحم دل تھیں۔

قناعت پسندی

عورت اور قناعت پسندی دو متضاد مفہوم ہیں صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں سب سے زیادہ عورتوں کو دیکھا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ شوہروں کی ناشکر گزاری کی وجہ سے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات میں وہ دونوں مجتمع ہیں، انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی جس عسرت اور فقر وفاقہ سے بسر کی وہ پچھلے صفحوں میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے، لیکن وہ کبھی شکایت کا کوئی حرف زبان پر نہیں لائیں۔ بیش بہا لباس گراں، قیمت زیور، عالی شان عمارت، لذیذ ایوان نعمت ان میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی اور دیکھ رہی تھیں کہ فتوحات کا خزانہ سیلاب کی طرح ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف نکل جاتا ہے تاہم کبھی ان کی طلب بلکہ ہوس بھی ان کو دامن گیر نہیں ہوئی۔ آنحضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد ایک دفعہ انہوں نے کھانا طلب کیا، پھر فرمایا میں کبھی سیر ہو کر نہیں کھاتی کہ مجھے رونا نہ آتا ہے ان کے ایک شاگرد نے پوچھا یہ کیوں؟ فرمایا مجھے وہ حالت یاد آتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے دنیا کو چھوڑا، اللہ کی قسم دن میں دو دفعہ کبھی سیر ہو کر آپ ﷺ نے روٹی اور گوشت نہیں کھایا [2] اللہ نے اولاد سے محروم کیا تھا تو عام مسلمانوں کے بچوں کو اور زیادہ تر یتیموں کو لے کر پرورش کیا کرتی تھیں، ان کی تعلیم وتربیت کرتی تھیں اور ان کی شادی

[1] ٦٨/ القلم: ٤۔ [2] بخاری، جز خلق العباد، ص-٦٧۔

بیاہ کے فرائض سرانجام دیتی تھیں۔ اللہ نے ان کو کاشانہ نبوت کی ملکہ بنایا تھا، اس فرض کو وہ نہایت خوبی سے انجام دیتی تھیں۔

غیبت سے احتراز

وہ کبھی کسی کی برائی نہیں کرتی تھیں، ان کی روایات کی تعداد ہزاروں تک ہے، مگر اس دفتر میں کسی شخص کی توہین یا بدگوئی کا ایک حرف بھی نہیں ہے، سوکنوں کو برا کہنا عورتوں کی خصوصیت ہے مگر اوپر گزر چکا ہے کہ وہ کس کشادہ پیشانی سے اپنی سوکنوں کی خوبیوں کو بیان اور ان کے فضائل ومناقب کا ذکر کرتی ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جن سے افک کے واقعہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ پہنچا تھا ان کی مجلس میں شریک ہوتے اور وہ ان کو بڑی خوشی سے جگہ دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا ایک قصیدہ سنانے لگے، اس کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ وہ بھولی بھالی عورتوں پر تہمت نہیں لگاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو افک کا واقعہ یاد آ گیا۔ اس پر صرف اسی قدر فرمایا لیکن تم ایسے نہیں ہو۔ بعض عزیزوں نے افک کے واقعہ میں ان کی شرکت کے سبب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو برا کہنا چاہا تو انہوں نے سختی سے روکا کہ ان کو برا نہ کہو، کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مشرک شاعروں کو جواب دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص کا ذکر چلا، آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو اچھا نہیں کہا، لوگوں نے کہا ام المومنین! اس کا تو انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر فوراً ہی اس کی مغفرت کی دعا مانگی سب نے سبب پوچھا کہ ابھی تو آپ نے اس کو اچھا نہیں کہا اور ابھی آپ اس کی مغفرت کی دعا مانگتی ہیں جواب دیا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مردوں کو بھلائی کے سوا یاد نہ کرو۔" [1]

احسان سے بچاؤ

کسی کا احسان کم قبول کرتی تھیں اور کرتی بھی تھیں تو اس کا معاوضہ ضرور ادا کر دیتی تھیں فتوحات عراق کے مال غنیمت میں موتیوں کی ایک ڈبیہ آئی۔ عام مسلمانوں کی اجازت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نذر بھیجی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ڈبہ کھول کر کہا

[1] طیالسی، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا۔

خدایا! مجھے ابن خطاب کا احسان اٹھانے کے لیے اب زندہ نہ رکھنا، کہ ہر تحفہ کا معاوضہ ضرور بھیجا جائے، عبداللہ بن عامر عرب کے ایک رئیس نے کچھ روپے اور کپڑے بھیجے، ان کو یہ کہہ کر واپس کر دینا چاہا کہ ہم کسی کی کوئی چیز قبول نہیں کرتے، لیکن پھر آپ کا ایک فرمان یاد آ گیا تو واپس لے لیا۔ [1]

نمود و نمائش سے پرہیز

اپنے منہ سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتی تھیں، مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عیادت کے لیے آنا چاہا، لیکن وہ سمجھ چکی تھیں، کہ وہ آ کر میری تعریف کریں گے اس لیے اجازت دینے میں تامل کیا، لوگوں نے سفارش کی تو منظور کیا، اتفاق یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آ کر واقعتاً تعریف شروع کی سن کر بولیں کاش میں پیدا نہ ہوئی ہوتی۔

خودداری

اس عجز و انکساری کے باوجود وہ خوددار بھی تھیں کبھی کبھی یہ خودداری دوسروں کے مقابلہ میں تنگ مزاجی کی حد تک پہنچ جاتی۔ خود آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں وہ نازِ محبوبہ بن جاتی۔ یاد ہو گا واقعہ افک کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے براءت کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور ماں نے کہا بیٹی شوہر کا شکریہ ادا کرو، بولیں میں صرف اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرونگی جس نے مجھ کو پاک دامنی وطہارت کی عزت بخشی یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ آنحضرت ﷺ سے خفا ہوتیں تو آپ کا نام لے کر قسم کھانا چھوڑ تیں، یہ سب محبوبانہ انداز ہیں جن کو اس نظر سے دیکھنا چاہئے کہ میاں بیوی کے درمیان کیسے کیسے معاملات ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اکثر اپنی خالہ کی خدمت کیا کرتے تھے اور وہ فیاض طبعی سے اس کو ہمیشہ اِدھر اُدھر دے دیا کرتی تھیں، ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تنگ آ کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا ضرور ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا تو قسم کھالی کہ اب بھانجے کی کوئی چیز نہ چھوڑوں گی لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں اور آنحضرت ﷺ کے اعزہ کو درمیان میں ڈالا تب جا کر صاف ہوئیں۔

عام خوددار انسانوں سے انصاف پسندی کا ظہور کم ہوتا ہے، لیکن پروردگاران تربیت

---

[1] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ص۔۱۷۳۔

نبوی سے کمال اخلاق کی یہ توقع رکھی جاسکتی ہے جس کی بڑی مثال باہم متضاد اخلاقی تطبیق ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ انصاف پسند بھی تھیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ مصر کے ایک صاحب ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ملک کے موجودہ حاکم والی کا رویہ میدان جنگ میں کیا رہتا ہے جواب میں عرض کیا کہ ہمیں اعتراض کے قابل کوئی بات نظر نہیں آئی، کسی کا اونٹ مرجاتا ہے تو دوسرا اونٹ دیتے ہیں اور خادم نہ رہے تو خادم دیتے ہیں۔ خرچ کی ضرورت پڑتی ہے تو خرچ بھی دیتے ہیں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ جو بھی بدسلوکی کی ہو، تاہم ان کی یہ بدسلوکی مجھے تم کو یہ بتانے سے باز نہیں رکھ سکتی کہ حضور انور ﷺ نے میرے اسی گھر کے اندر یہ دعا فرمائی، کہ اے اللہ! جو میری امت کا والی ہو اگر وہ امت پر سختی کرے تو تو بھی اس کے ساتھ سختی کرنا اور جو نرمی کرے اس کے ساتھ نرمی فرمانا۔ [1]

شجاعت

نہایت شجاع اور پر دل تھیں راتوں کو اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں میدان جنگ میں آکر کھڑی ہو جاتی تھیں۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں میں اضطراب برپا تھا۔ اپنی پیٹھ پر مشک لادلاد کر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں غزوہ خندق میں جب چاروں طرف سے مشرکین محاصرہ کیے ہوئے پڑے تھے اور شہر کے اندر یہودیوں کے حملہ کا خوف تھا۔ وہ بے خطر قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں کے نقشہ جنگ کا معائنہ کرتی تھیں [2] آنحضرت ﷺ سے لڑائیوں میں بھی شرکت کی اجازت چاہی تھی لیکن نہ ملی جنگ جمل میں وہ جس شان سے فوجوں کو لائیں وہ بھی ان کی طبعی شجاعت کا ثبوت ہے۔

سخاوت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا سب سے ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی، دونوں بہنیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نہایت کریم النفس اور فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دونوں سے زیادہ سخی اور صاحب کرم میں نے کسی

[1] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ۱۷۵۔ [2] ایضاً، ۱۷۷۔

کونہیں دیکھا فرق یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرا ذرا جوڑ کر جمع کرتی تھیں جب کچھ رقم اکٹھی ہو جاتی تھی، بانٹ دیتی تھیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں، اس کو اکٹھا نہیں رکھتی تھیں اکثر مقروض رہتی تھیں اور ادھر ادھر سے قرض لیا کرتی تھیں لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے۔ فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے اللہ اس کی اعانت فرماتا ہے۔ میں اس کی اسی اعانت کو ڈھونڈتی ہوں۔

خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں، جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔ ایک دفعہ ایک سائلہ آئی جس کی گود میں دو ننھے ننھے بچے تھے اتفاق سے اس وقت گھر میں کچھ نہ تھا، صرف ایک چھوہارا تھا، اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دیا۔ آنحضرت ﷺ جب باہر سے تشریف لائے تو ماجرا عرض کیا۔ ایک دفعہ سائل آیا، سامنے کچھ انگور کے دانے پڑے تھے، ایک دانہ اٹھا کر اس کے حوالہ کیا، اس نے دانہ کو حیرت سے دیکھا کہ ایک دانہ بھی کوئی دیتا ہے، فرمایا یہ دیکھو کہ اس میں کتنے ذرے ہیں یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا ﴾ [1]

''جس نے ایک ذرہ بھر بھی نیکی کی، وہ اس کو دیکھے گا۔''

حضرت عروہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پوری ستر ہزار کی رقم اللہ کی راہ میں دے دی اور دوپٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔ [2]

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھیجے شام ہوتے ہوتے ایک حبہ بھی پاس نہ رکھا سب محتاجوں کو دے دلا دیا، اتفاق سے اس دن روزہ رکھا تھا لونڈی نے عرض کی کہ افطار کے سامان کے لیے تو کچھ رکھنا تھا فرمایا کہ تم نے یاد دلایا ہوتا۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ دو بڑی تھیلیوں میں ایک لاکھ کی رقم بھیجی، انہوں نے ایک طبق میں یہ رقم رکھ لی اور اس کو بانٹنا شروع کیا اور وہ اس دن بھی روزہ سے تھیں شام ہوئی تو لونڈی نے کہا کچھ افطار کے لیے نہیں منگوا سکتی تھیں فرمایا: اب ملامت نہ کرو تم نے اس وقت کیوں یاد نہیں دلایا۔

ایک دفعہ اور اسی قسم کا واقعہ پیش آیا، روزے سے تھیں گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا اتنے میں ایک سائلہ نے آواز دی لونڈی کو حکم دیا کہ وہ ایک روٹی بھی اس کی نذر کر دو، عرض کی

[1] الزلزال، آیت: ۸۔ [2] طبقات ابن سعد، ۸/ ۴۵۔

کہ شام کو افطار کس چیز سے کریں گی۔ فرمایا: تم تو دے دو۔ شام ہوئی تو کسی نے بکری کا سالن ہدیۃ بھیجا، لونڈی سے کہا دیکھو یہ تمہاری روٹی سے بہتر چیز اللہ نے بھیج دی۔ اپنے رہنے کا مکان تک امیر معاویہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا قیمت جو آئی وہ سب راہ الٰہی میں صرف کر دی۔ [1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے بھانجے تھے اور خالہ کی نظر میں سب سے زیادہ چہیتے تھے وہ زیادہ تر خدمت کیا کرتے تھے لیکن اس فیاضی کو دیکھتے وہ بھی گھبرا گئے کہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا چاہیے خالہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے قسم کھالی کہ اب کبھی ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بات نہیں کروں گی وہ میرا ہاتھ روکے گا، حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما مدت تک معتوب رہے اور آخر بڑی مشکل سے ان کو معاف فرمایا۔

خشیت

دل میں خوف اور خشیت الٰہی تھی رقیق القلب بھی بہت تھیں، بہت جلد رونے لگتی تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے بعض فرائض کے ادا کرنے سے معذوری پیش آ گئی تو اپنی محرومی پر بے اختیار رونے لگیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشفی دی تو قرار آیا۔ ایک دفعہ دجال کا ذکر کر کے اس قدر رقت طاری ہوئی کہ رونے لگیں۔ جنگ جمل کی شرکت کا واقعہ یاد آ جاتا تو پھوٹ پھوٹ کر روتیں مرض الموت میں بعض اجتہادی غلطیوں پر اس درجہ ندامت تھی کہ فرماتی تھیں کہ کاش میں نیست و نابود ہو گئی ہوتی۔

ایک دفعہ کسی بات پر قسم کھالی تھی پھر لوگوں کے اصرار سے ان کو اپنی قسم توڑنی پڑی تو اس کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کیے، تاہم ان کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر تھا کہ جب یاد کرتیں تو روتے روتے آنچل تر ہو جاتا۔ واقعہ افک میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب منافقین کی اس تہمت کا حال ان کو معلوم ہوا تو رونے لگیں والدین لاکھ تشفی دیتے تھے لیکن ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک سائلہ ان کے دروازے پر آئی دو ننھے ننھے بچے اس کے ساتھ تھے اس وقت گھر میں کچھ اور نہ تھا تین کھجوریں اس کو دلوا دیں سائلہ نے ایک ایک کھجور ان

[1] طبقات ابن سعد، ۱۷۹۔

بچوں کو دی اور ایک اپنے منہ سے کھجور کی گٹھلی نکال کر آدھی آدھی دونوں میں بانٹ دی اور خود نہیں کھائی ماں کی محبت کا یہ حسرت ناک منظر اور اس کی یہ بے کسی دیکھ کر بیتاب ہو گئیں اور ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبادت

عبادت الٰہی میں اکثر مصروف رہتیں، چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اگر میرا باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئے اور مجھ کو منع کرے تو میں باز نہ آؤں۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتی تھیں آپ کی وفات کے بعد بھی اس کی اس قدر پابند تھیں کہ اگر اتفاق سے آنکھ لگ جاتی اور وقت پر نہ اٹھ سکتیں تو سویرے اٹھ کر نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کر لیتیں۔ ایک دفعہ اسی موقع پر ان کے بھتیجے قاسم پہنچ گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ پھوپھی جان! یہ کیسی نماز ہے؟ رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں ذکوان نام کا ایک خواندہ غلام تھا وہ امام ہوتا تھا۔ سامنے قرآن رکھ کر پڑھتا تھا یہ مقتدی ہوتیں۔

اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور بعض روایتوں میں ہے کہ ہمیشہ روزے سے رہتی تھیں۔

ایک دفعہ گرمی کے دنوں میں عرفہ کے روزے سے تھیں، گرمی اور تپش اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے کیے جاتے تھے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما آپ کے بھائی نے کہا کہ اس گرمی میں روزہ کچھ ضروری نہیں افطار کر لیجیے۔ فرمایا کہ جب میں آنحضرت ﷺ کی زبانی یہ سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا سال بھر کے گناہ معاف کرا دیتا ہے تو کیا میں روزہ توڑ دوں؟

حج کی شدت سے پابند تھیں کوئی ایسا سال بہت کم گزرتا تھا جس میں وہ حج نہ کرتی ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اخیر زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ازواج مطہرات کے ساتھ حج کے سفر میں روانہ کیا تھا حج میں ان کے ٹھہرنے کے مقامات مقرر تھے پہلے آنحضرت ﷺ کی متابعت کے خیال سے میدان عرفہ کی آخری سرحد نمرہ میں اترا کرتی تھیں جب یہاں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تو وہاں سے ذرا ہٹ کر اراک میں اپنا خیمہ کھڑا کراتی تھیں، کبھی کوہ ثبیر کے دامن میں آ کر ٹھہرتی تھیں جب تک یہاں قیام رہتا، وہ خود اور جو لوگ ان کے ساتھ رہتے تکبیر پڑھا کرتے جب یہاں سے چل کھڑی ہوتیں تو تکبیر

موقوف کرتیں۔ پہلے یہ دستور تھا کہ حج کے بعد ذوی الحجہ ہی کے مہینہ میں عمرہ ادا کرتی تھیں۔ اس کے بعد اس میں ترمیم کی، ماہ محرم سے پہلے وہ جحفہ میں جا کر ٹھہر جاتی تھیں محرم کا چاند دیکھ کر عمرہ کی نیت کرتیں۔ عرفہ کے دن روزہ سے ہوتیں شام کو جب سب لوگ یہاں سے روانہ ہو جاتے تو روزہ افطار کرتیں۔

معصیت سے اجتناب

منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں تک سے بھی پرہیز کرتی تھیں اگر کبھی راستہ میں ہوتیں اور گھنٹی کی آواز آتی تو ٹھہر جاتیں کہ کان میں اس کی آواز نہ آئے۔ ان کے ایک گھر میں کچھ کرایہ دار تھے یہ شطرنج کھیلا کرتے تھے ان کو کہلا بھیجا کہ اگر اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو گھر سے نکلوا دوں گی۔ [1]

ایک دفعہ گھر میں ایک سانپ نکلا اس کو مار ڈالا کسی نے کہا آپ نے غلطی کی ممکن ہے کہ یہ کوئی مسلمان جن ہو، فرمایا اگر یہ مسلمان ہوتا تو امہات المومنین کے حجروں میں نہ آتا اس نے کہا آپ ستر پوشی کی حالت میں تھیں جب وہ آیا۔ یہ سن کر متاثر ہوئیں اور اس کے فدیہ میں ایک غلام آزاد کیا۔ [2]

غلاموں سے سلوک

صرف ایک قسم کے کفارہ میں ایک دفعہ انہوں نے چالیس غلام آزاد کیے۔ آپ کے کل آزاد کیے ہوئے غلاموں کی تعداد ۶۷ تھی بنو تمیم کے قبیلہ کی ایک لونڈی ان کے پاس تھی۔ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کہ یہ قبیلہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی کی اولاد میں ہے آنحضرت ﷺ کے اشارہ سے اس کو آزاد کر دیا۔ بریرہ نام کی مدینہ میں ایک لونڈی تھیں۔ ان کے مالکوں نے ان کو مکاتب کیا تھا یعنی کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم جمع کر دو تو آزاد ہو اس رقم کے لیے انہوں نے لوگوں سے چندہ مانگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو پوری رقم اپنی طرف سے ادا کر کے ان کو آزاد کر دیا۔ ایک دفعہ بیمار پڑیں لوگوں نے کہا کسی نے جادو کیا ہے انہوں نے ایک لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تو نے جادو کیا ہے؟ اس نے اقرار کیا پوچھا، کیوں؟ تا کہ آپ

---

[1] ادب المفرد، باب الادب ص ۲۳۲۔ [2] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ص۔۱۷۹۔

جلد مر جائیں۔تو میں جلدی چھوٹوں۔حکم دیا کہ اس کو کسی شریر کے ہاتھ بیچ ڈالو اور اس کی قیمت سے دوسرا غلام خرید کر کے آزاد کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا گویا ایک قسم کی سزا تھی لیکن کتنی عجیب۔

اعانتِ فقراء وغرباء

فقراء اور اہل حاجت کی اعانت ان کے حسب حیثیت کرنی چاہیے اگر کسی نیچے طبقہ کا آدمی تمہارے پاس آتا ہے تو صرف اس کی حاجت برآوری ہی اس کے درد کی دوا ہے لیکن اگر اس کے بلند درجہ کا آدمی ہے تو وہ اس کے ساتھ ساتھ قدرِ عزت و تعظیم کا بھی مستحق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس نکتہ کو ہمیشہ مدنظر رکھتی تھیں ایک دفعہ ایک معمولی سائل آیا اس کو روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔وہ چل دیا اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو کپڑے پہنے تھا اور کسی قدر عزت دار معلوم ہوتا تھا۔اس کو بٹھا کر کھانا کھلایا اور پھر رخصت کیا۔لوگوں نے عرض کی کہ ان دونوں آدمیوں کے ساتھ دو قسم کے برتاؤ کیوں کیے گئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کرنا چاہیے۔'' [1]

پردہ کی پابندی

پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہو گیا تھا جن ہونہار طالب علموں کو اپنے یہاں بے روک ٹوک آجانا روا رکھنا چاہتی تھیں۔آنحضرت ﷺ کی ایک خاص حدیث کے مطابق اپنی کسی بہن یا بھانجی سے ان کو دودھ پلوا دیتی تھیں اور اس طرح ان کی رضاعی خالہ یا نانی بن جاتی تھیں اور ان سے پھر پردہ نہیں ہوتا۔ [2]

② حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

حضور سرور کائنات ﷺ کے عقد میں آپ رضی اللہ عنہا کی ہجرت سے تقریباً تین سال قبل آئی تھیں۔اس طرح انھیں رمضان ۱۰ ہجری تقریباً ساڑھے ۱۲ سال تک آپ ﷺ کی رفاقت کا شرف حاصل رہا۔رفیقہ حیات کی حیثیت سے رمضان ۱۰ نبوی تا شوال ا ہجری وہ تنہا کاشانہ نبوی ﷺ کی سربراہ اور نگران رہی۔پھر رفتہ رفتہ دیگر ازواج مطہرات آتی گئیں اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی ذمہ داری کم ہوتی گئی۔آپ نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد تقریباً گیارہ سال

---

[1] ابو داود، کتاب الادب۔ [2] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ۱۸۳۔

تک بقید حیات رہیں اور اشاعت دین میں مصروف رہیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بہت فیاض تھیں۔ اخلاق و کردار میں بہت مثالی تھیں حتی کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ سودہ رضی اللہ عنہا کے سوا کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔ ❶

آپ بہت دیندار اور محنتی خاتون تھیں۔ آپ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی نہایت آزادی کے ساتھ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتی تھیں۔ بیت المال سے بھی جو عطیات اور رقم ملتی تھی اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی جس میں درہم تھے انہوں نے لانے والے سے پوچھا اس میں کیا ہے؟ بولا درہم فرمایا: کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں۔ اس کے بعد کنیز کو حکم دیا کہ ان کو حاجت مندوں میں تقسیم کر دے۔ ❷ حضرت سودہ نے صحیح روایت کے مطابق ۲۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ❸

③ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما

ربیع الاول ۱۱ ہجری سے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی بیوگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے آٹھ برس کی نبوت کی چھاؤں تلے کی لازوال روحانی زندگی اب دائمی رنج و غم سے تبدیل ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ۳۴ سال کا زمانہ انہوں نے شوہر کے گھر میں خاموشی سے گزارا۔ وہ ۲۸ برس کی عمر میں بیوہ ہوئیں اور ۶۲ سال کی عمر تک اپنے مبارک نامدار کا پیغام خلقِ خدا کو پہنچاتی رہیں۔

آپ رضی اللہ عنہا سے ۵۶ روایات منقول اور آپ صحابہ کے طبقہ چہارم میں شامل ہیں۔ یہ راویوں کا وہ طبقہ ہے جن کی روایات ۴۰ سے ۱۰۰ تک ہیں۔ آپ کے راویوں میں صحابہ اور تابعین میں سے کئی بزرگ شامل ہیں۔

مصحف عثمانی کی حفاظت سے آپ رضی اللہ عنہا کے علمی ذوق مذہبی دیانت اور قرآن کی نسبت انتہائی حزم و احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید کا نسخہ مکمل

❶ ابن سعد، ۸/ ۳۵۔ ❷ نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب، ص ۲۳۱۔
❸ الاستیعاب، ٤/ ۳۱۷۔

کر کے کاغذ پر لکھا گیا تھا۔ ان کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ انتقال کے وقت جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس نسخہ کو حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دیا تھا۔ خلافتِ عثمانی میں جب اس نسخہ کی متعدد نقلیں تیار کروائی گئیں تو ان کیلئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ہی وہ نسخہ طلب کیا گیا تھا اور نقلیں کروا کرانہی کو واپس کیا گیا تھا۔ [1]

آج پوری امت مسلمہ قرآن کا جو نسخہ پڑھ رہی ہے وہ ہماری ماں حفصہ رضی اللہ عنہا کی ہی نیکی اور صدقہ جاریہ ہے اللہ ان کے مقام ومرتبہ میں اضافہ فرمائے، آمین۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح آپ کا جنگوں میں شامل ہونا ثابت نہیں ہے۔ آپ نے شہادتِ عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور کے سب ہنگامے دور بیٹھ کر سنے اور دیکھے تھے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی گویا پیغمبر ﷺ کی زندگی کی عملی تفسیر تھی۔ وہ صائم النہار اور قائم اللیل تھیں۔ اشاعت علم دین ہی ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ چنانچہ انہوں نے روایات میں ایسی باتیں بیان کی ہیں جن کو فقہی احکام کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً نبی ﷺ کا بیٹھ کر نماز پڑھنا، روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا، سحری کو ٹھیک وقت پر ختم کرنا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حیا کا واقعہ، کعبہ پر حملہ کرنے والے زمین میں دھنس جائیں گے کی پیشین گوئی آپ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہے۔

آپ کو فکر آخرت بہت زیادہ تھی، دجال سے بہت ڈرتی تھیں۔ ابن صیاد مدینہ میں ایک شخص تھا جس میں دجال کی بہت سی علامتیں پائی جاتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی ملاقات ہوئی اس ملاقات کا ذکر جب انہوں نے اپنی محترمہ ہمشیرہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: تم کو اس سے کیا غرض ہے تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ۴۵ ہجری میں وفات پائی۔ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے میت کو کندھا دیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا چنانچہ آپ نے تقریباً ۶۲ سال کی عمر پائی ۶۳ سال عمران کے شوہر کی تھی۔ عزیز اور چہیتی بیوی نے غیر ارادی طور پر عمر میں بھی اپنے

[1] کتاب الفضائل القرآن از بخاری، رقم الحدیث: ۳۵۷۔

پیارے شوہر کا ساتھ دیا۔

④ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت زوجۃ النبی ہیں جنھوں نے اپنی آنکھوں سے جبرائیل علیہ السلام کو دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں دیکھا۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی رحلت نبی ﷺ کے بعد اپنی زندگی کا باقی زمانہ مدینہ منورہ میں اپنے گھر میں گزارا۔کتب سیر اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ امہات المومنین میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی ہے ۶۳ھ میں فوت ہوئیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں مدفون ہوئیں۔آپ رضی اللہ عنہا نے ۸۸ سال کی عمر پائی آپ رضی اللہ عنہا صاحب الرائے ،معمر اور فیاض تھیں ۔ وفات النبی ﷺ کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے دین کی خدمت اور نشر و اشاعت کا کام کیا ،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ۳۱۸ روایات مروی ہیں ان کے فتاوٰں کو جمع کرنے سے ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ [1]

⑤ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ۲۰ ہجری میں شدید گرمی میں ہوئی یعنی کہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ازواج النبی ﷺ میں سے سب سے پہلے فوت ہونے والی بیوی ہیں اور یہ نبی ﷺ کی پیشین گوئی کی مصداق بنی کہ مجھ سے میری بیویوں میں سب سے پہلے وہ آملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہوں گے۔آنحضرت ﷺ کی لمبے ہاتھوں سے مراد فیاضی تھی۔سیدہ زینب نہایت قانع اور فیاض تھیں۔وہ ہاتھ کی کمائی اور محنت پر اعتقاد رکھتی تھیں اور چمڑوں کی دباغت اور منکوں کے ہار پرونے سے جو آمدنی ہوتی وہ راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب ۱۰ ہزار سالانہ وظیفہ آیا تو انہوں نے اس رقم کو ہاتھ تک نہ لگایا اور سب خیرات کر دی۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے گیارہ روایات مذکور ہیں۔ [2]

⑥ حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نکاح نبی ﷺ بیس سال کی عمر میں مدینہ میں شعبان ۵ ہجری میں ہوا۔ابھی چھ سال ہی آنحضرت ﷺ کے ساتھ معاشرت ازدواجی کو نہیں ہوئے تھے اور عمر

---

[1] اعلام الموقعین، ۱/ ۱۳۔ [2] جوامع السیرۃ، ص۔۲۸۵۔

کا ۲۶واں سال شروع تھا کہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے شوہر مبارک نے ۱۱ ہجری میں داغ مفارقت دے دیا۔ بیوگی کے اس دوسرے اتفاق نے ان کی آیندہ کی زندگی یکسو کر دی۔ وہ دونوں شوہروں کے ساتھ مجموعی طور پر دس گیارہ سال رہیں۔ اس کے بعد پوری عمر بیوگی کی حالت میں گزری۔ انہوں نے باقی ساری عمر عبادت میں گزاری اس کے علاوہ تعلیم شریعت بھی گاہے بگاہے حاصل کرتی رہیں۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عہد صدیقی رضی اللہ عنہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ، عہد عثمانی رضی اللہ عنہ اور خلافت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پہلے دس سال بھی دیکھے۔ ان ادوار میں آپ رضی اللہ عنہا کا کوئی نمایاں سفر نہیں ملتا صرف ۲۳ھ کا حج جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آخری حج تھا، اس میں بھی شریک ہوئی تھیں، باقی کم و بیش ۴۰ سال کا مقدس زمانہ احادیث کی اشاعت میں صرف فرمایا۔

جب تک کبار صحابہ رضی اللہ عنہم زندہ تھے اس وقت تک بہت کم اور ان بزرگوں کے اٹھ جانے کے بعد کبھی کبھی بعض صحابہ اور تابعین آپکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ احادیث بیان فرماتی تھیں۔ اس طرح چند احادیث آپ سے منقول ہیں۔ روایت کرنے والوں میں عبداللہ بن عباس، حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ جمعۃ المبارک کے روزہ کی نسبت ان کی گفتگو بخاری میں ملتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رمضان کے علاوہ بھی کثرت سے نفل روزے رکھتی تھیں۔

اگرچہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی تھیں اور رئیس زادی تھیں اس کے باوجود اہل بیت میں داخل ہونے کے بعد آپ کی زندگی سادہ اور زاہدانہ بن گئی تھیں۔ ان کے شب و روز میں زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی وفات تاریخ میں اختلاف ہے البتہ قرائن و شواہد کے مطابق ۵۰ ہجری معلوم ہوتی ہے ان کی نماز جنازہ مروان نے پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔ [1]

⑦ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر گرامی کی وفات کے بعد سے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار فرمائی۔ حج کے علاوہ مدینہ سے باہر نہیں نکلی تھیں صرف خلافت عثمان رضی اللہ عنہ

[1] رحمة للعالمين، ۱/ ۲۲۱۔

کے ایام میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اسیری کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح پانی پہنچانے کا ذکر ملتا ہے طبری میں واقعہ ملتا ہے کہ باغیوں کے مدینہ میں چالیس روزہ محاصرہ کے دوران میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ہر چیز حتی کہ پانی بھی بند کر دیا گیا تھا۔ تو آپ نے پڑوسیوں کے گھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع کرائی کہ ہم پر پانی بند ہے اگر آپ تھوڑا سا پانی بھیج سکیں تو بھیج دیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی وہی پیغام رساں گیا تھا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی مدد نہیں کر سکا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ یہ صدمہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لئے داغ بے پدری کا تھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے باپ کا سوگ تین دن منایا۔ صحیح بخاری میں روایت آتی ہے کہ انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد خوشبو منگا کر رخساروں پر ملی اور فرمایا آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ کسی پر تین دن سے زیادہ غم نہ کیا جائے۔ البتہ شوہر کے لئے چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیے۔ آپ سنت رسول ﷺ کی سختی سے پابند تھیں۔ نوافل کی پابندی اور نیک مزاجی میں شہرہ آفاق تھیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کی غمگسار تھیں۔ زیادہ تر تعلیم و تعلم میں مشغول رہتی تھیں۔ آپ صحابہ کے طبقہ چہارم میں شامل ہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ اس وقت صرف یہی دو آپ کے علاوہ حیات تھیں جب وہ آ گئیں تو فرمایا: سوکنوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہم میں بھی کبھی کبھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں میں نے معاف کر دیا اس کے بعد ان کے لئے دعا کی اس پر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلا تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تم کو خوش رکھے۔ آپ کی قبر بھی سب ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں ہے۔ [1]

⑧ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ابھی تین سال اپنے عظیم شوہر کے ساتھ بسر فرمائے تھے کہ آنحضور ﷺ کا وصال ہو گیا اس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی عمر اندازاً بیس سال تھی۔ حضرت

---

[1] رحمۃ اللعالمین، ۱/ ۲۲۵۔

صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے یہ صدمہ باقی سب سے بہت منفرد اور بہت بڑا تھا کیونکہ وہ اس سارے ماحول میں اجنبی تھیں اور انہیں اس اجنبیت کا احساس تھا۔ سیرت کی کتابوں میں یہ روایت موجود ہے کہ آپ نے نبی کریم ﷺ سے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کے خاندان میں دو قبیلے ہیں اگر آپ ﷺ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو میں کسی کے پاس پناہ لوں فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس۔ [1]

آپ نے اپنی بیوگی کا دور تعلیم و تعلم ادا کرتے ہوئے گزارا اور اپنے آپ کو تمام سیاسی الجھنوں سے دور رکھا۔ ایک مرتبہ ان کی ایک خادمہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سبت (ہفتہ) کا احترام کرتی ہیں اور یہودیوں سے صلہ رحمی کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے بدلے جمعہ کا مبارک دن عطا کیا ہے۔ تو مجھے سبت سے کبھی محبت نہیں رہی۔ [2] رہے یہودی تو بات یہ ہے کہ میری ان سے قریبی رشتہ داری ہے میں ان سے صلہ رحمی کرتی ہوں۔ پھر انہوں نے اپنی خادمہ کو بلا کر پوچھا تمہیں یہ شکایت لگانے کے لئے کس نے آمادہ کیا تھا اس نے کہا شیطان نے فرمایا: جاؤ تم آزاد ہو۔ [3]

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھی عثمان رضی اللہ عنہ داماد رسول ﷺ کو مشکل وقت میں تنہا نہیں چھوڑا اور اپنے گھر میں لکڑی رکھ کر دانہ وغیرہ ان کے گھر پہنچاتی رہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا اور قبرستان بقیع میں دفن کیا گیا وفات کے وقت انہوں نے ایک لاکھ درہم کی جائیداد چھوڑی جس میں سے اس نے ایک تہائی مال کی وصیت اپنے یہودی بھانجے کے لئے کی تھی۔

⑨ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا نبی ﷺ نے بدل کر یہ نام رکھا تھا۔ آپ کا نکاح ۷ھ میں اس وقت ہوا جب آپ ﷺ عمرے کے احرام میں تھے۔ آپ ﷺ نے حلال ہونے کے بعد جرف کے مقام پر عروسی فرمائی اور اسی مقام پر ۵۱ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں

[1] سیر اعلام النبلاء، ۲/ ۲۸٤۔ [2] رحمة للعالمین، ص۔۲۲۷۔

[3] سیرت خیر الانام شعبه اردو دائره معارف اسلامیه، ٤/ ۳٤۷۔

وفات پائی اور دفن ہوئیں۔ [1]

بعد از وفات بنات النبی ﷺ

چونکہ وفاتِ رسول کے بعد بنات النبی ﷺ میں سے صرف حضرت فاطمہؓ ہی حیات تھیں لہٰذا اسی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

ام المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے نبی ﷺ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھیں۔

پیدائش

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے متعلق مختلف روایات ہیں ایک روایت کے مطابق بعثت نبوی سے ۵ سال پہلے ہوئی جب آپ کی عمر مبارک پینتیس سال تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق بعثت سے ایک سال پہلے ہوئی اس پر اکثر اتفاق کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل ۲۰ جمادی الآخر کو مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔

مولانا منیر قمر سیالکوٹی نے الاستیعاب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک کے اکیالیسویں سال پیدا ہوئیں۔ [2]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچپن

اس وقت عرب میں رواج تھا کہ بچوں کو کھلی فضا اور صحت مند ماحول کے لیے دایہ کے سپرد کر دیا جاتا تھا جو ان کو دودھ بھی پلاتی اور تربیت بھی کرتی۔

سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ انہوں نے سیدہ کو کسی دایہ کے سپرد نہیں کیا، بلکہ پورے عرصے میں خود دودھ پلایا اور بچپن ہی سے خود تربیت کی۔ آپ ان کی تربیت پر بھرپور توجہ دیتی تھیں۔

اور بچپن ہی کا واقعہ ہے جو کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اپنے والد محترم سے محبت کا واضح

---

[1] رحمة للعالمین، ص۲۲۸۔ [2] (بحواله سیرة امام الانبیاء، ص ۵۱۵)

ثبوت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کعبہ شریف میں نماز پڑھنے گئے۔ وہاں بہت سے کفار قریش اور مشرکین مکہ موجود تھے۔

جب آپ سجدہ میں گئے تو عقبہ بن ابی معیط نے اونٹ کی گندی اوجھڑی لا کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر پھینک دی آپ ابھی حالتِ سجدہ میں ہی تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور والد گرامی کی پشت سے وہ اوجھڑی اتاری اور عقبہ کے لیے بددعا کی۔

یہ واقعہ صحیح بخاری باب مالقی النبی ﷺ وأصحابه من المشرکین میں مذکور ہے۔

نکاح

۲ ہجری میں اسلام اور کفر کے مابین لڑے جانیوالے پہلے معرکہ حق و باطل غزوۂ بدر کے بعد، لیکن غزوۂ احد سے پہلے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوگیا۔

نکاح میں شیخین کا کردار

سید عالم ﷺ نے جو جہیز سیدہ فاطمہ کو دیا اس میں بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک مشکیزہ دو مٹی کے گھڑے ایک مشک، دو چکیاں، دو چادریں اور ایک جائے نماز کا ذکر روایات میں آتا ہے۔ [1]

سیرت نگاروں نے اس نکاح کی تاریخ متعین کرتے ہوئے اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک، صفر ۲ ہجری میں ہوا۔ بیشتر سیرت نگاروں کے مطابق نکاح کے وقت عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ۲۱ سال تھی۔

غزوہ اُحد میں سیدہ کی شرکت

صحیح مسلم میں غزوہ احد کے واقعہ میں مذکور ہے کہ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ نبی ﷺ شہید ہوگئے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا احد کے میدان کارزار میں پہنچ گئیں مگر اس وقت تک نبی کریم ﷺ اس غار سے باہر تشریف لا چکے تھے۔ جہاں زخموں سے نڈھال ہو کر کچھ ستانے کے لیے آپ جا بیٹھے تھے۔ سیدہ فاطمہ نے والد محترم کے زخموں کو دھویا اور جب دیکھا کہ خون نہیں تھم رہا تو کھجور کی ایک صف کو جلا کر اس کی راکھ آپ کے زخموں پر رکھی جس کے بعد خون بہنا بند ہوگیا۔

[1] ازواج مطہرات وصحابیات انسائیکلو پیڈیا، ص ۲۸۲۔

سیدہ کے فضائل ومناقب

جگر گوشہ رسول کے فضائل ومناقب پر بکثرت ارشاد نبوی مروی ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی بیویاں آپ کے پاس تھیں کہ حضرت فاطمہ تشریف لائیں ان کے چلنے کا انداز بالکل نبی کریم ﷺ کے مشابہ تھا نبی کریم ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا:

((مَرْحَبًا يَا بِنْتِيْ)) ''میری بیٹی خوش آمدید۔''

پھر آپ ﷺ نے ان کو اپنے پاس بٹھالیا۔اس دوران ان سے کوئی سرگوشی کی۔ پھر دوسری مرتبہ بھی کان میں سرگوشی کی تو وہ خوشی سے ہنسنے لگ گئیں۔ جب نبی کریم اٹھ کر کہیں باہر تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے دیکھتے ہی کیا فرمایا تھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتی۔(اس طرح بات آئی گئی ہوگئی) پھر وہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد میں نے دوبارہ آپ ﷺ کی سرگوشیوں کا راز پوچھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ سرگوشی کے انداز سے مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کریم کو دہرایا کرتے تھے مگر اس سال انہوں نے دو مرتبہ دہرایا ہے اور اس سے میں سمجھتا ہوں کہ میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔تم تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا اور صبر سے کام لینا میں تم سے پہلے جانے والا تمہارا بہترین پیش رو ہوں۔(نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی وفات اور فراق کی باتیں سن کر) میں رونے لگی تھی۔

اور جب آپ ﷺ نے مجھے غمناک دیکھا تو وہ سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا:

((يا فاطمه الا ترضين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة أو نساء المؤمنين)) [1]

''اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم اہل جنت کی خواتین کی سردار ہو، یعنی خاتونِ جنت) یا پھر شاید کہ یہ فرمایا کہ تم اہل ایمان کی خواتین کی سردار ہو۔''

اور بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی تکلیف کے دوران ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔تو میں رودی اور جب دوسری مرتبہ فرمایا:

---

[1] مسلم، تبويب عبدالفرار عسقلانی ٤/ ١٩٠٥۔

((انی اول اهل بيته اتبعه فضحکت)) [1]

''کہ میں آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے سب سے پہلے آپ ﷺ سے جا ملوں گی تو میں ہنس دی۔''

اور صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے:

((فاطمة بضعة مني فمن اغضبها اغضبني))۔ [2]

''فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ہے۔''

ایک اور متفق علیہ حدیث میں یوں ہے:

((يريبني ما أرا لها ويؤ ذيني ما اذاها))۔ [3]

''جو چیز فاطمہ کو بری لگے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جس چیز سے اس کو اذیت پہنچتی ہو اس سے خود مجھ کو بھی اذیت پہنچتی ہے۔''

ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((والله لا تجتمع بنت رسول الله ﷺ وبنت عدو الله ابدًا))۔ [4]

سیدہ رضی اللہ عنہا کی اولاد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف عظیم حاصل ہے کہ دوسری بہنوں میں سے کسی کی ذریت نہیں چلی جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حسین، حسن، ام کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہما عطا فرمائے۔ جب کہ بعض مؤرخین نے سیدہ کی اولاد میں محسن اور رقیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ یہ دونوں بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا جس کا چالیس ہزار درہم حق مہر مقرر ہوا تھا۔ اس سے دو بچے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

---

[1] شرح السنة، ١٤/ ١٦٠؛ الفتح الربانی ٢٢/ ٩٢، ٩٣۔

[2] صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٣٥١٠۔

[3] .... باب ذب الرجل علی ابنته فی الصخيرة والانصاف: ٤٩٣٢۔

[4] .... باب ما ذكر من درع النبی ﷺ حديث: ٢٩٤٣۔

کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا جب کہ دوسری صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح عدی بن جعفر طیار سے ہوا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲ بیٹے اور ۵ بیٹیاں عطا فرمائیں اور حسین رضی اللہ عنہ سے ایک فرزند زین العابدین علی بن حسین بن علی تھے۔ جن سے سادات کا سلسلہ جاری ہے۔

سیدہ کی پارسائی

سیدہ رضی اللہ عنہا کی شرافت کے اندازہ کے لیے یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر فرمایا کہ عورتوں کا جنازہ جس طرح اب لے جایا جاتا ہے مجھے تو یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا جنازے پر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس میں سے اس کا پیکر نظر آتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ہجرت حبشہ کے دوران ایک دستور دیکھا ہے کہ وہ آپ کو دکھاتی ہوں پھر انہوں نے کھجور کی تازہ شاخیں منگوا کر چارپائی کے اطراف میں لگائیں اور ان کے اوپر کپڑا ڈال دیا تو سیدہ نے فرمایا یہ بہت ہی اچھا ہے۔

مرویات

سیدہ کی مرویات کی تعداد ۱۸ ہے جن کے راویوں میں بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

وفات

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف چھ ماہ بعد ۲ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو منگل کی رات وفات پائی آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ، اسماء بنت عمیس اور سلمی رضی اللہ عنہا ام رافع نے غسل دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علی، حضرت عباس اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے لحد میں اتارا۔

مقامِ تدفین

وفات کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۲۹ سال تھی۔ اس میں بھی تین اقوال مذکور ہیں۔ ۳۰

اور ۳۵ کے اقوال بھی مروی ہیں اس طرح سیدہ کی جائے تدفین میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ اپنے گھر ہی دفن ہوئیں۔ لیکن اکثر مؤرخین کا رجحان اس طرف ہے کہ ان کی قبر مبارک حضرت عباس، حسن، اور زین العابدین رضی اللہ عنہم کے پہلو بہ پہلو بقیع میں ہے۔ مسعودی کہتے ہیں کہ ۳۴ھ میں بقیع سے ایک پتھر کی سل ملی تھی جس پر یہ تحریر تھا۔

((هذا قبر فاطمة بنت رسول ﷺ))۔ [1]

اس سے بھی بقیع میں مدفون ہونے کے رجحان کی تائید ہوتی ہے۔

[1] مروج للذهب از سعود وزراء المنصور، ص: ۲۳۴۔

خلاصۃ البحث

جس طرح آفتاب سے شعاع کا اور پھول سے مہک کا ظہور ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح موضوع سیرت سے باطن کو ایمان واخلاص اور ظاہر کو سلیقہ حیات نصیب ہوتا ہے۔ تحریر مقالہ کے دوران میرا یہ یقین اور بھی پختہ ہو گیا کہ انسان سازی اور آدم گری کا بس ایک یہی نسخہ کیمیا ہے کہ اس گئے گزرے دور میں بھی اگر ہم اصلاح امت چاہتے ہیں تو ہمیں سیرت سرور دو عالم کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔ اس مقالہ میں، میں نے اللہ رب العزت کی توفیق سے ''محمد رسول اللہ ﷺ کی نجی زندگی'' کے عنوان کے تحت آپ ﷺ کی پیدائش، بچپن، لڑکپن اور جوانی کا ذکر کر کے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچانے کی کوشش کی ہے آپ افضل البشر انسان تھے نہ کہ مافوق البشر۔ لہذا ہمارے معاشرے کا یہ عذر کہ ہم آپ کی طرح قربانی نہیں دے سکتے، ہم تو ان جیسی مشکلات نہیں اٹھا سکتے۔ وہ تو وہ تھے ہم تو کمزور ہیں ان کا یہ عذر ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ آپ کو خوشی، غمی، تنگدستی وفقیری اور تجارت وامیری کے سارے مواقع میسر آئے لیکن انھوں نے اپنے آپ کو زمانے کی لغزشوں سے بچائے رکھا۔ آپ کی پیاری زندگی کے اس حصے میں نوجوانان امت کے لئے درس ہدایت ہے۔ اور آج سب سے زیادہ اصلاح بھی اسی طبقہ کی مقصود ہے کیونکہ نوجوان ہی قوموں کا سہارا ہوتے ہیں۔ آپ کی تجارتی زندگی میں ہر قسم کے کاروباری طبقہ کے لئے مکمل راہنمائی موجود ہے کہ کس طرح ایک تاجر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے بندوں کے سامنے پسندیدہ انسان بن سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی کا مکمل احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے ہر طرح کے لوگ عام سے عام انسان سے لیکر بادشاہ وحکمران تک قلیل الوسائل کے ساتھ کثیر المسائل کو کیسے حل کر سکتے ہیں اور اپنے معاشرے اور گھروں میں قناعت وسادگی کے ساتھ امن وسکون اور محبت بھری زندگی کس طرح گزار سکتے ہیں۔

اولاد سے محبت اور تربیت کا انداز کیسا ہو، بیویوں سے محبت ومروت کی گیرائی اور گہرائی کس قدر ہو۔ جیسا کہ ربائب النبی کفالتوں کی فصل میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔ مصروف ترین انسان کے اوقات کی تقسیم کیسے ہو کہ وہ اپنے نفس، بیوی، بچوں اور مہمانوں کے حقوق ادا کر سکے

اور بیرونی ذمہ داریوں کو احسن انداز سے پورا کر کے معاشرے کا ایک معتدل فرد بن سکے۔
مقالہ ہذا میں موجود آپ ﷺ کے حسن و جمال و ذوق رسول ﷺ کے متعلق معلومات سے بحسن وخوبی یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان کا ذوق جمالیات کیسا ہونا چاہیے۔

غرضیکہ نجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو Touch ضرور دیا گیا ہے۔ان ساری معلومات کو سامنے رکھ کر ایک آدمی اپنے جسم کے سر سے لے کر پاؤں تک اور ظاہر و باطن سمیت پورے جسم کی اصلاح کر سکتا ہے جب ہر فرد اپنی اصلاح کرے گا تو انہی افراد سے صحت مند اور صالح معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔ یہی تربیت یافتہ شخص اجڑے اور نفرتوں والے گھر کو گلستان بنا سکتا ہے۔اپنے ناراض بگڑے دوست احباب اور رشتہ داروں سے شیر وشکر ہوسکتا ہے۔آپ کے پیش کردہ عمل پر اپنی تربیت کر کے آج کا انسان اپنے آپ کو معاشرے کا بہترین فرد بنا سکتا ہے۔
اس مقالہ کی تحریر کے دوران مجھ میں ذاتی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوا ہے۔رسول اکرم ﷺ سے محبت میں اضافہ ہوا ہے اور سیرت النبی ﷺ سے مستقل وابستگی نصیب ہوگئی ہے۔

آقائے نامدار اور سرور کونین کی سیرت مقدسہ کا یہ عظیم اور انتہائی اہم پہلو اس بات کا متقاضی ہے کہ اس پر اہل علم مسلسل قلم آزمائی کرتے رہیں اور مخفی گوشوں کو آشکارا کریں۔مثلاً: آپ ﷺ کے رضاعی دور کی روز بروز معلومات جمع کی جائیں،اسی طرح آپ کی اپنی والدہ، دادا، اور چچا کے ہاں ایام کفالت کی معلومات اکٹھی کرنا اس حوالے سے ابھی بہت بڑا کام باقی ہے۔

اسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبوت سے پہلے نکاح کے بعد پندرہ سالہ دور کی ایک ایک دن کی داستان حیات دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔نیز شعب ابی طالب میں آپ ﷺ کا تین سالہ دور قید کے تفصیلی حالات کیا تھے۔مقاطعہ قریش میں کتنے اور کون کون سے افراد شامل تھے۔وہاں گھاٹی کے اندر ان کے شب و روز کیسے گزرے۔اس قسم کے بے شمار موضوعات ابھی تشنہ ہیں۔جن پر محبان رسول اور طالبان سیرت رسول ﷺ اپنے اپنے حصے کی گلفشانی کرتے رہیں گے۔

مصادرومراجع

① ابن ابی الدنیا ، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید "مکارم ا لا خلاق" دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۰ء۔

② ابن ابی شیبۃ ، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ الکوفی "المصنف" دارالفکر بیروت، لبنان، ۱۹۸۹ء۔

③ ابن الأثیر ، محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدا لواحد الشیبانی "أسد الغابۃ فی معرفۃالصحابۃ" داراحیاء التراث العربی ، ت ن۔

④ ابن اسحاق ، محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی ، "کتاب السیرۃ والمغازی۔" مترجم رفیع اللہ شہاب ، مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ چوک انار کلی لاہور ، ۱۹۹۹ء۔

⑤ ابن الجوزی ، أبو الفرج عبدالرحمن بن علی بن الجوزی ، "صفوۃ الصفوۃ" مکتبہ بیروت لبنان ، ت ن۔

⑥ ابن حبان ، علی بن بلبان فارسی" الصحیح" المکتبۃ الاثریۃ ، جامع مسجد اہلحدیث سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔

⑦ ابن حجر العسقلانی ، المصری الشافعی ، "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" دار احیاء التراث العربی ، ۱۳۲۸ھ۔

⑧ ابن حجر العسقلانی ، "فتح الباری"دار المعارف بیروت ، ت ن۔

⑨ ابن حجر الهیثمی ، نور الدین علی بن أبی بکرالهیثمی ، "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد"دارالکتاب العربی ، بیروت لبنان، ت ن۔

⑩ ابن حزم ، أبو محمد علی بن أحمد بن سعید بن حزم ، "سیرۃ الصادق الأمین محمد رسول اللہ ﷺ" مکتبۃ الایمان الاسکندریۃ ، ت ن۔

⑪ ابـن حزم ، "جوامع السيرة"اداره احیاء السنه گھر جاکھ گوجرانوالہ ، ت ن۔

⑫ ابـن حـنبـل ، أبـو عبداللـه أحـمـد بـن مـحـمد بن حنبل بن ھلال الشیبانی ، "المسند" منشورات دارالفکر ، بیروت ، ت ن ۔

⑬ ابن خلکان ، شمس الدین أبو العباس أحمد بن محمد بن ابراھیم بن أبـی بـکـر بـن خلکان البرمکی الأربیلی الشافعی الاشعری "وفیات الاعیان وانباء ابنا ء الزمان '' دارصادر ، بیروت ، لبنان ، ت ن ۔

⑭ ابن خذیمه ، محمد بن اسحاق" الصحیح" الکتب الاسلامی بیروت ، ۲۰۰۳ء۔

⑮ ابـن سـعـد ، أبوعبدالله بن سعد بن منیع الھاشمی البصری۔"الطبقات الکبریٰ " دارصادر ، بیروت ، لبنان ، ۱۹۶۸۔

⑯ ابـن سیـد الـناس ، فتح الدین محمد بن محمد بن محمد بن عبدالله بـن مـحـمـد بن یحییٰ بن سید الناس الیعمری الاندلسی"عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" دار المعرفة ، بیروت ، ت ن ۔

⑰ ابـن عبدالبـر الـحـافـظ یـوسـف بـن عبدالله بن محمد بن عبدالبر القرطبی النمری ، "الاستیعاب فی معرفة الا صحاب" مکتبه نھضته مصر ، ت ن۔

⑱ ابـن عسـاکـر ، أبی منصور عبدالرحمن بن عساکر ، "کتاب الأربعین فی مناقب أمھات المؤمنین"مکتبة التراث الاسلامی ، مصر ، ت ن ۔

⑲ ابـن القیم ، شمس الدین أبو محمد عبدالله بن محمد بن بکر بن أیوب بـن سـعـد الـزرعـی الـدمشـقی الحنبلی ، الشھیر بابن قیم الجوزیة ، "زادالـمـعـاد فـی هـدی خیـر الـعـبـاد مـحمدﷺ خاتم النبیین وامام المرسلین" نفیس اکیڈمی کراچی ، دسمبر ۱۹۸۶م۔

⑳ ابـن كثير ، عماد الدين أبو الفداء اسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقى "البداية والنهاية" مكتبة المعارف ، بيروت لبنان، ١٩٨٨ء۔

㉑ ....تفسير قرآن العظيم، دارالمعرفة بيروت، لبنان، ١٩٧٦ ۔

㉒ .... "سيرة الـنبـى شمائل الرسولﷺ" مكتبه قدوسيه اردو بازار لاهور، ت ن۔

㉓ ابـن مـاجة، الـحـافـظ أبى عبدالله محمد بن يزيد القزوينى ، "السنن" دارا لسلام رياض، ١٩٩٩م۔

㉔ ابـن الـنـديـم ، أبـو الـفـرج مـحـمـد بـن أبى يعقوب اسحاق النديم المعروف بالوراق "ا لفهرست" طهران، ت ن۔

㉕ ابـن هشـام، أبـو مـحـمـد عبدالـملك بن هشام المعافرى ، "السيرة النبوية" مترجم............ ، ١٩٥٥م۔

㉖ أبـو داود، سـليـمـان بـن الأشـعـث السجستانى الأزدى ، "سنن أبى داود" دارالسلام رياض، ١٩٩٩م۔

㉗ ابن منظور، جمال الدين بن محمد" لسان العرب" دار صادر بيروت ١٣٠٠ھ أبو عوانه، يعقوب بن اسحاق الاسفرائينى ، "المسند"۔

㉘ ابـو نعيم، احمد بن عبدالله الاصبهانى" دلائل النبوة " دار المعارف بيروت، ت ن۔

㉙ ابـويـحيـیٰ، مـحـمـد زكريا زاهد "خيرالقرون" ا لمكتبه الكريمه، جامع مسجد المنو ر نكلسن روڈ لاهور ، ت ن۔

㉚ ابويعلیٰ، احمد بن على المثنى الموصلى" المسند "دار القبله للثقافة الاسلامية المملكة العربية السعودية، ١٩٨٨۔

㉛ الأزهـرى، پير محمد كر م شاه، "ضياء النبى" ضياء القرآن پبليكيشنز گنج بخش روڈ، لاهور، ت ن۔

32. اعظمی، عبدالمصطفیٰ، علامہ، "سیرت مصطفی ﷺ" اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ت ن۔

33. البخاری، الامام أبی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم الجعفی البخاری، "التاریخ الکبیر" بیروت لبنان، ت ن۔

34. احمد بن حنبل، "المسند" الریاض ۱۹۹۸ء۔

35. ...."الجامع الصحیح" دارالسلام ریاض ۱۹۹۹م۔

36. ...."جزء فی افعال العباد والرد علی الجھمیة واصحاب التعطیل" بیروت شارع سوریا، ۱۹۹۰۔

37. ...." الادب المفرد" مکتبہ معارف، سعد بن عبدالرحمن الراشد، الریاض، ۱۹۹۸۔

38. البیجانی، محمد بن سالم" اشعة الانوار علی مرویات الاخیار" ادارة احیاء التراث الاسلامی قطر، ت ن۔

39. البیھقی، الامام الحافظ ابی بکر بن احمد بن حسین بن علی، "المسند "جامعة الدراسات الاسلامی، کراچی، ت ن۔

40. ....بیھقی "شعب الایمان" دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، ت ن۔

41. پرویز، غلام احمد "معراج انسانیت" طلوع اسلام ٹرسٹ، ۲۵۔بی گلبرگ لاہور، ۱۹۹٤۔

42. الترمذی، أبو عیسی محمد بن سورة الترمذی "الجامع" دارالسلام ریاض، ۱۹۹۹۔

43. ...."الشمائل" مترجم مولانا محمد زکریا، مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور، اپریل ۲۰۰۰۔

44. جیلانی، سید عبدالکریم بن ابراھیم" انسان کامل" نفیس اکیڈمی، کیمبل روڈ، کراچی، ستمبر ۱۹۸۰۔

45. علی اصغر چوھدری "سرور عالم کاشانہ مبارك میں" مکتبہ تعمیر انسانیت لاھور، ۱۹۸۸ـ

46. الحاکم، الحافظ ابو عبدا الله محمد بن عبدالله، " المستدرك " دارالفکربیروت، ت ن ـ

47. الحلبی، علامہ علی بن برھان الدین "سیر ۃ حلبیة، ا نسا ن ا لعیون فی سیر ۃ الامین وا لمامون " مترجم محمد اسلم قاسمی ، دار اشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ، ۱۹۹۹ـ

48. حمید الله ڈاکٹر " خطبات بھاولپور" رجسٹر ارا سلامیہ یونیورسٹی بھاولپور، ۱٤۰۱ھـ

49. .... "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" مولوی مسافر خانہ بند روڈ کراچی، ت ن ـ

50. الدار قطنی، علی بن عمر، "السنن " دارالمحاسن ، شارع الجیش، القاھرہ، ت ن ـ

51. الدارمی، عبدالله بن عبدالراحمن، "السنن " السید عبدالله ھاشم یمانی المدنی بالمدینة المنورۃ، ۱۹٦٦ـ

52. الذھبی ابو عبدالله شمس الدین محمد بن احمد بن احمد بن عثمان المعروف بابن قیم الجوزیة الدمشقی الفاروقی الشافعی "سیر اعلام النبلاء" دارالکتب العلمیہ، بیروت ، ۱۹۸۵ـ

53. ...."تذکرۃ الحفاظ "دارالکتب العلمیة، ۱۹۹۸ـ

54. ...."تاریخ الاسلام ووفیات المشاھیر والاعلام "(السیرۃ النبویة) ھاوس قذافی سٹریٹ ۱۷ اردو بازار لاھور، اپریل ۱۹۹۹ـ

55. ڈوگر، محمد رفیق "الا مین"دید شنید پبلشرز، نومبر ۲۰۰۰،

56. الزرقانی، محمد بن عبدالباقی بن یوسف" شرح المواھب اللدنیه "

دارالکتب العلمیہ البیروت، ۱۹۹۶ء۔

57 السیوطی "الخصائص الکبریٰ" احیاء التراث، ت ن۔

58 اصالحی، محمد بن یوسف الصالحی الشامی "سبل الھدی والرشادفی سیرۃ خیر العباد" احیاء التراث، ت ن۔

59 الطبرانی، محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد الطبری المکی، "السمط الثمین فی مناقب امہات المومنین"، منشورات دارالحدیث، القاھرہ، ت ن۔

60 الطبری، محمد بن جریر الطبری "تاریخ الامم والملوك" دار سویدان، بیروت، ت ن۔

61 طبرانی، ابوالقاسم، سلیمان بن احمد الحافظ "المعجم الکبیر" داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۹۸۳ء۔

62 طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلمہ بن سلامہ "شرح معانی الآثار" ایچ ایم سعیداینڈکمپنی کراچی، ۱۹۷۵ء۔

63 ظفر، حکیم محمود احمد "سیرت خاتم النبیین" اجالا پرنٹرز، لاہور، اگست ۲۰۰۱ء۔

64 .... "امہات المؤمنین" تخلیقات لاہور، ۱۹۹۸ء۔

65 عبدالجبار شیخ پروفیسر "سیرت مجمع کمالات" ادارہ تعلیمات سیرت سیالکوٹ، ۱۹۸۸ء۔

66 عبداللہ بن محمد عبدبن عبدالوھاب "مختصر سیرۃ الرسول" جاوید ریاض پرنٹرز لاہور، اگست ۱۹۹۰ء۔

67 عبدالمعبود "تاریخ المکۃ المکرمۃ" مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ت ن۔

68 عروہ بن زبیر "مغازی رسول اللہ ﷺ" مترجم ڈاکٹر محمد مصطفی

الاعظمی ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ، ۱۹۹۰ـ

(69) علوی ، خالد ڈاکٹر ، "انسان کامل "الفصیل ناشران لاہور ، ۱۹۹۷ـ

(70) فضل الٰہی ڈاکٹر پروفیسر "نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم " مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور ، جون ۲۰۰۵ـ

(71) القسطلانی ، احمد بن محمد القسطلانی "المواھب اللد نیة بالمنح المحمدیة "دارالکتب بیروت ، لبنان ، ۱۹۹۶ـ

(72) کرپالوی ، طالب حسین "سیرت النبی " اسلامیہ دارالتبلیغ ، گلی نمبر ۱٤ مکہ کالونی گلبرگ ، ۱۹۹۲ـ

(73) کاندھلوی ، محمد ادریس "سیرة المصطفٰی "مکتبہ عثمانیہ ، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ، ت ن ـ

(74) لنگس ، مارٹن "حیات سرور کائنات محمد "مترجم ابوبکر سراج ، زاھد بشیر پرنٹرز ، ۱۹۹٤ـ

(75) مالك ، مالك بن انس بن مالك "کتاب الموطا " دارابن کثیر دمشق بیروت ، ۱۹۹۹ـ

(76) مبارك پوری ، صفی الرحمن "الرحیق المختوم " المکتبة السلفیة ، لاہور ، ۱۹۹٤ـ

(77) مسلم ، مسلم بن الحجاج القشیری "الجامع الصحیح " دارالسلام ریاض ، ۱۹۹۹ـ

(78) محمد اشرف شریف "نبی کریم ﷺ کے عزیز و اقارب " اے مشتاق پرنٹرز ، لاہور ، ۲۰۰۲ـ

(79) محمد شریف ، قاضی "اسوہ حسنہ " مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ، ۱۹۸۹ـ

(80) محمود شکری آلوسی "بلوغ الارب فی معرفة احوال العرب "

مترجم پیر محمد حسن، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۷ـ

81 معراج الدین، الحاج "محمد سیدالکونین" حافظ مسعود امجد اینڈ برادرز، ت ن۔

82 منصور پوری، قاضی محمدسلیمان سلمان "رحمۃللعالمین" مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، جنوری ۲۰۰۶ء۔

83 مودودی، سید ابو الاعلیٰ "سیرت سرورعالم" ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ت ن۔

84 ندوی ابوالحسن علی، "نبی رحمت ﷺ" مکتبہ نشریات اسلام کراچی، ت ن۔

85 ندوی، سیدسلیمان "سیرت النبی" الفیصل ناشران تاجران غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، ت ن۔

86 .... "تاریخ ارض قرآن کامل "دار الاشاعت، اردو بازار کراچی، ت ن۔

87 .... "خطبات مدراس" مجیدیہ کتب خانہ، بیرون بوہر گیٹ ملتان، ت ن۔

88 .... "سیرت عائشہ "مکتبہ مدنیہ اردو بازار لاہور، ت ن۔

89 ندوی، معین الدین احمد شاہ "تاریخ اسلام "مکتبہ رحمانیہ، اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردوبازار لاہور، ت ن۔

90 النسائی، الامام ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب "السنن" دارالسلام ریاض، ۱۹۹۹۔

91 .... "السنن الکبریٰ "بیروت، لبنان، ۱۹۹۱۔

92 نعیم صدیقی "محسن انسانیت" الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور، اکتوبر ۲۰۰۴۔

93 الواسطی، عمادالدین الواسطی "السیرة النبویة "مکتبه الشیخ محمد الرشیدی، ت ن۔

94 الواقدی، محمد بن واقد "المغازی"مطبوعات العا لمی، بیروت، ت ن۔

95 وینس، اے۔جے "المنجد" عربی اردو، ادارۃ الاشاعت کراچی، ۱۹۷٤ء۔

96 هیکل محمدحسین "حیات محمد" الفیصل ناشران و تاجران غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاهور، ت ن۔

97 هزاروی عبدالعزیز"سیرت مصطفٰی" مکتبة العلم اردو بازار، لاهور، ت ن۔

98 یوسف بن اسماعیل النبها نی القاضی"الانوار المحمدیه" دارالکتب العلمیة البیروت، ۱۹۹۸۔

99 الوفا بتعریف فضائل المصطفی ابن جوزی، دار المعرفة، بیروت۔

100 الجوزیة، محمد بن ابی بکر ابن القیم ۷۵۱ ھ، مکتبة الکلیات الازهریة مصر قاهره ۱۳۸۸، ۱۹٦۸۔ "اعلام الموقعین عن رب العالمین۔"

101 ابن حزم الاندلس الظاهری علی بن احمد بن سعید بن حزم دار المعارف مصر الطبعة الاولیٰ ۱۹۰۰۔ دار المعارف مصر۔ "جوامع السیرة و خمس رسائل اخری۔"

102 السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر "الفتح الکبیر فیهم الزیادة الیٰ الجامع الصغیر" دار الفکر بیروت لبنان ۱٤۲۳، ۲۰۰۳ طبعه اولیٰ۔

103 علی بن حسام الدین المتقی الهندی "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۹۔

104. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، "نیل الاوطار من احادیث سعید الاخیار شرح منتقی الاخیار" ادارة الطباعة المیزیة۔

105. الدارمی، عبد اللہ بن عبدالرحمن ابو "محمد سنن دارمی" دارالکتاب العربی، بیروت للدرجة اولیٰ، ۱۴۰۷۔

106. الخطیب احمد بن علی ابوبکر البغدادی، "تاریخ بغداد" دارالکتب العلمیہ بیروت۔

107. "تاریخ مدینہ دمشق و ذکر فضلها و تسمیة من صلها من الاماثل أواجتاز بنواصیها من واردیها وأهلها" ابن عساکر، علی بن حسن بن هبة الله الشافعی ابوالقاسم دارالفکر بیروت لبنان۔ الطبعة الاولی ۱۴۱۹، ۱۹۹۸۔

108. "الثقات" ابن حبان محمد بن حبان بن احمد ابو حاتم مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعة اولیٰ ۱۳۹۵، ۱۹۷۵۔

109. القاضی، عیاض ابوالفضل ۵۴۴ھ "الشفاء بتعریف حقوق المصطفی"۔

110. "تفسیر کبیر" الرازی، محمد بن عمر بن حسین دارالنشر، دار احیاء التراث العربی۔

111. "فقه السیرة" الغزالی، محمد دار تحفة مصر الطبعة الاولیٰ۔

112. "تجلیات نبوت" مولانا صفی الرحمن مبارك پوری، دار السلام ۳۶ لوئر سیکرٹریٹ سٹاپ لاهور۔

مؤلف کا تحقیقی، تاریخی و تجزیاتی مطالعہ

مطالعہ ایمانیات

(۱) توحید باری تعالیٰ اور اس کی اہمیت

(۲) شرک اور اس کی قباحتیں

(۳) مسئلہ توحید حاکمیت اور اس کی اہمیت

مطالعہ اسلامیات

(۱) ترک نماز اور اس کا حکم

(۲) احکامات رمضان المبارک

(۳) شرعی پردہ کی اہمیت و کیفیت

مطالعہ سیرت

(۱) رسول اللہ ﷺ کے ذرائع معاش

(۲) نبی ﷺ خیر المکفولین کی سیرت کی روشنی میں یتیموں کے حقوق

(۳) حقوق النبی ﷺ کفالات

(۴) گستاخان رسول شریعت کی عدالت میں

(۵) عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

محمد رسول اللہ ﷺ
کی
نجی زندگی